وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا (القرآن)

القول الجليل في حكم الترتيل

المعروف بہ

تجویدؒ کی اہمیت

تالیف لطیف

ابو معاویہ محمد عبد الستار محمود کوٹی عفی عنہ

سابق مدرس شعبۂ تجوید مدرسہ عربیہ مرحوم مسجد آدم جی نگر کراچی

تلمیذ رشید

امام فن شیخ التجوید حضرت مولانا قاری محمد شریف صاحب رحمہ اللہ

استاذ القراء حضرت مولانا قاری محمد عبد الرب ارشد صاحب مدظلہ العالی

مکتبہ خدیجۃ الکبریٰ

اردو بازار کراچی

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا (القرآن)

القول الجلیل فی حکم الترتیل

المعروف بہ

تجوید کی اہمیت

تالیف لطیف

ابو معاویہ محمد عبد الستار محمود کوٹی عفی عنہ

سابق مدرس شعبۂ تجوید مدرسہ عربیہ مریم مسجد آدم جی نگر کراچی

تلمیذ رشید

استاذ القراء حضرت مولانا قاری محمد عبد الرب ارشد صاحب مدظلہ العالی

امام فن شیخ التجوید حضرت مولانا قاری محمد شریف صاحب رحمہ اللہ

ناشر

مکتبہ خدیجۃ الکبریٰ

اردو بازار کراچی

نام کتاب : تجوید کی اہمیت

نام مؤلف : ابو معاویہ محمد عبدالستار محمود کوٹی

طباعت اوّل: فروری ۲۰۱۳

ناشر : مکتبہ خدیجۃ الکبریٰ
اردو بازار کراچی
فون: 021-32752007
موبائل: 0322-8139398

ملنے کے پتے

مکتبہ عمر ملتان۔فون: 0342-2277426

مکتبہ سلمان ملتان۔فون: 0300-2069687

مکتبہ سر سید احمد شہید، لاہور

مکتبہ دار القرآن، حیدر آباد

اسلامی کتب خانہ، بنوری ٹاؤن

اِنتساب

راقم السطور کے وہ اساتذہ جنہوں نے فن تجوید کی ابتدا فرمائی یعنی استاذ القراء حضرت مولانا قاری محمد عبدالرب ارشد مدظلہ (تلمیذ حضرت مولانا قاری محمد شریفؒ) مہتمم جامعہ نعمانیہ محلّہ امیر آباد ملتان

☆ حضرت مولانا قاری عبدالغفور مدنیؒ مظفرگڑھی (تلمیذ حضرت مولانا قاری محمد شریفؒ)

☆ دیگر اساتذہ استاذ القراء شیخ التجوید و شیخ المجودین حضرت مولانا قاری المقری محمد شریفؒ (بانی دارالقراء ماڈل ٹاؤن لاہور)،

☆ شیخ التجوید استاذ القراء حضرت مولانا قاری المقری محمد حبیب اللہؒ ٹونکی ثم کراچی جن کی شفقتوں سے اس فن کی تکمیل ہوئی، اللہ رب العزت ان سب سے راضی ہو اور انہیں حضرات کا فیض ہے کہ بندہ ناچیز نے یہ مجموعہ مرتب کیا فجزاھم الله احسن الجزاء

ابومعاویہ محمد عبدالستار محمود کوٹی غفرلہٗ

رابطہ —— 0300-2069687

﴿عرضِ حال﴾

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم

حضرت سیّد الاوّلین والآخرین ﷺ پر جب قرآن نازل ہوتا تھا تو سب سے پہلے آپ ﷺ اپنے شاگردانِ عالی مقام کو پڑھ کر سناتے تھے اور بعد میں کاتبینِ وحی کو بُلوا کر اُسے اِملاء کرواتے تھے اس طرح قرآن کا سیکھنا سکھانا اور پڑھنا پڑھانا زمانۂ نبوّت ہی میں شروع ہو چکا تھا اسلئے قرآن کا سیکھنا سکھانا نبی علیہ السلام کی سنّت (طریقہ مبارک) ہے بلکہ متواتر سنّت (دائماً کا عمل) ہے جو آج تک بلا کسی اِنقطاع کے تسلسل کیساتھ جاری وساری ہے اور ان شاء اللہ تا قیامت جاری رہے گی۔

سرکارِ دوعالم ﷺ نے اپنے منصب کے متعلق چار اہم فرائض کو خوبی وکمال کے ساتھ ادا فرمایا ہے، ان چاروں فرائض کا تذکرہ خود قرآن میں متعدد مقامات پر آیا ہے چنانچہ سورۂ بقرہ میں آیت نمبر (۱۲۹) میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ایک دعاء کے ذیل میں ہے کہ ”اے ہمارے رب ان میں ایک ایسا رسول مبعوث کیجئے! جو کہ اُنہی میں سے ہو جو تیری آیات انہیں پڑھ پڑھ کر سنائے اور انہیں تیری کتاب کی تعلیم دے، اور انہیں حکمت ودانائی سکھائے، اور ان انہیں پاکیزہ اَخلاق سکھائے یعنی بُرے اَخلاق سے پاک کر کے اچھے اخلاق کی تلقین کرے“ اس آیتِ کریمہ میں قرآن کا پڑھ کر سنانا اور پھر قرآن کی تعلیم دینا منقول ہے اور قرآن کی تعلیم سے مراد پڑھنا سکھانا اس کا معنیٰ ومفہوم سکھانا اور اسکے علوم سے آشنا (واقف) کرانا ہے۔ اس آیت کے تناظر میں اور دیگر آیات وروایات کی روشنی میں تمام اُمّتِ مسلمہ پر قرآن کے چار بنیادی حقوق عائد ہوتے ہیں۔

(۱)... قرآن کا پڑھنا یعنی تلاوت کرنا۔(۲)... قرآن کا سمجھنا یعنی اسکے مفہوم و معانی سے واقفیت حاصل کرنا۔
(۳)... قرآن پر عمل کرنا یعنی اسکے اوامر کو بجالانا اور نواہی سے پرہیز کرنا۔
(۴)... قرآن کی تعلیم دینا یعنی اسکے سکھانے اور اسکے علوم کو عام کرنے کا اِہتمام کرنا۔ یہ چاروں بنیادی حقوق عام مسلمانوں پر عائد ہوتے ہیں ان میں سب سے پہلا حق بھی آج ہمارے مُعاشرے میں درست خطوط پر ادا نہیں ہورہا ہے بلکہ جو اَدا ہو بھی رہا ہے وہ بھی نہ ہونے کے برابر ہے کیونکہ آج بہ مشکل تمام دس فیصد مسلمان ہمارے معاشرے میں ایسے ہوں گے جو روزانہ قرآن کی تلاوت کرتے ہوں گے۔اس حوالے سے عامۃ المسلمین تو پھر عوام رہے یہاں تو خواص یعنی حضرات اہلِ علم کا حال بھی کچھ زیادہ بہتر نہیں ہے کیونکہ تجوید اور فقہ کی بنیادی کتب میں ہے کہ جو شخص بھی قرآن پڑھنا سیکھے اس پر تجوید کا علم حاصل کرنا فرضِ کفایہ ہے اور عمل فرضِ عین ہے۔
آجکل پاکستان میں اہلِ علم کی بڑی تعداد اور مدارس و جامعات کی خاصی تعداد ہے ایسے بہت سارے آئمہ مساجد اور بہت سارے اہلِ علم بلکہ جیّد مقام رکھنے والے حضرات بھی ہیں جو قرآن صحیح نہیں پڑھ سکتے ،میرا اپنا ایک سرسری اندازہ ہے۔کہ ستّر فیصد مساجد کے آئمہ کرام قرآن مجید کو صحیح انداز اور وقف کرنے کے بعد، ماقبل و مابعد کی صورت میں پڑھنے سے قاصر ہیں (جیسا کہ سنا گیا ہے) اور اِمامت کررہے ہیں اسی طرح مؤذنین کا حال بھی ہے کہ بڑی تعداد میں ایسے مؤذنین ہیں جو صحیح اذان نہیں دے سکتے (الأماشاء اللہ) اس صورت حاَل کو دیکھتے ہوئے یہ رسالہ مرتب کیا ہے تاکہ عامۃ المسلمین کے ساتھ ساتھ ائمہ مساجد، مدرسین درجاتِ حفظ و ناظرہ کیلئے قرآن کے حقوقِ ادائیگی کی درست راہ متعیّن کی جاسکے اور عام طور پر تلاوتِ قرآن میں ہونے والی اَغلاط بلکہ قرآن کی حق تلفی کی اِصلاح کی جاسکے اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس سے اِفادۂ عام فرمائے ،اور جو اصلاح کی سوچ اسمیں مرتکز ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسکو جامۂ وجود عطا

اس سے اِفادۂ عام فرمائے، اور جو اصلاح کی سوچ اسمیں مرتکز ہے اللہ سبحانہ تعالیٰ اسکو جامۂ وجود عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین

فائدہ.... اہلِ مدارس اور خصوصاً وفاق المدارس اس طرف توجہ فرمائیں کہ ہر مدرسہ و جامعہ میں تجوید کا باقاعدہ سبق ہو محض رسمی طور پر کتاب کا سبق نہ ہو (جیسا کہ درسِ نظامی کے تحت منسلک ہے) بلکہ عملی مشق کا سلسلہ بھی ہو کیونکہ کتاب سے تو علم حاصل ہوتا ہے اور مشق کے ذریعہ عملی کام اصل کام تو عملی مشق ہی ہے اسی کے بارے میں امامِ جزریؒ اپنی معروف کتاب المقدمۃ الجزریۃ میں فرماتے ہیں۔

وَلَیْسَ بَیْنَہٗ وَبَیْنَ تَرْکِہٖ   اِلَّا رِیَاضَۃُ امْرِئٍ بِفَکِّہٖ

حضرت امامِ جزریؒ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ تجوید محض مطالعہ سے نہیں آتی بلکہ یہ ایک عملی مشق ہے جو محنت اور ریاضت سے آتی ہے اور اسکے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی اور یہی مطلب ہے رِیَاضَۃُ امْرِئٍ بِفَکِّہٖ کا۔

فائدہ.... اس کتاب کو فن کی کتبِ معتبرہ کے حوالہ جات سے اس انداز پر مزین کیا گیا ہے کہ صفحہ نمبر اور مطبع کے تذکرہ کا بھی اہتمام کیا گیا ہے تاکہ پڑھنے والوں کو کسی قسم کی پریشانی نہ ہو بلکہ تَسُرُّ النّٰظِرِیْنَ کا مصداق ہو اور یہی مقصود ہے اس کتاب کی تالیف کا اور بس۔ اللہ رب العزت اسکو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت سے نواز کر راقم الحروف اور جملہ اساتذۂ کرام وطلباءِ عظام کیلئے فلاحِ دارین کا ذریعہ بنائے۔ نیز میرے بیٹے **حافظ محمد عمر عاصم سلمہٗ** جنہوں نے کتاب کی کمپوزنگ کے دُشوار کام کو انجام دیا اللہ تعالیٰ ان کو زیادہ سے زیادہ جزائے خیر عطا فرمائے نیز علم وعمل اور رزق میں برکتیں نصیب فرمائے اور دنیا وآخرت میں سرفراز فرمائے۔

آمین یارب العلمین بجاہ سیّدالانبیاء والمرسلین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد والہ وصحبہ اجمعین الیٰ یوم الدین

سببِ تالیف

کتاب ہذا کی تالیف کا سببِ اصلی تو مثالی اور تقابلی صورتیں جو کہ اس کتاب کے صفحہ (١٤٠) میں موجود ہیں نیز کچھ احباب و شاگردان رشید (١) جنہوں نے اس کام کیلئے تیار کیا اور یہ کام زمانۂ تدریس (شعبہ تجوید مدرسہ عربیہ مریم مسجد آدم جی نگر، نزد جامعہ خدیجۃ الکبریٰ محمد علی سوسائٹی کراچی محرم الحرام ١٤٢٢ھ مطابق مارچ ٢٠٠١ء) سے شروع ہو کر محرم الحرام ١٤٢٣ھ مطابق مارچ ٢٠٠٢ء تک تقریباً پچانوے (٩٥) فیصد تک ہوا، اور تدریسی و دیگر تالیفی مشاغل مثلاً تحفہ مدرسین، فیضِ رحمانی طریقہ تعلیم قاعدہ نورانی، بہارِ رحمت، شانِ صحابہ کرامؓ، تربیتِ اطفال، الدین النصیحہ معروف بہ، عملی زندگی کی بہاریں، مستند مجموعہ وظائف اور دِفاعِ صحابہ کرامؓ کی وجہ سے اس پر مزید لکھنے کا داعیہ سرد پڑ گیا، پھر تقریباً پانچ سال بعد بعض اَحباب کے اِصرار پر اِسکی تکمیل ضروری سمجھی، نیز اسکو منظرِ عام پر لانے کا خیال بھی منڈلا رہا تھا اور اِس کیساتھ ساتھ قراء و علماء کرام کی تقاریظ کو باعثِ برکت سمجھا یہی وجہ ہے کہ اسکی تکمیل و اِشاعت میں کافی تاخیر ہوئی۔ اللہ ربّ العزّت اسکو نافع بنائے۔ (آمین) ابومعاویہ غفرلہٗ

---

(١) مولوی محمد شعیب، مولوی محمد الیاس، مولوی محمد علی، مولوی محمد یحیٰی، مولوی محمد کاشف، مولوی محمد عیسیٰ اور مولوی محمد احمد، مدرسہ عربیہ مریم مسجد۔

﴿ تقریظات علماء وقراء کرام ﴾

فخر الاماثل بقیۃُ السّلف استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا **سلیم اللہ خان** صاحب مُدَّ ظِلُّہٗ
مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی وصدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

الحمد لله و کفٰی و سلام علی عبادہ الذین اصطفی

وبعد: قرآن مجید کی تلاوت حروف کی تصحیح کے ساتھ کہ معنٰی میں خلل نہ آئے فرضِ عین ہے تلاوت نماز میں ہو یا نماز کے علاوہ، قرآن مجید دیکھ کر پڑھا جائے یا حفظ پڑھنے والا تنہائی میں پڑھے یا مجمع میں بلند آواز سے پڑھے یا پست آواز میں، زیادہ پڑھے یا کم پڑھنے والا مرد ہو یا عورت اگر حروف کی تصحیح نہ کی گئی تو گناہ لازم آئیگا۔

☆ ....روزمرّہ کا مشاہدہ ہے کہ تلاوت میں عام طور پر الفاظ کی ادائیگی میں نہ مخارج کی رعایت کی جاتی ہے نہ صفات کی نہ اظہار و اِخفاء کا خیال کیا جاتا ہے نہ اِدغام اور مد اور غنہ کا نہ ہی وقوف کا رعایت کی جاتی ہے اس حالت پر جتنا افسوس کیا جائے کم ہے۔

☆ ....سخت افسوس اس کا ہے کہ عوام تو عوام کالانعام ہوتے ہیں پڑھے لکھے علماء بھی اس مُہلِک مرض میں بکثرت مبتلا ہیں۔ محترم ابومعاویہ محمد عبدالستار محمود کوٹی مدظلہٗ نے محنتِ شاقہ برداشت کر کے ''اَلْقَوْلُ الْجَلِیْلُ فِیْ حُکْمِ التَّرْتِیْلِ معروف بہ تجوید اور وقف کی اہمیت'' تالیف فرمائی ہے جس میں متقدمین اور متاخرین، محققین اور ماہرین کے ارشادات کے ذریعہ تالیف فرمائی ہے اس موضوع کی ضرورت واہمیت کو خوب خوب اُجاگر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ وہ اس مبارک تالیف کو حُسنِ قبول عطا فرمائیں مؤلفِ محترم کیلئے صدقۂ جاریہ بنائیں اور اہلِ ایمان کو اسکے ذریعہ زیادہ سے زیادہ استفادہ کی توفیق نصیب فرمائیں۔ اٰمین ثمّ اٰمین

سلیم اللہ خان : ۲۳ر ربیع الاوّل ۱۴۳۱ھ مطابق ۱۰ر مارچ ۲۰۱۰ء بروز بدھ

محقق العصر استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی محمد صدیق صاحب دامت فیوضہم

اللہ تبارک وتعالیٰ نے عزیز حضرت قاری عبدالستار صاحب (محمود کوٹی) کو علم التجوید کا خاص ذوق عطا فرمایا ہے اور وہ اس ذوق سے علماً وعملاً خوب مستفید ہو رہے ہیں حال ہی میں ان کی تصنیف شدہ اَلْقَوْلُ الْجَلِیْلُ فِیْ حُکْمِ التَّرْتِیْلِ کے بعض مقامات دیکھنے کا موقعہ ملا ''اَلشَّجَرَۃُ تُنْبِئُ عَنِ الثَّمَرَۃِ'' اور قیاس کن زِ گلستانِ من بہارِ مرا'' کے محاورات کے پیشِ نظر مؤلفِ عزیز کی وسعتِ مطالعہ اور فنی ذوق کا مزید علم حاصل ہوا ہے۔ القول الجلیل میں اس علم کی ضرورت کیلئے ماہرینِ فن کے اقوال کو با حوالہ نقل کر کے عوام النّاس کو عموماً اور حفاظِ کرام کو خصوصاً اس علم کی تحصیل کی طرف متوجہ کیا ہے۔ اور خوب سے خوب تر کی طرف رواں دواں رہے ہیں معلّمین اور متعلّمین کیلئے یہ ''تحفہ'' قابلِ قدر ہے دعاء ہے اللہ تعالیٰ اسکو قبولیتِ عامّہ سے نوازیں۔ امین

محمد صدّیق مہتمم جامعہ امدادالعلوم محمود کوٹ شہر (ضلع مظفر گڑھ)

۹ رشوال المکرّم ۱۴۳۰ھ مطابق ۹ راکتوبر ۲۰۰۹ء

(متوفی ۴ ررمضان ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۴ رجولائی ۲۰۱۲ء بروز منگل)

استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی مُدَّ ظِلُّہٗ (صدر جامعہ دار العلوم کراچی)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد :محترم قاری ابومعاویہ محمد عبدالستار محمود کوٹی حفظہ اللہ کا علمی کارنامہ کتابی شکل میں نظرِ نواز ہو کر باعثِ مُسَرَّت ہوا، یہ کتاب ''اَلْقَوْلُ الْجَلِیْلُ فِیْ حُکْمِ التَّرْتِیْلِ'' اور اُردو میں اس کا نام ''تجوید اور وقف کی اہمیت''

تحریر کیا گیا ہے۔

☆.....میں اپنی مجبوریوں کی بناء پر اس کتاب کا براہِ راست مطالعہ نہیں کرسکا، اسلئے خود تو سرسری نظر ہی ڈال سکا لیکن ہمارے جامعہ دارالعلوم کراچی کے شعبہ تجوید وقراءت کے ایک استاذ مولانا خلیل الرحمٰن صاحب (ڈیروی مدظلہٗ) نے میری درخواست پر اس کا تفصیلی مطالعہ کیا، اور ہمارے شعبۂ تجوید وقراءت کے صدر مدرّس مولانا قاری عبدالملک صاحب مدظلہٗ کو اپنے تأثرات سنائے، اور مجھے بھی تحریری طور پر دیئے جس سے الحمدللہ اطمینان بھی ہوا اور خوشی بھی کہ ماشاءاللہ یہ کتاب تجوید اور وقف کی اہمیت کے موضوع پر ایک عمدہ کاوش ہے۔

☆.....اس موضوع پر ماہرینِ فن اور اکابر کی تحریروں کو مؤثر اور دلنشین انداز میں جمع کیا گیا ہے، ماہرینِ فن اور اکابر ومشائخ کی کتابوں اور اقوال کو مِنْ وعَن نقل کرکے حوالے بھی درج کیے ہیں جس سے کتاب کے اعتماد میں اضافہ ہوا ہے۔ ناچیز کی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو تمام مسلمانوں کیلئے نافع بنائے اور ہر مسلمان کو تجوید کے مطابق قرآنِ کریم کی تلاوت کی توفیق عطاء فرمائے، نیز فاضلِ مؤلف کیلئے اسے اللہ تعالیٰ ذخیرہ آخرت اور صدقۂ جاریہ بنادے۔ اٰمین وصلی اللہ علی نبینا وحبیبنا ومولانا محمد وبارک وسلم علیہ

محمد رفیع عثمانی: رئیس الجامعہ دارالعلوم کراچی

۳۰ رصفر الخیر ۱۴۳۱ھ مطابق ۱۶ رفروری ۲۰۱۰ء

=====================================

استاذ العلماء حضرت مولانا **شفیق احمد خان** صاحب قاسمی بستوی مُدَّ ظِلُّہٗ (فاضل دارالعلوم دیوبند)

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم امابعد!

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو ہمارے نبی علیہ السّلام کے سینۂ اطہر پر نازل فرما کر صرف پیغمبری ورسالت کے شرف سے ہی نہیں نوازا بلکہ آپ ﷺ کو مبلّغِ قرآن اور معلّمِ قرآن بھی بنایا۔ آپ علیہ السّلام جس طرح دیگر انسانوں تک قرآن کے معانی ومفاہیم اور اسکے اوامر

ونواہی پہونچانے کا اہتمام فرماتے تھے اُسی طرح اپنے اصحاب کو قرآن کی تعلیم بھی مکمل اہتمام سے دیتے تھے، قرآن کی تعلیم کے دو پہلو ہیں (۱)..ایک تو عبارت خوانی یعنی تلاوت (۲)..دوسرے مفہوم ومعنیٰ کی توضیح، ان دونوں ہی پہلوؤں سے آپ ﷺ نے قرآنِ کریم کی تعلیم دی ہے اوراس تعلیم کی اہمیت کو بتلانے کیلئے آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ ''تم میں سب سے اچھے لوگ وہ ہیں جو قرآن کی تعلیم حاصل کریں اور دوسروں کو بھی اس کی تعلیم دیں''۔ حضور پاک علیہ السلام کے مذکورہ بالا فرمان کی روشنی میں قرآن کے سیکھنے سکھانے کی فضیلت واہمیت بالکل نمایاں ہے، ساتھ ہی ساتھ سیکھنے اور سکھانے والے کی حیثیت وعظمت کا پتہ چلتا ہے، مگر اسکے باوجود آج اُمتِ مسلمہ میں قرآن سیکھنے اور سکھانے کا جو حق ہے وہ صحیح معنوں میں ادانہیں ہورہا ہے، ہاں قرآن کے مکاتب ومدارس کی بڑی تعداد ہے جہاں ہزاروں لاکھوں بچے بچیاں اور جوان وبوڑھے لوگ بھی قرآن سیکھنے سکھانے میں مشغول نظر آتے ہیں، مگر بات وہی ہے کہ

رہ گئی رسمِ اذاں رُوحِ بلالی نہ رہی

☆.... پڑھنے پڑھانے والے بڑی تعداد میں نظر آتے ہیں مگر تلاوتِ قرآن کے حقوق وواجبات کی رعایت کے ساتھ تلاوت کرنے والے بہت ہی کم نظر آتے ہیں۔

☆....احقر کا مشاہدہ ہے کہ مساجد میں امامت وخطابت کرنے والے حضرات بھی بڑی تعداد میں ایسے دیکھے جاتے ہیں جو کہ قرآن صحیح طور پر تلاوت کرنے سے عاجز وقاصر ہیں۔ ان حالات کے تناظر میں مولانا قاری عبدالستار محمود کوٹی مدظلہٗ نہایت مخلصانہ تشکّر وامتنان کے حق دار ہیں جنھوں نے اس طرف توجہ فرمائی اور یہ قیمتی رسالہ بنام ''اَلْقَوْلُ الْجَلِیْلُ فِیْ حُکْمِ التَّرْتِیْلِ'' مرتب فرمایا ہے جو اس باب میں ترغیب وترہیب، فضائل ومسائل اور ہدایات وارشادات جیسے مختلف الجہات مقاصد ومضامین پر مشتمل ہے، جو حضرت قاری صاحب نے کتبِ کثیرہ کے مطالعہ سے اور اپنے طویل تدریسی تجربات کی روشنی میں مرتب فرمایا ہے، جگہ جگہ اکابر علماء وماہرینِ فن قراءت وتجوید کی تحریروں اور تقریروں کے بیش قیمت تراشے اور اِقتباسات لاکر موصوف نے اپنے دعوے کو مدلل

دمبر ھن کیا ہے اور بات بھی اس طرح بڑی وزنی ہو جاتی ہے، اس موقعہ پر یہ کہنا بھی بے جانہ ہوگا۔

زبان میری ہے بات اُن کی　　اُنہی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں

☆....اکابر کی کتب میں یہ ہدایات وتعلیمات جہاں موجود ہیں ان تک رسائی اور ان سے اِستفادہ کیلئے ہزاروں صفحات کا اِحصائی مطالعہ ضروری ہے، اسلئے حضرت قاری عبدالستار محمود کوٹی صاحب درحقیقت مستحقِ تشکّر ہیں کہ انہوں نے ہزاروں صفحات میں سے منتخب کر کے یہ بیش قیمت جواہرِ علمیہ اس مختصر رسالہ میں رکھ دیئے ہیں۔

☆....میری سوچ ودانست کے مطابق اِس کتاب کا مقصد یہ نہیں ہے کہ چھوٹے چھوٹے بچوں کو اس کی تعلیم دی جائے، بلکہ اس کا ہَدَف (لائحہ عمل) ان لوگوں کی علمی، عملی اور اَخلاقی تربیت ہے، جو حفظِ قرآن کی تکمیل کر چکے ہیں، یا علماء بن چکے ہیں اور اب وہ قرآنِ کریم یا دیگر علومِ دینیہ کی تدریسی خدمات سے وابستہ ہوا چاہتے ہیں یا وابستہ ہو چکے ہیں مگر ان سب کی تلاوتِ قرآن یا تو تجوید کے اصولوں سے بالکل عاری ہے یا وہ خود ہی اصولِ تجوید سے بے اِعتنائی کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو قرآن کے حقوق وآداب، اہمیت وفضیلت اور اسکی تجوید وتلاوت کی درست ادائیگی کے رہنما خطوط فراہم کرنا اس کتاب کا ہَدَف ہے۔ اللہ تعالیٰ اس ہدف کی تحصیل میں حضرت قاری صاحب کی امیدوں کو عملی وجود عطا فرمائے، اور ہمارے ماحول ومُعاشرے میں صحیح معنوں میں تلاوتِ قرآن کی عمومی فضاء قائم فرمائے، اور تعلیم وتربیت حاصل کر کے عملی میدان میں قدم رکھنے والوں کو اس کتاب سے اِستفادہ کی توفیق عطا فرمائے، اور اس کتاب کے علمی ورُوحانی نفع کو عام وتام فرمائے، اور حضرت قاری صاحب کے حسنات باقیات میں اچھے وزن کے ساتھ اس کو شامل وقبول ومقبول فرمائے۔ آمین: وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

خیر اندیش شفیق احمد خان بستوی عفی عنہ

خادم جامعہ خدیجۃ الکبریٰ محمد علی سوسائٹی کراچی

۷ رصفر الخیر ۱۴۳۱ھ مطابق ۲۳ رجنوری ۲۰۱۰ء

دارُالاِفتاء جامعۃ العلوم الاسلامیہ (علامہ بنوری ٹاؤن کراچی)

حضرت قاری محمد عبدالستار صاحب مُدَّ ظِلُّہٗ محمود کوٹی کی کتاب ''اَلْقَوْلُ الْجَلِیْلُ فِیْ حُکْمِ التَّرْتِیْلِ '' کو پڑھا، اِسی دوران یہ خیال آیا کہ اپنی تلاوت بھی کسی ایسے قاری صاحب کو سنوا کر اطمینانِ صحت کرلوں، موجودہ حالات ووقت کے اعتبار سے یہ ایک اہم وعظیم کام جس طرف قاری صاحب نے اہلِ علم ومدارس کو متوجہ کیا ہے۔ مدارس سے فارغ یا زیرِ تعلیم طلباء کیلئے، اور جن آئمہ مساجد میں تجوید کی کمی وکمزوری ہے وہ اس کتاب کا مطالعہ ضرور کریں تاکہ نقص کا اِحساس ہو اور اِصلاح کی فکر کریں۔

(۱)....دُنیا میں یہ طریقہ ودستور ہے کہ دُنیوی علوم سے فارغ افراد کو ذمہ داری پر لگانے سے پہلے اسی شعبے کا تربیتی کورس کرایا جاتا ہے، جیسا محکمہ ویسی اس کی تربیت کی جاتی ہے۔ اگر مدارس کے ذمہ دار فارغ ہونے والے طلباء کیلئے بھی اگر اس قسم کا مختصر تربیتی کورس قائم کرلیں، جس میں آئندہ فارغ ہونے والے طلباء وعلماء کام کریں تو بہت مفید ہوگا، بالخصوص ائمہ مساجد کو تجوید وترتیل اور امامت کے اصول اور نمازیوں کی رعایت وغیرہ پر مشتمل کورس کرایا جائے تو اچھے فوائد حاصل ہوں گے۔ اللہ پاک قاری صاحب کی اس محنت کو قبول فرمادیں، بلاشبہ یہ کتاب ایسی ہے کہ ہر قرآن پڑھنے والا اسے پڑھے اور اس سے اِستفادہ کرے۔ آمین، فقیر ابوبکر سعید الرحمٰن عفی عنہ

بندہ مفتی ابوبکر صاحب مدظلہٗ کی رائے سے متفق ہے:

محمد عبدالمجید دین پوری غفرلہٗ

رئیس دارُالاِفتاء (علامہ بنوری ٹاؤن)

شہید ۱۸/ربیع الاول ۱۴۳۴ھ مطابق ۳۱ جنوری بروز جمعرات

۹/صفر الخیر ۱۴۳۱ھ مطابق ۲۵/جنوری ۲۰۱۰ء

نمونۂ اسلاف استاذ العلماء حضرت مولانا قاری **محمد حنیف جالندھری** صاحب مُدَّ ظِلُّہٗ

قَالَ اللّٰہ تعالٰی ''**وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا**'' قرآن کریم انسانیت کی ہدایت کیلئے خالق کائنات کی طرف سے آخری کتاب ہے جو نور بھی ہے اور رحمت بھی اگر چہ اس میں تدبّر کی بڑی اہمیت ہے مگر ہر مسلمان کو اوّلاً تو اس کی تلاوت کا حکم دیا گیا ''اُمتِ مسلمہ'' پر اللہ پاک کے بیشمار احسانات میں سے یہ مستقل احسان ہے کہ اس نے کلام پاک کی تلاوت کو ہر مسلمان مرد و عورت کیلئے آسان کر دیا ہے چنانچہ آپ بیشمار ایسے ناخواندہ (ان پڑھ) مرد و عورت دیکھیں گے جو اپنی مادری زبان میں تحریر کی ایک سطر تک نہیں پڑھ سکتے۔ مگر قرآن کریم اوّل سے آخر تک روانی کے ساتھ پڑھتے ہیں یقیناً یہ اللہ پاک کا اِنعام اور قرآن پاک کا معجزہ ہے تلاوت کلام اللہ کے بیشمار فضائل ہیں مگر یہ جبھی ہیں کہ اس کی ادائیگی میں ''**وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا**'' کے حکمِ الٰہی کو ملحوظِ خاطر رکھا جائے۔ اس سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ انسان ممکن حد تک ان کی صحیح طور پر ان کے مخارج، اسی طرح قرآنی وقوف (یعنی سانس آواز کا منقطع کر دینا) کے محل سے مطلع ہونا بھی ضروری ہے۔

☆.... الحمدللہ علماءِ اُمّت صدرِ اوّل سے یہ خدمت سر انجام دے رہے ہیں۔ اسی سلسلۃ الذ ہب کی ایک کڑی ''**اَلْقَوْلُ الْجَلِیْلُ فِیْ حُکْمِ التَّرتِیْلِ**'' کے نام سے آپ کے سامنے ہے یہ خواص کے ساتھ عامۃ المسلمین کیلئے بھی دُرِّ نایاب ہے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت قاری محمد عبدالستار محمود کوٹی کی اس خدمت کو قبول فرمائیں اور نافع بنائیں۔ ایں دعا از جملہ جہاں اٰمین باد و اٰخر دعونا ان الحمدللہ رب العالمین

محمد حنیف جالندھری: مہتمم جامعہ خیر المدارس ملتان و ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان

۱۱ر ربیع الاوّل ۱۴۳۱ھ ۲۶ر فروری ۲۰۱۰ء بروز جمعۃ المبارک

استاذ القراء شیخ التجوید حضرت قاری **محمد عبدُ الرّب ارشد** صاحب مُدَّ ظِلُّہٗ (ملتان)

باسمہٖ سبحانہٗ وتعالیٰ

عزیز القدر الحافظ القاری ابومعاویہ محمد عبدالستار محمود کوٹی سلمہٗ ربہٗ جامعہ دار التجوید نعمانیہ محلہ امیر آباد ملتان شعبۂ تجوید کے ابتدائی طلباء میں سے ہیں۔ایک عرصہ سے شعبہ تحفیظ القرآن کے ساتھ ساتھ شعبہ تجوید کی تدریس کا شغل بھی رکھے ہوئے ہیں انھوں نے دورانِ تدریس تجوید اور وقف (خصوصاً تجوید) کی اہمیت سے متعلق کتبِ تجوید اور دیگر کتبِ معتبرہ سے قیمتی جواہرات کتابی شکل بنام "اَلْقَوْلُ الْجَلِیْلُ فِیْ حُکْمِ التَّرْتِیْلِ" گلدستہ تیار کیا ہے بندہ نے اس کا مطالعہ کیا ہے۔ ماشاء اللہ پوری ذمہ داری کیساتھ تمام عبارات کو باحوالہ تحریر کر کے یہ ثابت کردیا ہے کہ قرآن مجید کو ترتیل یعنی صحیح پڑھنا فرضِ عین ہے نماز میں ہو یا غیر نماز، حفظ ہو یا ناظرہ، اکیلے ہو یا مجمع میں۔

آج میرے لئے خوشی کا موقع ہے کہ میری ابتدائی محنت کا ثمرہ عزیز موصوف کی کتاب کے ذریعہ سامنے آیا ہے اللہ جل شانہٗ ان کے علم وعمل اور عمر میں برکتیں عطا فرمائے نیز تاحیات خدمتِ قرآن کا کام لیتے رہیں اللہ رب العزت اس کتاب کو طلباء، علماء اور عوام الناس کیلئے نافع بنائے اور عزیز مرتب کیلئے صدقۂ جاریہ اور ذریعہ نجات بنائے۔

امین سُبْحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوْنَ. وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ. وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

احقر ابونعمان محمد عبدالرب ارشد عفا اللہ عنہ مہتمم جامعہ دار التجوید نعمانیہ محلہ امیر آباد ملتان

یکم محرم الحرام ۱۴۳۱ھ مطابق ۱۹/دسمبر بروز ہفتہ ۲۰۰۹ء

شیخ التجوید استاذ القراء حضرت مولانا قاری **ابوالحسن اعظمی** صاحب دامت برکاتہم
صدر مدرس شعبہ تجوید وقراءت دارالعلوم (دیوبند)

علوم قرآنی میں علمِ تجوید وقراءت کا اَقدم اور افضل ہونا ظاہر و باہر ہے اِسی علم کی رِعایت سے قرآن کریم، حقیقتاً قرآن اور کلام الٰہی رہتا ہے خلافِ تجوید سے قرآن نہیں رَہ پاتا، محقق علماء نے یہی لکھا ہے کہ کلامِ الٰہی اللہ تعالیٰ کی ذات سے نکلا ہوا ہے اس کی صوت (آواز) ہے تو اس کی تلاوت وقراءت کیلئے آزاد کیونکر چھوڑا جاسکتا تھا، اسکی اہمیت کا تقاضا یہی ہے کہ کچھ رہنما اُصول وقواعد ہوں جن کی رعایت از بس ضروری ہے۔

☆.....دورِ حاضر ہمہ جہتی اِبتلاء وفساد کا دور ہے ایک عظیم اِبتلاء یہ ہے کہ عوام تو عوام پڑھے لکھے، اہلِ علم اور خواص کا حال بھی بڑا عبرت ناک ہے بے اِعتنائیوں اور غفلت شعاریوں کو بڑے بھی بھونڈے پردوں میں چھپاتے ہیں۔

☆.....مدارسِ عربیہ اور مراکزِ دینیہ کا حال بھی عجیب وغریب ہے، اخراجات کا آسمانی مزانیہ اور بجٹ دیکھئے اور تمام علوم وفنون کی جانب خصوصی توجہات دیکھئے اور پھر اِسی کے ساتھ اہم اور ضروری علم کی جانب کتنی توجہ ہے باضابطہ شعبہ کی حیثیت سے تعلیم وتدریس اور ان کے معلّمین ومدرسین کی تنخواہوں کا جائزہ لیجئے سارا حال معلوم ہوجائیگا۔

☆.....اس دورِ بے اِعتنائی اور غفلت میں کسی توفیق یافتہ بندۂ خدا کی جانب سے اس عنوان پر علمی اور تصنیفی خدمت سامنے آتی ہے تو بلاشبہ بڑی قدر ہوتی ہے۔ ہمارے دوست جناب قاری ابومعاویہ محمد عبدالستار محمود کوٹی مُدَّ ظِلُّہٗ (پاکستان) انہیں توفیق یافتہ بندوں میں سے ہیں آپ نے اس موضوع کی اہمیت اور ضرورت کو واضح کرنے کیلئے لاتعداد کتابوں کا گہرا مطالعہ کیا اور عمدہ نتائج نکالے، مع حوالہ اپنے مطالعات کا بہترین نتیجہ اور خلاصہ پیش کیا

،اہم بکھرے ہوئے موتیوں اور جواہر پاروں کو یکجا کر کے اِستفادہ آسان کر دیا میں نے آپ کی کتاب '' اَلْقَوْلُ الْجَلِیْلُ فِیْ حُکْمِ التَّرتِیْلِ ''معروف بہ تجوید کی اہمیت، کا مطالعہ کیا مستفید ہوا، بلاشبہ آپ نے محنت کی ہے اور نہایت خوشگوار فرضِ کفایہ ادا کیا ہے آپ اہلِ علم اور قراء کی جانب سے دعاء اور شکریہ کے مستحق ہیں فجزاک الله احسن الجزاء حوالہ جات سے مضامین کی اہمیت واضح ہوتی ہے اپنے فن کے ماہر اور محقق قراء کی کتابیں حوالوں میں جھلکتی ہیں پوری کتاب کو نورانی بناتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت وعافیت کے ساتھ مزید خدمات کی توفیق اَرزانی فرمائے ہم سب کو اس عجالۂ نافعہ سے مستفید فرمائے۔

ابوالحسن اعظمی خادم التجوید والقراءۃ دارالعلوم دیوبند الہند

۷رمحرم الحرام ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۳ردسمبر بروز ہفتہ ۲۰۱۰ء

==

استاذ القراء حضرت مولانا محمد تقی الاسلام دھلوی مدّ ظلّہٗ

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَبَعْدُ:

اہلِ علم سے یہ حقیقت مخفی نہیں کہ پہلی آسمانی کتابیں تو کتابی شکل میں نازل ہوئیں اور قرآن مجید کتابی شکل میں نازل نہیں ہوا۔ اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ ربّ کریم کو یہ پسند نہیں کہ قرآن مجید بھی عام کتابوں کی طرح پڑھا جائے۔ اسلئے حضرۃ جبرائیل علیہ السّلام کے ذریعہ نازل کیا تاکہ اس کی حُسنِ اداء اور وقف وابتداء کی شان متعین ہوجائے۔

☆ ....دلائلِ شرعیہ یعنی قرآن وحدیث اور اِجماعِ اُمت سے قرآن مجید کو تجوید سے پڑھنا فرض ہے انہیں دلائل شرعیہ کی روشنی میں معرفت الوقوف یعنی تلاوت میں وقف وابتداء اور اِعادہ میں حُسنِ معنٰی کی رعایت رکھنا بھی فرض ہے۔ کیونکہ وقف وابتداء اور اِعادہ میں بے قاعدگی سے معانی کچھ کے کچھ ہوجاتے ہیں۔ جب صحت اِداء کی فکر نہیں ہو تو حسنِ وقف

وابتداء کی رعایت تو دُور کی بات ہے اسی فکر کو بیدار کرنے کیلئے ہمارے پیارے مولانا قاری عبدالستار محمود کوٹی ضلع مظفر گڑھ مُدَّ ظِلُّہٗ نے حُسنِ تجوید اور حسنِ وقف وابتداء کی اہمیت کو اپنا منفرد الوجود موضوع اختیار کر کے بنام "اَلْقَوْلُ الْجَلِيْلُ فِيْ حُكْمِ التَّرْتِيْلِ" تالیف فرمائی اِس تالیفِ لطیف میں دن رات ایک کیا کہ کسی طرح عوام وخواص قرآن مجید صحیح کرنے کی طرف آجائیں۔ اسکے علاوہ اور کوئی مقصد نہیں۔ ربّ کریم موصوفِ مکرم کی محنتِ شاقہ کو قبول فرمائے اور توشۂ آخرت بنائے۔ اور اسکے نفع کو عام تام اور جاری وساری فرمائے۔

اٰمین یَارَبِّ ذُوالْمَنَنِ بِجَاہِ سَيِّدِالْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ. صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔

محتاجِ دعاء: محمد تقی الاسلام دھلوی: خادم التجوید والقراءات جامعہ اشرف المدارس کراچی:

۱۷رمحرم الحرام ۱۴۳۱ھ/۴رجنوری ۲۰۱۰ء: بروز پیر

==

استاذ القراء حضرت مولانا قاری **فیاض الرحمٰن علوی** صاحب مُدَّ ظِلُّہٗ

الحمد لله وحده والصلوٰة والسلام على من لانبي بعده : امابعد

محترم ومکرم مولانا قاری المقری محمد عبدالستار محمود کوٹی صاحب کی تالیف اَلْقَوْلُ الْجَلِيْلُ فِيْ حُكْمِ التَّرْتِيْلِ ازاوّل تا آخر چیدہ چیدہ مقامات کا مطالعہ کیا۔ اور اسے انتہائی مفید پایا موصوف نے پوری کاوش وجانفشانی سے اہلِ علم وقراءِ کرام اور مشائخِ عُظام کی تصانیف ومقولات سے علمِ تجوید کی اہمیت، نیز وقف وابتداء کی معرفت کو روزِ روشن کی طرح واضح کرنے کی سعی بلیغ فرمائی ہے اللھم زد فزد:

☆....اَسلافِ کرام کی کتب کے حوالہ جات سے کتاب کا حُسن مزید دوبالا ہوا ہے۔ یقیناً یہ کتاب طلباءِ کرام علماءِ عظام اور عامۃ الناس کیلئے یکساں مفید ہے اور اس علمِ نبوی علی صاحبہا الصلوٰة والتسلیم سے بے رغبتی برتنے والوں کیلئے التفات، توجہ اور ازالۂ

کوتاہی کا موجب ہوگی اللہ تعالیٰ مؤلف کی سعی جمیلہ کوشرف قبول بخشیں اور نفع عام کے ساتھ توشۂ آخرت بنائیں۔ امین

(قاری) فیاض الرحمٰن علوی مدیر مرکزی دارالقراء نمک منڈی پشاور

یکم ربیع الاول ۱۴۳۱ھ مطابق ۱۶ر فروری ۲۰۱۰ء بروز منگل

==

استاذ القراء حضرۃ مولانا قاری **محمد یونس رحیمی مُدَّ ظِلُّہٗ**

الحمدللہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لانبی بعدہ امابعد:

فقیر نے اپنے ہم درس نہایت ہی پیارے بھائی فضیلۃ المقری ابومعاویہ قاری محمد عبدالستار صاحب محمود کوٹی زید مجدہٗ کی تالیفِ لطیف ''اَلْقَوْلُ الْجَلِیْلُ فِیْ حُکْمِ التَّرْتِیْلِ'' کا مسوّدہ اوّل تا آخرت پڑھا ہے۔ موصوف نے تجوید کی اہمیت اور ضرورت، نیز قرآن پاک کو باتجوید پڑھنے کے فوائد اور خلافِ تجوید پڑھنے کے نقصانات کو بہت ہی عمدہ انداز میں بیان فرمایا ہے۔ **جزاکم اللہ احسن الجزاء**

☆.... مشائخ علماء مفسرین، اور قراءِ کرام کی اہمیتِ تجوید سے متعلق دردبھری، پُرمغز اور مدلّل تحریرات کو جمع فرما کر رسالہ ہٰذا کو ایک خوبصورت گلدستہ بنادیا ہے جس میں ہر رنگ وخوشبو سے مہکتا ہوا پھول موجود ہے۔

☆.... افسوس جس طرح موصوف نے عرضِ حال میں انتہائی دُکھ اور درد کے ساتھ لکھا ہے کہ اتنے عظیم اور انتہائی ضروری علم (یعنی علم تجوید) سے صرف عوام ہی نہیں بلکہ علماء کرام، مدرسین، اور بے شمار ائمہ مساجد غافل ہیں۔

☆.... کاش! اگر اہلِ مدارس، حفظ، فارسی، صرف، نحو، منطق، فلسفہ، فقہ، حدیث اور تفسیر جیسے علوم کے ساتھ اگر شعبہ تجوید کا باضابطہ اجراء بھی فرمادیں تو بے شمار لوگوں کی نہ صرف تلاوتِ کلام پاک درست ہوسکتی ہے بلکہ رُبَّ قَارِئٍ لِّلْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ یَلْعَنُہٗ کی وعیدِ شدید سے بھی بچ سکتے ہیں۔ فقیر کی

دعا ہے کہ ربِ ذوالجلال رسالہ ہذا کو زیورِ طباعت سے آراستہ ہوکر جلد منظرِ عام پر لانے کیلئے اپنے خزانۂ غیب سے کوئی بہتر اور آسان صورت پیدا فرمادے۔ اور رسالہ ہذا کو اُمتِ مسلمہ کیلئے بالعموم اور علماءِ مدرسین اور ائمہ مساجد کیلئے بالخصوص نافع بنائے اور مؤلف موصوف کی مساعی جمیلہ کو قبول فرماکر ذریعہ نجاتِ آخرت بنائے۔

اٰمین ثم اٰمین بجاہ سیّدالمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم : محمد یونس رحیمی عفا اللہ عنہ
خادم شعبہ تجوید مدرسہ دارالتجوید مدنی مسجد گلبرگ سی فیصل آباد: ۱۲رمحرم الحرام ۱۴۳۱ھ

==

استاذ الاساتذہ حضرت مولانا قاری الحافظ **محمد ادریس ہوشیار پوری** صاحب مُدّ ظلّہٗ

بسم اللہ وبحمدہ تعالٰی ولصلوٰۃ والسلام علی سیّدنا محمد والہ واصبحہ :امابعد

زیرِ نظر موقر کتاب ''اَلْقَوْلُ الْجَلِيْلُ فِيْ حُكْمِ التَّرْتِيْلِ ''معروف بہ تجوید اور وقف کی اہمیت'' قرآن کریم کی ایک اِعجازی شان کا مظہر ہے۔ قرآن کریم کے بے شمار فضائل اور غیر محدود مناقب ہیں، ان فضائل کے حصول ومناقب میں انسان کو آزاد نہیں چھوڑا گیا۔ کہ وہ جس طرح چاہے اس کو پڑھ لے بلکہ اس کو پابند کیا گیا کہ صحتِ حروف کے قواعد کی رعایت رکھے اور وقف واِعادہ کو مقررہ ضابط کے تحت اپنے کو پابند رکھے۔

☆....وقف واِعادہ کی اہمیت کے پیشِ نظر ہمیشہ ہی اہلِ فن اس بارے میں طالبان (شعبہ تحفیظ وتجوید کے شاگردوں) کو تفہیم وتنبیہ کرتے رہے۔

☆....ایک دفعہ مجھے ایک مسجد میں نمازِ مغرب پڑھنے کا اتفاق ہوا امام صاحب نے سورۃ النصر کی تلاوت کی، اور سورۃ سے شروع کرکے يَدْخُلُوْنَ پر وقف کیا۔ اِعادہ کرتے وقت سَيَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا پڑھا یعنی الناس کے س (سین) کو یَدْخُلُوْنَ مضارع پر داخل کیا۔ بندہ حیرت زدہ رہ گیا کہ امام صاحب کو اعادہ کا طریقہ نہیں آتا تھا۔ آخری سورتیں ہیں اور امام صاحب بھی ہیں مگر حال یہ ہے۔

☆.... برادرِ محترم مولانا قاری عبدالستار صاحب زیدمجدھم (محمودکوٹی) نے بہت محنت وجا نفشانی اورعرق ریزی سے ”تجویداوروقف کی اہمیت“ کتاب مرتب فرمائی اورایک ایک بات صاحبِ فن کے حوالہ سے نقل کی۔

☆.... کتاب کے مطالعہ کرنے والے قاری، مجود کواندازہ ہوسکتا ہے کہ کتنی کتابوں کو کھنگال کر یہ مجموعہ مرتب کیا گیااور موضوع کے لحاظ سے اسکی تمام اَطراف وجوانب کے مکمل اِحاطہ کی بھرپور کوشش کی گئی ہے۔

☆.... حقیقت یہ ہے کہ حضرات اصحابِ فن کی تمام پُر مغز معلومات کو یکجا اور کتابی شکل میں دستیاب ہونا ”نعمتِ عظمٰی“ ہے برادرِ محترم موصوف نے اساتذہ کرام کی راہنمائی کیلئے بہت اچھی روشنی مہیا کی ہے امید ہے کہ اہلِ فن قدرومنزلت کی نگاہ سے دیکھیں گے اور بھائی صاحب موصوف کیلئے ڈھیریں (بہت) دعائیں دیں گے۔ حق تعالیٰ شانہٗ اس کتاب کو غیر معمولی نافعیت اور بہت زیادہ شرفِ قبولیت عطافرمائے اورہم سب کواپنے مقربینِ بارگاہ میں شامل فرمائے۔

اٰمین ثم اٰمین بجاہ سیّدالمرسلین علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیم وعلیٰ اٰلہ وصحبہٖ وعلینا معھم یاارحم الراحمین

محمد ادریس ہوشیارپوری: مدیر جامعہ دارالعلوم رحیمیہ (ملتان)

۲۹ رصفرالخیر ۱۴۳۱ھ مطابق ۱۴ رفروری ۲۰۱۰ء

==

استاذ العلماء واستاذ القراء حضرت مولانا قاری **محمد ضیاء الحق** صاحب مَدَّ ظِلُّہٗ

احقر نے محترم قاری المقری عبدالستار صاحب محمودکوٹی مدظلہٗ کی مرتب کردہ کتابچہ بنام ”اَلْقَوْلُ الْجَلِیْلُ فِیْ حُکْمِ التَّرْتِیْلِ“ معروف بہ تجویداوروقف کی اہمیت کابالِاسْتِیْعَاب مطالعہ کیااس میں آپ نے بڑی محنت اورعرق ریزی سے کام لیتے ہوئے اکابراساتذۂ فن کی

کتبِ معتبرہ سے ترتیل کے دونوں اجزاء یعنی تجوید الحروف اور معرفۃ الوقوف سے متعلق مسائل مِنْ وعَنْ نقل کردیئے ہیں، مزید یہ کہ ان عبارتوں کو حوالہ جات سے مزین کردیا ہے، علمِ تجوید اور وقف کی اہمیت کو ہر اعتبار سے اُجاگر کیا ہے فن کی دیگر کتب میں تو مسائل واحکام (قواعدِ تجوید) ہی مذکور ہیں، مگر اس تالیف کا اصل مقصد اوّلاً وبِالذّات طلبۂ علومِ دینیہ اور اہلِ علم حضرات کو تجوید کی اہمیت، ضرورت وافادیت سے آگاہ کرنا ہے، اور اہلِ علم حضرات کو تجوید کی اہمیت ضرورت وافادیت کے مطابق پڑھنے اور ثانیاً عام مسلمانوں کو بھی قرآنِ کریم تجوید کے قواعد کے مطابق پڑھنے اور مناسب موقعوں پر وقف اور ابتداء سے واقف ہونے کی طرف توجہ دلانا ہے۔

☆....دورِ حاضر میں اس کی طرف سے بہت بے اعتنائی (عدم توجہی) مشاہدے میں آرہی ہے، عام مسلمانوں کو بھی حسبِ توفیق قرآن کریم کی صحت کی طرف توجہ دینی چاہیئے، کسی مستند قاری سے قرآن کریم کی تصحیح ضرور کرنی چاہیئے، خصوصاً مدارسِ عربیہ کو تو بہت زیادہ توجہ اور اہتمام کرنا چاہیئے، یہاں عملاً یہ مشاہدے میں آرہا ہے کہ ہمارے اِداروں میں اساتذۂ کرام اسکا تو بہت خیال رکھتے ہیں کہ طلبہ کتاب کی عبارت خوانی قواعدِ عربیّت (صرف ونحو) کی رُو سے صحیح کریں، اِعراب کی غلطی نہ کریں حتی کہ دورۂ حدیث تک اس کی رعایت رکھی جاتی ہے اور یہ (بہت ہی) اچھی بات ہے کہ ہر طالب علم کو عبارت درست پڑھنا چاہیئے، کاش! کہ کم از کم اتنی توجہ کتاب اللہ کی صحتِ اداء کی طرف بھی ہوجائے تب بھی بہت بہتری آسکتی ہے اور اگر اس کا التزام وفاق المدارس کی طرف سے بھی ہوجائے کہ سندِ فراغت اُس وقت تک نہ دی جائے جب تک طالب علم کو مکمل قرآن کریم تجوید کے ساتھ پڑھنا نہ آجائے اس کا باضابطہ امتحان شفہی (پڑھنے کی صورت میں) ہونا ضروری قرار دیا جائے، وفاق المدارس کی سطح پر اس کا اہتمام ہو تو یہ درحقیقت علمِ تجوید اور خود کتاب اللہ کی بڑی خدمت ہوگی اور مدارسِ دینیہ میں بھی اس فن کی اہمیت اور ضرورت کو کماحقہ محسوس کیا جائیگا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ حضرت قاری صاحب

موصوف کی خدمت اور کوشش وکاوش کو خِلعَتِ قبولیت سے نوازے اور علمِ تجوید کے اُحیاء کا ذریعہ بنائے۔ اٰمین بجاہ سیّدالمرسلین:

ضیاء الحق خادم جامعہ اسلامیہ تعلیم القرآن جامع مسجد الفلاح (بی، ای، سی، ایچ، ایس) کراچی

۹ ربیع الاوّل ۱۴۳۱ھ مطابق ۲۴ فروری ۲۰۱۰ء بروز بدھ

==========

استاذ القراء حضرت مولانا قاری **عبدالملک** صاحب مُدَّ ظِلُّہٗ

باسمہ الکریم

محترم قاری عبدالستار محمود کوٹی صاحب سلمکم اللہ تعالیٰ آپ کی ترتیب دی ہوئی تالیف، چیدہ چیدہ مقامات سے سنی، ماشاء اللہ تجوید اور وقف کی ضرورت اور اہمیت پر عمدہ انتخاب فرمادیا، اور ترتیب بھی بڑی عمدہ ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ آپ کی کاوش کو شرفِ قبولیت سے نوازیں، اور پڑھنے والوں کیلئے نافع بنائیں۔

(عبدالملک عفی عنہ) مدرس شعبۂ تجوید وقراءت جامعہ دارالعلوم کراچی

۲۷ صفر الخیر ۱۴۳۱ھ مطابق ۱۳ فروری ۲۰۱۰ء

==========

استاذ العلماء حضرت مولانا قاری **خلیل الرحمٰن ڈیروی** صاحب مُدَّ ظِلُّہٗ

"اَلْقَوْلُ الْجَلِیْلُ فِیْ حُکْمِ التَّرْتِیْلِ" معروف بہ تجوید اور وقف کی اہمیت کے موضوع پر ایک منفرد اور عمدہ کاوِش ہے اس موضوع پر ماہرینِ فن اور اکابر کی تحریرات کو بڑے مؤثر اور دلنشین انداز میں جمع کیا گیا ہے۔ فاضلِ مرتب نے متعلقہ موضوع کی اہمیت اور ضرورت کے بیان کیلئے اکابر ومشائخ کے کلام کو ان کی تصانیف سے مِنْ وعَنْ نقل کر کے اس خوبصورتی کے ساتھ پیش کیا ہے کہ پڑھنے والا متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا اور اس پر تجوید ووقف کی اہمیت وضرورت بڑی واضح ہو جاتی ہے۔

☆....صاحبِ کتاب نے ہلکے پھلکے توضیحی (قوسین کی صورت میں) جملوں کے علاوہ اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا، سوائے شروع کے عرضِ حال اور بالکل آخر میں ایک ضروری وضاحت کے۔ جن بزرگوں کی کتابوں سے اقتباسات لیئے ہیں ان تمام کتابوں کی فہرست مع اسماءِ مؤلفینِ کتاب بھی لکھ دی ہے اور ہر اقتباس کے ساتھ اس کا حوالہ بھی درج کر دیا ہے، جس کی وجہ سے کتاب سے اِستفادہ خوشگوار ہو جاتا ہے۔

☆....کتاب میں بنیادی طور پر ترتیل کے دو اجزاء یعنی تجوید اور وقف پر اس انداز سے کام کیا گیا ہے کہ ان دونوں کی حقیقت اور اہمیت کھل کر سامنے آجائے، اور اگر کوئی اسے کماحقہٗ اہمیت نہیں دیتا تو وہ اپنے اس عمل پر نظرِ ثانی کرے، خصوصاً مدارس اور جامعات کے ذمہ دار حضرات، اور دلائل سے یہ بات واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ قواعدِ تجوید کو جاننا تو فرضِ کفایہ ہے البتہ حروف کی اتنی تصحیح جس سے قرآن شریف کے معانی نہ بگڑیں فرضِ عین ہے گو عاجز معذور ہے۔ اللہ جلّ شانہ مؤلف کو جزاءِ خیر عطاء فرمائے جنہوں نے تجوید اور وقف کی اہمیت پر ایک اہم مضمون لکھ کر عوام الناس پر عموماً اور اہلِ علم پر خصوصاً احسان فرمایا ہے اللہ رب العزت تمام مسلمانوں کو صحیح صحیح قرآن مجید پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے ہم سب سے راضی ہو۔ آمین

خلیل الرحمٰن: استاذ جامعہ دارالعلوم کراچی، ۲۷ رصفر الخیر ۱۴۳۱ھ مطابق ۱۳ ارفروری ۲۰۱۰ء

==

استاذ القراء حضرت قاری **محمد لقمان** صاحب مُدَّ ظِلُّہٗ

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم

"**اَلْقَوْلُ الْجَلِیْلُ فِیْ حُکْمِ التَّرتِیْلِ**" معروف بہ تجوید اور وقف کی اہمیت" میں برادرِ محترم حضرت مولانا قاری المقری الشیخ عبدالستار صاحب محمود کوٹی نے اکابر علماء وقراء کرام کے جو اقوال جمع فرمائے ہیں وہ انتہائی قابلِ تحسین ہیں اللہ کرے کہ عوام وخواص کے دلوں میں کسی

کی بھی بات بیٹھ جائے اور وہ اس عظیم فن کی طرف راغب ہو جائیں کتاب کا یہی مقصود ہے۔ بندہ نے اس کتاب کا اوّل تا آخر مطالعہ کیا ہے اس فن میں ترغیب و ترھیب کے اعتبار سے منفرد کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ شرفِ قبولیت سے نوازے اور موصوف کیلئے ذریعہ نجات بنائے۔ آمین یا رب العالمین:

خادم القرآن محمد لقمان عفی عنہ: مدرس شعبہ تجوید جامعہ عثمانیہ میانوالی کالونی کراچی

۳/ربیع الاوّل ۱۴۳۱ھ مطابق ۱۹/فروری ۲۰۱۰ء

==

عالمِ باعمل حضرت مولانا نور محمد صاحب مُدَّ ظِلُّہٗ

نحمدهٗ ونصلی ونسلم علیٰ رسوله الکریم

امابعد: اُمت کے ایک طبقے کا قرآن کریم سے شغف مگر اسکے لوازمات (تجوید وغیرہ) سے بے اِعتنائی اس بات کی متقاضی تھی کہ خالص تجوید کی اہمیت کے موضوع پر اتنے دلچسپ انداز میں مشکل الفاظ کی تسہیل کے ساتھ کوئی تحریر منضبط کی جاتی۔ اللہ جلّ شانہٗ نے مولانا قاری عبدالستار صاحب محمود کوٹی مُدَّ ظِلُّہٗ کو اس سعادت کیلئے منتخب فرمالیا، سچ تو یہ ہے کہ اُردو زبان میں اس موضوع پر اس سے زیادہ عمدہ کتاب نظر سے نہیں گذری، اکابر کے جواہر پارے نقل کر دینے سے کتاب کی اہمیت اپنے موضوع کے اِعتبار سے کئی گنا بڑھ گئی ہے اور حوالہ جات درج کر کے صاحبِ کتاب نے کتاب کو اور وقیع (عمدہ) بنا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کو امتِ مسلمہ کیلئے زیادہ سے زیادہ نافع بنائے۔ آمین:

نور محمد: خطیب و اِمام جامع مسجد عثمانیہ: بہادر آباد کراچی

۱۹/ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ مطابق ۵/اپریل ۲۰۱۰ء

استاذ الاساتذہ حضرت مولانا قاری **محمد رفیق الخلیل** صاحب مَدَّ ظِلُّہٗ

بندہ نے ''اَلْقَوْلُ الْجَلِیْلُ فِیْ حُکْمِ التَّرْتِیْلِ ''محترم قاری عبدالستار محمود کوٹی کی مرتب کردہ کتاب کا مطالعہ کیا ہے قاری صاحب موصوف حفظ، ناظرہ، تجوید اور تربیتِ معلّمین کے قدیم اور کُہنہ مشق استاذ ہیں یہ کتاب نہ تجوید کی ہے نہ ہی قراءۃ کی بلکہ ان دونوں علوم کی طرف راغب اور متوجہ کرنے والی ہے۔

☆.... کتاب کو علمِ تجوید اور قرآن مجید کی صحتِ اداء کی اہمیت پر حوالوں سے خوب مزین کیا ہے پوری کتاب میں اپنی طرف سے شاید ہی کچھ لکھا ہو سب اکابر کی عبارات، اِرشادات اور اقوال سے لکھا گیا ہے۔ قاری عبدالستار محمود کوٹی کی یہ کتاب علم تجوید اور قرآن مجید کی صحتِ اداء کی اہمیت ضرورۃ اور فرضیت کے بیان پر مشتمل ہے اور خوب تر ہے قاری صاحب استاذ القراء حضرت مولانا قاری محمد حبیب اللہ ٹونکیؒ (ثم کراچی) و استاذ القراء حضرت قاری محمد شریف لاہوریؒ کے شاگرد ہیں اور ذوقِ مطالعہ آدمی ہیں۔ جزاہ اللہ تعالیٰ عنی و عن جمیع المؤمنین الی یوم الدین

محمد رفیق الخلیل: امام و خطیب مسجد عالمگیر بہادر آباد: مدیر ادارۃ الفرقان محمد علی شہید سوسائٹی ملیر کراچی

۲۱/ربیع الثانی ۱۴۳۱ھ مطابق ۷/اپریل ۲۰۱۰ء

(شہید ملتِ اسلامیہ بروز اتوار ۱۶/صفر المظفر ۱۴۳۴ھ بمطابق ۳۰ دسمبر ۲۰۱۲ء)

==

استاذ القراء و استاذ العلماء حضرت مولانا قاری **نذیر احمد نقشبندی** صاحب مَدَّ ظِلُّہٗ

الحمدللہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی امابعد

برادرِ مکرم استاذ القراء حضرت مولانا قاری محمد عبدالستار محمود کوٹی مَدَّ ظِلُّہٗ کی مرتب کردہ کتاب ''اَلْقَوْلُ الْجَلِیْلُ فِیْ حُکْمِ التَّرْتِیْلِ'' تجوید اور وقف کی اہمیت پر ایک سدا بہار گلدستہ ہے اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ نئے انداز کے ہر گلدستے کی اپنی ایک مخصوص خوشبو اور ایک

مہک ہوتی ہے جو دوسرے گلدستوں کی خوشبو اور مہک سے مختلف اور ایک اِمتیازی شان کی حامل ہوتی ہے۔ بندہ نے اس کتاب کے مختلف مقامات کو دیکھا ہے الحمدللہ دیکھ کر مُسرّت ہوئی اللہ رب العالمین مؤلف کیلئے ذخیرۂ آخرت بنائے اور علماء وقراء حضرات وطلباء کرام نیز عوام کیلئے یہ کتاب مشعلِ راہ ثابت ہو۔ آمین

نذیر احمد نقشبندی عفی عنہ (حال مدینۃ الرسول ﷺ) سابق مدرّس شعبہ تجوید جامعہ اسلامیہ طیبہ (شکارپور کالونی کراچی)

٧ر ربیع الاوّل ١٤٣١ھ مطابق ٢٣ر فروری ٢٠١٠ء بروز منگل

﴿باب اوّل﴾

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

پسندیدہ عمل

حدیث شریف میں آتا ہے: حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ اَنْ يُّقْرَأَ الْقُرْاٰنُ كَمَآ اُنْزِلَ یعنی "اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کو اُسی طرح پڑھا جائے جس طرح کہ وہ نازل کیا گیا ہے"۔

یہ ظاہر ہی ہے کہ قرآن مجید کا نُزول تجوید کیساتھ ہوا ہے اسلئے کہ تجوید سے مراد قرآن مجید کا عربی تلفّظ اور اسکے حروف وکلمات کی وہ اداء ہے جس سے اس کا عربی میں اور کلامِ الٰہی ہونا معلوم ہوتا ہے۔ (مُعَلِّمِ التَّجْوِیْد صفحہ ۵۱)

📖 ....قرآن مجید نہایت فصیح عربی میں ہے تو جب اسکی زبان عربی ہے اور یہ عربی لغت میں نازل ہوا ہے تو ظاہر ہے کہ اسکا تلفّظ بھی وہی ہونا چاہیئے جو آنحضرت ﷺ اور اُن خالص عربوں کا تھا جن کی لغت اور جن کی زبان میں یہ نازل ہوا تھا اور اسی کے موافق تلاوت کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے اور یہی معنیٰ ہیں تجوید کیساتھ تلاوت کرنے کے بھی۔

(مُعَلِّمِ التَّجْوِیْد صفحہ ۵۱)

📖 ....حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کو تجوید سے تلاوت کرو اور اسکو بہترین آواز

سے مزین کرواور اِعراب (عربی انداز ولہجہ) سے پڑھو، کیونکہ قرآن عربی ہے۔اور اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں کہ قرآن کو اسی انداز میں پڑھا جائے۔ (فضائلِ حفظِ القرآن صفحہ ۱۴۷)

اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا اِذَا اَحَبَّ اَحَدُ کُمْ اَنْ یُّحَدِّثَ رَبَّہٗ فَلْیَقْرَاِ الْقُرْاٰنَ (یعنی) جب تم سے کوئی اپنے رب سے مُناجات اور گفتگو کرنا چاہے تو اسے چاہیئے کہ وہ تلاوتِ قرآن کرے۔

فائدہ.....اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تلاوتِ قرآن مجید سے خدا تعالیٰ سے ہم کلامی کا شرف اور درجہ حاصل ہوتا ہے۔اور حفاظ اکثر بیشتر اس کی تلاوت کرتے رہتے ہیں اسلئے وہ بھی اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی سے مشرف ہوتے رہتے ہیں۔ (فضائلِ حفظِ القرآن صفحہ ۲۸)

قرآن کے لغوی معنیٰ

مرشدِ عالم حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: قرآن کے معنیٰ ہیں مَایُقْرَءُ یعنی پڑھنے کی چیز اور کتاب کے معنیٰ ہیں مَا یُکْتَبُ یعنی لکھنے کی چیز اور ظاہر ہے کہ پڑھنے اور لکھنے کی چیز کیا ہے الفاظ ہی تو ہیں معانی کو کون پڑھ سکتا یا کون لکھ سکتا ہے۔

معانی قراءت و کتابت میں نہیں آسکتے ان کا محل صرف ذہن ہے۔

معانی کا مرکز قلب ہے اور جہاں الفاظ کسی کی زبان سے نکلے معاً وہاں معانی سمجھے گئے۔

ظاہر ہے کہ قراءت الفاظ ہی کی ہوتی ہے نہ کہ معانی کی۔

(کتاب: علم وعمل بعنوان الفاظ قرآن صفحہ ۱۶)

📖.....قرآن کے معنیٰ ''مَایُقْرَءُ'' کے ہیں یعنی پڑھے جانے کی چیز اور پڑھے جانے کی چیز ظاہر ہے کہ الفاظ ہی ہیں اور الفاظ کے قاری اوّل خود صاحبِ کلام جل مجدہٗ ہیں چنانچہ ''فَاِذَا

قَـرَا نُـهُ '' جب ہم قراءۃ کرنے لگیں فرما کر اپنے آپ کو قاری ظاہر فرما دیا ہے اور'' نَتْـلُـوْا عَـلَـيْـكَ '' ہم تم پر اے نبی الامی (ﷺ) تلاوت کرتے ہیں فرما کر اپنے آپ کو تالی اور تلاوت کنندہ بتلا دیا ہے اور واضح فرما دیا ہے کہ عند اللہ اوّل مطلوب قراءۃِ حروف اور تصحیحِ اصوات ہی ہیں۔
(تفہیم التجوید صفحہ ۲۵۴)

📖....قرآن مجید وہ کتاب ہے جو حضرت محمد ﷺ پر اُتاری گئی، مصاحف میں لکھی گئی، آپ ﷺ سے متواتر نقل کی گئی، کسی شک وشبہ کے بغیر۔ (قرآنی علوم صفحہ ۵۵)

📖....وہ کلامِ الٰہی جو حضرت محمد ﷺ پر بطور اعجاز نازل ہوا اور اسکی تلاوت عادت ہوئی۔
(قرآنی علوم صفحہ ۵۴)

📖....علامہ جلال الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ لفظ قرآن کی وجہ تسمیہ لکھتے ہیں '' قرآن کو کتاب اللہ کا نام دینے کی وجہ یہ ہے کہ اس نے حد درجہ کی بلاغت کے ساتھ اقسام علوم ، وقصص اور اخبار سب کو اپنے اندر جمع کر لیا ہے اور کتاب کے معنٰی لغت میں جمع (فراہم آوردن) کے ہیں۔ (قرآنی علوم صفحہ ۵۵/علوم القرآن صفحہ ۲۴)

📖....قرآن '' قرائن '' مشتق ہے۔ (قرآنی علم صفحہ ۵۳)

📖....قرآن لغت میں مصدر ہے جو مترادفِ قرآءۃ ہے یعنی بکثرت وتسلسل سے پڑھی جانیوالی کتاب جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ عَـلَـيْـنَـا جَـمْـعَهُ وَقُرْاٰنَهُ. فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهُ پھر معنٰی مصدری سے منتقل ہو کر کلامِ معجز منزل (على النبى صلّى الله عليه وسلم) کا نام رکھا گیا ہے۔ (تفہیم التجوید صفحہ ۲۹/قرآنی علوم صفحہ ۵۲)

📖....علامہ فخر الدین رازیؒ فرماتے ہیں کہ '' قرآن کا نام قرآن اسلئے رکھا گیا کہ حروف آپس میں ملائے گئے تو کلمات بنے، کلمات ملائے گئے تو آیات بنیں، آیات کو ملائی گئیں تو سورتیں بنیں اور سورتیں باہم ملائی گئیں تو قرآن بن گیا۔ (قرآنی علم صفحہ ۵۳)

ترتیل کا حکم

سورۂ مزمل میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلاً یعنی قرآن مجید کو خوب ٹھہر ٹھہر کر اور اطمینان کیساتھ پڑھو، اور یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ قرآن مجید کو تجوید کے ساتھ پڑھا جائے۔

📖..... تفسیرِ بیضاوی میں وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ کی تفسیر جَوِّدِ الْقُرْاٰنَ تَجْوِیْداً سے کی گئی ہے (یعنی قرآن مجید کو تجوید سے پڑھو)۔

(مُعلّم التَّجوید صفحہ ۱۵/ اَلتَّقْدِمَةُ الشَّرِیْفِیَّۃُ صفحہ ۱۲۹/ تسہیل القواعد صفحہ ۴۷)

📖..... وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِیْلاً اَیْ اَنْزَلْنٰهُ بِالتَّرْتِیْلِ اَیِ التَّجْوِیْدِ قال البیضاوی اَیْ جَوِّدْ تَجْوِیْداً یعنی ہم نے قرآن مجید کو تجوید و ترتیل کیساتھ نازل کیا ہے۔

(فوائد مَرْضِیَّۃ صفحہ ۴۷/ اَلعَطَایَاالوَہْبِیَّۃ صفحہ ۱۲۷)

📖..... قرآن مجید کے پڑھنے والوں میں سے اکثر حضرات کو معلوم ہے کہ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلاً میں حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے تمام امت کیلئے یہ حکم صادر فرمایا ہے کہ وہ قرآن مجید کو تجوید و ترتیل سے پڑھیں۔ (ترجمہ المقدمۃ الجزریہ پر تجوید کی ضرورت کے متعلق مفید تنبیہ صفحہ ۴۶)

امر کے مخاطب

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلاً مصدر اور مُبالغہ فی الامر کیلئے ہے کہ نبی اکرم ﷺ کو خطاب فرمایا گیا اور آپ ﷺ تو اعلیٰ درجہ کے مُجوّد و مرتّل تھے اسلئے بظاہر آپ ﷺ (ہی مراد) ہیں لیکن حقیقتاً آپ ﷺ کی امت مراد ہے۔

(القلائد الجوھریہ فی جید المقدمۃ الجزریہ صفحہ ۱۰)

📖..... استاذ القراء حضرت مولانا قاری محمد سلیمان دیوبندیؒ فرماتے ہیں کہ یہ تو ظاہر ہے کہ

نبی کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اعلیٰ درجہ کے مجوّد ومرتّل تھے تو اس آیت (وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا پ۲۹) میں گو امر کے مخاطب بظاہر آپ ﷺ معلوم ہوتے ہیں لیکن مراد اس سے (درحقیقت) آپ ﷺ کی امت ہے قولہ تعالیٰ فَاسْتَقِمْ کَمَآ اُمِرْتَ. وَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْجٰھِلِیْنَ۔ (تاریخ علمِ تجوید صفحہ۲۴)

📖.....وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا میں صرف امر بِالْفِعْل پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ اِہتمام وتعظیمِ شان اور ترغیب فِی الثَّوَابْ کی غرض سے اسکے بعد مصدر (تَرْتِیْلًا) کو بھی ذکر کیا ہے اور اس سے اسکی تاکید فرمائی ہے تاکہ یہ قرآن مجید کے تدبّر اور اسکی تفہیم پر مُعین (مددگار) ہو۔
(فوائد مرضیّہ صفحہ۷۴/تفہیم التجوید صفحہ۲۰۶)

📖..... اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے امر بالفعل پر اقتصار نہیں فرمایا بلکہ اِہتماماً وتعظیماً اسے مصدر سے مؤکد بھی فرمادیا کہ یہ تدبّر وتفہیمِ قرآن پر مُمِد ومعاون ہو۔ اور اسی طرح نبی اکرم ﷺ پڑھا کرتے تھے۔ (تفہیم التجوید صفحہ۱۸۱/ تاریخ علمِ تجوید صفحہ۲۴)

سوال.....جب نبی کریم ﷺ مجود اکمل اور مرتلِ اعظم تھے اور قرآنِ کریم کما نزل پڑھتے تھے تو آپ ﷺ کو خطاب کیوں کیا گیا۔

جواب.....نہایۃ القول المفید میں ہے کہ خطاب آپ ﷺ کو ہے مراد غیر ہیں یعنی اُمتِ مسلمہ۔ (تفہیم التجوید صفحہ۲۰۵)

ترتیل کی نسبت

(اللہ تعالیٰ نے) اپنے رسول ﷺ کو حکم فرمایا کہ آپ بھی قرآن ترتیل ہی سے پڑھا کریں اور اِن کو بھی ترتیل ہی کے ساتھ پڑھنے کا حکم دیں چنانچہ (اللہ تعالیٰ نے) وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ اور فَاِذَا قَرَاْنٰهُ اور وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِیْلًا میں تو ترتیل کی نسبت اپنی طرف کی ہے۔ کہ ہم ترتیل کیساتھ پڑھتے اور سناتے ہیں۔

وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلاً اور فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ میں نبی کریم ﷺ کو ترتیل کیساتھ پڑھنے کا اور لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ میں (لوگوں کو) ترتیل کیساتھ پڑھانے کا حکم ہے۔ (مُعَلِّمُ الْاَدَاءُ صفحہ ۳۱)

📖 ....وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا اور قرآن کو ہم نے متفرق طور پر صاف صاف اور واضح انداز میں ترتیل کیساتھ اُتارا، تاکہ آپ (ﷺ) اُسے لوگوں کے سامنے ترتیل کیساتھ پڑھ کر سنائیں اور ہم نے اِسے تھوڑا تھوڑا کر کے اُتارا۔ اس آیت میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنے بندوں کو قرآن کی عظمت کی طرف متوجہ کیا اور اس کی شان بیان کی۔ فرمایا ہم نے اس کتاب کو بواسطہ جبرئیل (علیہ السّلام) اپنے رسول (ﷺ) کو ترتیل کیساتھ پڑھ کر سنایا اور اسی کیفیت کیساتھ ان کے سینہ مبارک میں جمع کیا۔ اور ان کو حکم دیا کہ آپ (ﷺ) بھی ان لوگوں (یعنی صحابہ کرامؓ) کے سامنے ترتیل ہی کیساتھ پڑھیں۔ (مُعَلِّمُ الْاَدَاءُ صفحہ ۲۹)

📖 ....فَرَقْنٰهُ راء کی تخفیف کیساتھ بمعنٰی بَيَّنَاهُ وَاَوْضَحْنَاهُ وَفَصَّلْنَاهُ یعنی صاف صاف اور واضح انداز میں آیتوں اور سورتوں کی صورت میں تقسیم کر کے ترتیل کے ساتھ اُتارا۔ اور بواسطہ جبرئیل علیہ السّلام پڑھ کر سنایا۔ (مُعَلِّمُ الْاَدَاءُ صفحہ ۲۹)

مُكْثٍ کا مطلب

مُكْثٍ: امام طبریؒ نے لکھا ہے کہ مجاہد و ابن جریجؒ نے اسکے معنٰی ترتیل بیان کئے۔ اور ابن زیدؒ نے اس کی تفسیر میں وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلاً پڑھی۔ (مُعَلِّمُ الْاَدَاءُ صفحہ ۲۹)

حُسنِ تجوید و حُسنِ وقف

علامہ قرطبیؒ نے عَلٰى مُكْثٍ کے معنٰی تَرَسُّلُ فِى التِّلَاوَةِ و ترتیل لکھے ہیں یعنی خوش

آوازی سے حُسنِ تجوید و حُسنِ وقف وابتداء کی رعایت کیساتھ بلا تکلّف پڑھنا۔

(مُعَلِّمُ الْاَدَاءُ صفحہ ۲۹)

📖.....علامہ شوکانیؒ نے عَلٰی مُکْثٍ کے معنٰی تَرَسُّلْ وَ تَمَھُّلْ لکھے ہیں۔ اور یہ بھی ترتیل کے ہم معنٰی ہیں یعنی تَرَسُّلْ بمعنٰی حُسنِ تجوید اور تَمَھُّلْ بمعنٰی حُسنِ وقف وابتداء (خلاصہ مذکورہ بالا) دلائل سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید نبی کریم ﷺ پر بواسطہ جبرئیل علیہ السّلام ترتیل کیساتھ نازل فرمایا۔ اور ترتیل ہی کیساتھ پڑھنے پڑھانے کا وُجوبی طور پر حکم فرمایا جیسا کہ فرمایا وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا اور اس پر پوری امّت کا اتفاق ہے۔

(مُعَلِّمُ الْاَدَاءُ صفحہ ۲۹)

رَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا کی تفسیر

ابو جعفر النحاسؒ نے سند کیساتھ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ آپ (ﷺ) نے وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا کی تفسیر بَیِّنْهُ تَبْیِیْنًا سے فرمائی۔ النحاسؒ اس کی شرح یوں فرماتے ہیں کہ فَمِنَ التَّبْیِیْنِ تَفْصِیْلُ الْحُرُوْفِ وَالْوَقْفُ عَلٰی مَا تَمَّ مَعْنَاهُ مِنْهَا یعنی تبیین کہتے ہیں کہ حروف کو واضح طور پر صاف صاف ادا کرنا اور یہ بدونِ تجوید ممکن نہیں۔ اور وقف ایسے موقع پر کرنا جہاں کلام کے معانی پورے ہو رہے ہوں۔ (مُعَلِّمُ الْاَدَاءُ صفحہ ۲۷)

📖.....سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے اس آیۃ کریمہ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا کی تفسیر میں یہ منقول ہے اَلتَّرْتِیْلُ هُوَ تَجْوِیْدُ الْحُرُوْفِ وَمَعْرِفَةُ الْوُقُوْفِ یعنی ترتیل نام ہے حروف کو تجوید کیساتھ ادا کرنے اور وقف کا محل اور اس کا طریقہ پہچاننے کا۔

(مُعَلِّمُ التَّجْوِیْد صفحہ ۵۱/ اَلتَّقْدِمَةُ الشَّرِیْفِیَّة صفحہ ۱۲۹/ اَلْعَطَایَا الْوَھْبِیَّة صفحہ ۱۲۸)

📖.....وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا بیضاویؒ فرماتے ہیں اَیْ جَوِّدِ الْقُرْاٰنَ تَجْوِیْدًا۔

(کمالُ الفرقان صفحہ ۱۰/ مُعَلِّمُ التَّجْوِیْد صفحہ ۵۱)

📖.... حضرت شاہ عبدالعزیز محدّث دھلویؒ "وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلاً" کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ لغت کی رُو سے ترتیل کے معنٰی ہیں واضح اور صاف پڑھنا اور شریعت میں سات (7) چیزوں کی رعایت رکھنے کا نام ترتیل ہے اور ان میں سے چار یہ ہیں۔

(۱).... ہر حرف کو اسکے مخرج سے اور اس کی صفات سمیت ادا کیا جائے کہ ہر حرف کی آواز دوسرے سے بالکل جُدا رہے اور طا کی جگہ تا اور ضاد کی جگہ ظا ادا نہ ہو۔

(۲).... تینوں حرکات (زبر، زیر، پیش) کو اسطرح ادا کرنا کہ ایک کی جگہ دوسری کا وہم نہ ہو۔

(۳).... وُقوف (دَورانِ تلاوت وقف کرنے کی جگہوں) کی رعایت کرنا تا کہ وصل وقطع بے موقع ہوکر کلام کے مطلب میں تبدیلی کا وہم نہ ہو۔

(۴).... تشدید ومَدّ کا ان کے موقع پر پورا پورا لحاظ رکھنا، کیونکہ ان دونوں (تشدید ومَدّ کے ادا کرنے) سے کلامِ الٰہی کی عظمت ظاہر ہوتی ہے اور تاثیر میں بھی مدد دیتے ہیں۔

(فضائلِ قرآن ص۲۳/ العطایا الوھبیّہ ص ۱۲۸/ تفسیر عزیزی اُردو ص۳۱۱/ تاریخ علمِ تجوید ص۲۴)

ترتیل کے لُغوی معنٰی

امامِ فن شیخ المجودین شیخ القراء استاذ الاساتذہ حضرت مولانا قاری عبدالمالک علی گڑھیؒ ثمّ لکھنوی ثمّ لاھوری (فاضل مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ) فرماتے ہیں کہ لفظ ترتیل کا مادہ رَتَلٌ ہے جس کے معنٰی ہیں دانتوں کا کشادہ ہونا، تو ترتیل کے معنٰی ہیں ایسا کُھلا کُھلا پڑھنا کہ ایک ایک حرف مخارج وصفات کے ساتھ واضح پڑھا جائے۔

حضرت قاضی بیضاویؒ نے "وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلاً" کی تفسیر میں بیان فرمایا کہ حرفوں کو مخارج وصفات کے ساتھ ادا کیجیئے اسی تفسیر کی بناء پر قرآن کو تجوید کے ساتھ پڑھنے کا وُجوب نکلتا ہے اور یہ تفسیر تقریباً متعین ہے ترتیل کے معنٰی اِس جگہ اور کچھ لینا صحیح نہیں۔

(سوانح حضرت قاری عبدالمالکؒ ص ۸۹/ سوانح حضرت قاری اظہار احمد تھانویؒ ص ۳۲۵)

....حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ سے وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلاً کے معنٰی دریافت کے گئے تو فرمایا قرآن کوخوب ظاہر (صحیح) کر کے پڑھواور اسکو رڈّی کھجور کی طرح پھینک نہ دے یعنی اسکی بے قدری نہ کراور اس کوشعر کی طرح گھما گھما کر نہ پڑھ۔

(تجوید کی ضرورت کے متعلق مفید تنبیہ صفحہ ۴۶)

....مفتی اعظم حضرت مفتی محمد شفیعؒ فرماتے ہیں کہ ترتیل کے لفظی معنٰی کلمہ کو سہولت اور اِستقامت کے ساتھ منہ سے نکالنے کے ہیں مطلب آیت کا یہ ہے کہ تلاوتِ قرآن میں جلدی نہ کریں بلکہ ترتیل وتسہیل کے ساتھ ادا کریں اور ساتھ ہی معانی میں تدبّر وغور کریں اس سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید صاف پڑھنا مطلوب نہیں بلکہ ترتیل مطلوب ہے جس میں ہر کلمہ صاف صاف اور صحیح ادا ہو نبی کریم ﷺ اسی طرح ترتیل فرماتے تھے۔

اصل ترتیل وہی ہے کہ حروف والفاظ کی ادائیگی بھی صحیح اور صاف ہو اور پڑھنے والا اسکے معانی پر غور کر کے اس سے متأثر بھی ہورہا ہو جیسا کہ حضرت حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ نبی کریم ﷺ کا گزر ایک شخص پر ہوا جو قرآن مجید کی ایک آیت پڑھ رہا تھا اور (ساتھ ساتھ) رُورہا تھا (تو) آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کہ تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم سنا ہے وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلاً بس یہی ترتیل ہے جو یہ شخص کررہا ہے۔

(تفسیر معارِفُ القرآن جلد ۸ صفحہ ۵۹۰ کراچی)

....نبی کریم علیہ السلام نے ایک شخص کو قرآن پڑھتے ہوئے سنا اس نے تلاوت میں کسی جگہ لحن اور غلطی کی۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: کہ اپنے بھائی کو صحیح بتادو۔ (تاریخ علمِ تجوید صفحہ ۲۵)

تجوید کے لُغوی اور اِصطلاحی معنٰی

تجوید کے لغوی معنٰی اَلْاِتْیَانُ بِالْجَیِّدِ یعنی کسی کام کے عمدہ کرنے اور سنوارنے کے

ہیں۔اور مجوّدِین کی اصطلاح (بول چال) میں تجوید کی تعریف یہ ہے ھُوَ اَدَاءُ الْحُرُوْفِ مِنْ مَخَارِجِھَا الْخَاصَّۃِ لَھَا مَعَ جَمِیْعِ صِفَاتِھَا اللَّازِمَۃِ وَالْعَارِضَۃِ بِسُھُوْلَۃٍ وَّبِغَیْرِ کُلْفَۃٍ یعنی حرفوں کو انکے مخارجِ مقررہ سے مع جمیع صفاتِ لازمہ اور عارضہ کے بغیر کسی تکلیف کے آسانی کیساتھ ادا کرنا آ سکے۔ (مُعلّم التَّجوید صفحہ ۴۸)

.....تجوید کے لغوی معنٰی اَلْاِتْیَانُ بِالْجَیِّدْ کے ہیں یعنی از رُوئے لُغت پرکھنے اور کھرا کرنے کو تجوید کہتے ہیں اور اصطلاحِ مجوّدِین میں عبارت ہے اَلْاِتْیَانُ بِالْقِرَاءَۃِ مُجَوَّدَۃَ الْاَلْفَاظِ بَرِیْئَۃً مِّنَ الرَّدَاءَۃِ فِی النُّطْقِ یعنی ایسے مجوّد الفاظ (صحیح انداز) سے قراءت کرنا کہ وہ نقص ورداءت سے عاری (خالی) ہو یعنی تصحیح و اِتقانِ حروف میں انتہائی درجہ تک رسائی حاصل کرنے اور تحسینِ صوت اور تزئینِ حروف میں درجہ کمال کو پہونچنے کا نام تجوید ہے۔ ہر حرف صحیح مخرج سے نکالنے اور اسی کی جملہ صفات و کیفیت بطریقِ احسن ادا کرنے کو تجوید کہتے ہیں۔ (تفہیم التَّجوید صفحہ ۱۹۹)

.....تجوید کے لغوی معنٰی تَحْسِیْنُ الشَّیْءِ وَجَعْلُ الشَّیْءِ جَیِّدًا یعنی کسی شیٔ کے اچھا وعمدہ کرنے اور سنوارنے کے ہیں۔اور مجوّدِین کے مُحاورات میں تجوید کی تعریف (یہ) ہے ھُوَ اَنْ یُّعَالِجَ اِخْرَاجَ الْحُرُوْفِ مِنْ مَّخَارِجِھَا وَاِعْطَاءَ مَا تَسْتَحِقُّ مِنَ الصِّفَاتِ اللَّازِمَۃِ وَالْعَارِضَۃِ وَالْمَدِّ وَالْقَصْرِ وَالْاِظْھَارِ وَالْاِدْغَامِ وَغَیْرِ ذَالِکَ بِسُھُوْلَۃٍ وَبِغَیْرِ کُلْفَۃٍ حَتّٰی یَصِیْرَ ذَالِکَ سَجِیَّۃً لَّہٗ یعنی ہر حرف کو ہر جگہ اور ہر حال میں اسکے مقرر مخرج سے تمام صفاتِ لازمہ وعارضہ، ونیز مد، قصر، اظہار، وادغام وغیرہ سمیت نہایت لطافت ونرمی سے کسی قسم کی تکلیف کے بغیر آسانی کیساتھ ادا کرنا۔اور اس قدر محنت وکوشش کرنا کہ تصحیحِ حروف قاری کی عادتِ ثانیہ اور فطرت وملکہ بن جائے۔

(کمال الفرقان صفحہ ۷)

تجوید مصدر

جاننا چاہیئے کہ تجوید مصدر (صادر ہونے یعنی نکلنے کی جگہ مراد) ہے، جَوَّدَ یُجَوِّدُ سے اس اسم اَلْجَوْدَۃُ بہ معنٰی ضِدُّ الرِّدَاءَۃُ آتا ہے جیسا کہ اہْلِ لسان حُسنِ کارگردگی کے موقع پر کہہ دیتے ہیں جَوَّدَفلاَنٌ فِیْ کَذَا۔ (تفہیم التّجوید صفحہ ۱۹۹)

....اَلتَّجْوِیْدُ مصدر ہے جو جَوْدَتُ سے لیا گیا ہے جسکے معنٰی ہیں عمدہ کرنا اور یہ مقابل ہے لفظ رَدَاءَتُ (فاسد ہونے) کے جَوَّدَ یعنی حَسَّنَ عمدہ کام کیا، جُھدِ المُقِل میں کہا گیا ہے اَلتَّجْوِیْدُ فِی اللُّغَۃِ التَّحْسِیْنِ یعنی کسی کام کا عمدہ کرنا یا اچھا کرنا۔ (المرشد صفحہ ۶۰)

اِجماعِ اُمّت اور قوی دلیل

حضرت علامہ شیخ محمد مکی نصرؒ نہایۃ القول المفید میں فرماتے ہیں یعنی اُمتِ معصومہ عن الخطا (وہ اُمت جس کا اجماع غلطی سے محفوظ ہے اس) نے حضور اکرم ﷺ کے زمانہ مبارک سے لے کر ہمارے اس زمانہ تک تجوید کے وجوب پر اتفاق کیا ہے اور اسمیں کسی کا اختلاف نہیں اور یہ اجماع قوی ترین دلیل ہے۔

(مُعَلِّم التَّجْوِیْد صفحہ ۵۴/ تفہیم التجوید صفحہ ۲۰۷/ کمالُ الفرقان صفحہ ۱۰/ تاریخ علمِ تجوید صفحہ ۲۸)

دعویٰ اور اسکی دلیل

امامِ فن حضرت علامہ جزریؒ اپنی کتاب المقدمۃ الجزریہ میں فرماتے ہیں کہ

وَالْاَخْذُبِالتَّجْوِیْدِحَتْمٌ لَّازِمٌ   مَنْ لَّمْ یُجَوِّدِالْقُرْاٰنَ اٰثِمٌ

اور قرآن مجید کو تجوید کے موافق پڑھنا انتہائی ضروری (اور) لازم ہے۔ جو شخص قرآن مجید کو تجوید سے نہ پڑھے (وہ) گنہگار ہے۔ (التقدمہ الشریفیہ صفحہ ۱۲۰)

📖....جس شخص نے قرآنِ عزیز کو تجوید سے یعنی صحیح نہیں پڑھا بلکہ ایسے پڑھا کہ معنیٰ واِعراب میں خلل واقع ہو اور لحنِ جلی کی غلطی لازم آئے تو گنہگار رہوگا کیونکہ قرآن مجید اس طرح پڑھنا حرام ہے اور فعلِ حرام مُوجبِ عِقاب ہے اور اسکا ترک مُوجبِ ثواب ہے۔

حضرت امامِ جزری رحمہ اللہ اپنے اس دعویٰ کی دلیل بیان فرماتے ہیں کہ قرآنِ عزیز کو تجوید سے پڑھنا کیوں فرضِ لازم ہے اور وہ یہ ہے: لِاَنَّہٗ بِہِ الْاِلٰـہُ اَنْزَلَا: وَھٰکَذَا مِنْہُ اِلَیْنَا وَصَلَا (یعنی) اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو تجوید کیساتھ نازل فرمایا ہے اور اسی طرح تجوید کیساتھ وہ قرآن اُس (اللہ تعالیٰ) کی جانب سے ہم تک پہنچا ہے۔ (فوائد مَرْضِیَّہْ صفحہ ۴۶)

📖....علماء نے تجوید کے واجب ہونے کی دلیل یہ بیان کی ہے کہ قرآن تجوید ہی کی صفت کے ساتھ نازل ہوا ہے (یعنی جبرائیل علیہ السّلام نے نبی ﷺ کو اسی طرح عمدگی کے ساتھ پڑھ کر سنایا ہے پس جو تلاوت تجوید کے خلاف ہوگی وہ قرآن کی تلاوت نہ ہوگی کیونکہ قرآن تو تجوید ہی کیساتھ اُترا ہے)۔ (تجوید کی ضرورت کے متعلق مفید تنبیہ صفحہ ۴۶)

تجوید کا حکم

قرآن وحدیث، نیز اِجماعِ امّت کی رُو سے تجوید کا حاصل کرنا اور اسکے موافق قرآن مجید پڑھنا واجب اور ضروری ہے اور اسمیں قطعاً کوئی اختلاف نہیں۔ (مُعَلِّم التَّجْوِید صفحہ ۵۱)

📖....تجوید اور عمل بالتّجوید منجانب اللہ اور منزّل من عنداللہ ہیں اور تواتر سے ثابت ہے اور قواعدِ عربیہ اور اِصطلاحاتِ مجوّدین اس کیلئے مبیّن وشرح ہیں۔

تنبیہ....تجوید کو کیسے غیر ضروری قرار دیا جاسکتا ہے اور عمل بالتجوید کو کیسے ترک کیا جاسکتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ اپنا کلام اپنے نبی کی فصیح زبان میں اُتار کر ساتھ ہی ترتیل وتجوید کا حکم بھی دیتے ہیں حالانکہ وہ افصح العرب العربا ہیں اور وہ اپنی زبان کے قواعد واصول اور فصاحت سے خوب واقف ہیں۔ (تفہیم التجوید صفحہ ۲۱۵)

علمِ تجوید کی فضیلت

یہ علم تمام عُلوم سے اَشرف و اَفضل ہے اسلئے کہ اس کا تعلق تمام چیزوں سے اشرف یعنی کلام اللہ (قرآن مجید) کے الفاظ کیساتھ ہے۔ (مُعلِّم التَّجوِیْد صفحہ ۵۰/ المرشد صفحہ ۶۳)

📖 ....سارے علم سے افضل قرآن مجید کے حرفوں کی تجوید اور اسکے لفظوں کی تحسین وتصحیح کا علم ہے جو قرآن کے علموں میں سے اصل اور جڑ ہے کیونکہ یہ علم اسکی ذات سے تعلق رکھتا ہے دوسرے علم مانند شاخ کے ہیں۔ (تذکرۂ قاریانِ ہند حصّہ اوّل صفحہ ۲۱۲)

تجوید سنّتِ مُتّبِعَہ ہے

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ اور حضرت ابن عامرؒ کا قول ہے کہ تجوید سنّتِ مُتَّبِعَہ ہے پچھلا (بعد میں آنے والا) آگے (پہلے والے) سے اخذ کرتا چلا آتا ہے پس تم کو جس طرح پڑھایا جائے اسی کو اختیار کرو۔ (تذکرۂ قاریان ہند صفحہ ۲۱)

📖 ....علم تجوید کا مدار نقل پر ہے قَرْناً بَعْدَ قَرْنٍ ایک جماعت دوسری جماعت سے سن کر نقل کرتی چلی آتی ہے۔ (تذکرۂ قاریان ہند صفحہ ۲۲)

علمِ تجوید کی تدوین

استاذ القراء حضرت مولانا قاری المقری محمد شریفؒ فرماتے ہیں کہ: بیشک علماءِ اسلام نے معانی قرآن کی طرح اسکے الفاظ کی صحیح ادا کو باقی رکھنے کی خاطر ایک خاص علم مُدوّن (جمع) فرمایا ہے اور اس مقدّس علم کا نام علمِ تجوید ہے۔ جس طرح قرآن مجید کی صحیح مطالب تک رسائی حاصل کرنے کیلئے ان سب علوم (مثلاً علمِ صرف، علمِ نحو، علمِ منطق، علمِ تفسیر وغیرہ) کا جاننا ضروری ہے اسی طرح قرآن مجید کے حروف وکلمات کے صحیح طور پر ادا کرنے کیلئے علمِ تجوید کا حاصل کرنا بھی نہایت ضروری ہے۔ (مُعلِّم التَّجوِیْد صفحہ ۴۵)

📖 .....جب آخری زمانوں میں قوت حافظہ کی کمزوری اوراس کے علاوہ بعض دوسری وجوہ کی بناء پر تدوین وضبط کی ضرورت محسوس کی گئی۔تو اس وقت کے موجودہ علماء وائمہ قراء نے ہرعلم کو باقاعدہ اور باضابطہ اور پوری تنقیح وتہذیب (نکھار وصفائی) کے بعد کتابوں اور مجموعوں کی شکل میں مُدوّن اور محفوظ فرمادیا،پس حق تعالیٰ ان سب کو ہماری طرف سے عمدہ جزاء عطافرمائیں۔الحاصل یہ کہ قواعد کی تدوین وتشکیل محض ضبط کی تقریب اور حفظ کی سہولت وآسانی کیلئے ہے نہ کہ اختراع وایجاد کی بناء پر۔ (تاریخ علمِ تجوید صفحہ ۱۵)

علمِ تجوید ہم تک کیسے پہنچا

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیّب قاسمیؒ (دارالعلوم دیوبند) فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پڑھایا،صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے تابعینؒ کو پڑھایا،اورتابعینؒ نے تبع تابعینؒ کو پڑھایا،یہ سلسلہ ہم تک پہنچ گیا،یہ تعلیم ہی سے پہنچا ہے محض علم سے نہیں پہنچا،یہ علم جو نبی کریم ﷺ کا ہے وہ آپ ﷺ کی ذات بابرکات کے ساتھ خاص ہے۔اگر آپ ﷺ تعلیم نہ دیتے تو (آج) ہم کیسے عالم (حافظ،قاری) بنتے؟ (یہ) علم (علمِ تجوید) ہم تک کیسے پہنچتا؟ یہ تو تعلیم کے ذریعے ہم تک پہنچا۔ (خطبات حکیم الاسلام جلد ۶ صفحہ ۱۹۶)

📖 .....تجوید یعنی قرآن مجید کو صحتِ (لفظی) سے پڑھنا ہم تک ناقلین کی سعی ومحنت سے پہونچا ہے۔ابتداء میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت ایسی تھی جس نے براہِ راست نبی اکرم ﷺ سے بلاواسطہ قرآن مجید پڑھا تمام جماعت روزانہ نبی اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے سنتی تھی مگر جو اصحاب رضی اللہ عنہم صلاحیتیں رکھنے والے تھے ان کو نبی اکرم ﷺ خاص توجہ سے سکھایا پھر دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہی ان سے حاصل کیا،چنانچہ سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت اُبَیّ بن کعب رضی اللہ عنہ سے قرآءت سیکھی۔

📖 .... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اسکے باوجود حدیث کے سب سے بڑے ناقل (راوی) تھے قراءۃ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے سیکھی۔

📖 .... حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اکثر قاری بعض حفّاظِ قرآن اور بعض خصوصیّت کیساتھ معلّمِ قراءت تھے چنانچہ مہاجرین میں جو معلّم قراءت تھے ان میں سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ، سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سیّدنا طلحہ رضی اللہ عنہ سیّدنا سعد رضی اللہ عنہ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سیّدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سیّدنا سالم رضی اللہ عنہ، سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، سیّدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، سیّدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، سیّدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہ سیّدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ، سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، سیّدنا عبداللہ بن السائب رضی اللہ عنہ۔

📖 .... امّہات المؤمنین میں سے سیّدہ عائشہ صدیقہؓ، سیّدہ حفصہؓ، سیّدہ ام سلمہؓ۔

📖 .... انصار میں سے سیّدنا اُبیّ بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، سیّدنا ابوذر رضی اللہ عنہ، سیّدنا ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیّدنا مجمع بن جاریہ رضی اللہ عنہ اور سیّدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ زیادہ مشہور ہیں۔ بعد کے آنے والوں میں ہر قاری کئی اُستادوں سے پڑھتا پھر تمام عمر اُس کام کیلئے وقف کر دیتے۔ چونکہ وہ اسکی (فنِ تجوید کی) اہمیّت سے واقف تھے اور جانتے تھے کہ قرآن مجید کو تجوید (صحتِ لفظی) کیساتھ پہونچانا ایک بڑی ذمہ داری ہے اس ذمہ داری کو اس اہتمام کیساتھ پورا کیا جائے کہ درمیانی کڑیوں میں کمزوری نہ رہ جائے۔ جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس چیز پر بہت زور دیا ہے۔

📖 .... حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، ارشاد فرماتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (یعنی ہمیں حکم دیا) کہ قرآن مجید کو اسی طرح پڑھو جس طرح تم کو سکھلایا گیا ہے۔ (تذکرۂ قاریانِ ہند صفحہ ۲۱)

📖 .... جس طرح اُمّت کو معانی قرآن کے سمجھنے کا حکم ہے تا کہ وہ اسکی حد کو قائم کر سکے اسی

طرح وہ اس اَمر کی بھی مخاطب ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ کی تصحیح کرے اور اسکے حروف کو اسی کیفیّت پر ادا کرے جو آئمہ قراءت سے تعلیماً حاصل ہوئی ہے اور جس طرح کا سلسلہ متواتِراً حضرتِ نبویہ ﷺ تک پہنچتا ہے جس کی مخالفت ہرگز جائز نہیں اور نہ اس سے اِنحراف جائز ہے۔ (اَلْجَوَاھِرُ النَّقِیَّۃُ صفحہ ۷۶)

📖 .... مسلمانوں کو ایسا ہرگز نہ سمجھنا چاہیئے بلکہ قرآن مجید کو اس طرح پڑھنا چاہیئے جیسا کہ وہ نازل ہوا ہے اور نبی اکرم (ﷺ) نے تعلیم فرمایا ہے اور مسلسل ثِقہ اساتذہ کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے اسمیں غفلت کرنا دَغَـالِکِتَـا بِ اللّٰہُ ہے اپنے مقدور کے موافق صحتِ قرآن کی کوشش کر کے دوچند ثواب پائے۔ (عِذارُ القرآن صفحہ ۱۳۵)

📖 .... جس طرح مسلمانوں پر قرآن مجید کے معانی کا سمجھنا اور اسکے احکام پر عمل کرنا ایک عبادت ہے اور یہ ان پر (اُمّتِ محمدیہ ﷺ پر) فرض کیا گیا ہے اسی طرح ان پر قرآن مجید کے الفاظ کا صَحیح طور پر سے پڑھنا اور اسکے حروف کو اسی کیفیت پر ادا کرنا بھی لازم اور فرض ہے جس کیفیت پر ان حروف کا اداء کرنا علمِ قراءات کے اِماموں نے رسول اللہ ﷺ سے متصل سند کیساتھ ہم تک پہونچایا ہے۔ (مُعَلِّمِ التَّجْوِید صفحہ ۵۴)

📖 .... اس علم (تجوید) کا سہارا اُن صَحیح روایات پر مبنی ہے جو آنحضرت ﷺ سے اور ان کے بعد صحابہ کرامؓ، تابعین، تبع تابعین اور آئمہ قرآءات سے ہم تک ہمارے شیوخ کے ذریعے پہنچا ہے۔ (المرشد صفحہ ۶۳)

قرآن مجید کی نزولی کیفیت

کیفیتِ نزول اس طرح پر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن عزیز کو لوحِ محفوظ سے بواسطہ حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام رسول اللہ ﷺ پر نازل فرمایا اور پھر آپ ﷺ سے صحابہ کرامؓ نے ترتیلاً و تجویداً حاصل کیا اور ان سے تابعین نے اور ان سے ائمہ قراءات نے

یہاں تک کہ ہم کو ہمارے مشائخ سے بطریقِ تواتر اسی طرح سے پہنچا ہے۔

(فوائد مَرْضِیَّہ صفحہ ۴۷)

تواتر کی تعریف

استاذ القراء حضرت مولانا قاری اظہار احمد تھانویؒ فرماتے ہیں کہ: تواتر کسی امر محسوس کے متعلق وہ خبر ہے جس کو اتنی بڑی جماعت نے پہونچایا ہو کہ اُس کی کثرت کے پیشِ نظر ان سب ناقلین کا کذب پر متفق ہونا محال نظر آئے۔

....اس تواتر کا یہ مطلب ہے کہ صاحبِ شریعت ﷺ سے ہمارے زمانہ تک عمل کرنے والوں کے ایک جمِ غفیر نے اس کام پر عمل کیا ہو، کہ عادۃً اس جماعت کا متفق **علی الکذب یا علی الغلط** ہونا محال معلوم ہو، مثلاً وضو میں مسواک، کہ گو وہ سنت ہے، مگر اس کی مسنونیت کا عقیدہ رکھنا فرض ہے، کیونکہ تواترِ عملی سے ثابت ہے، اس عقیدہ کا اِنکار، کفر اور اس سے ناواقفیت، محرومی اور اس کا ترک عتاب وعقاب ہے۔ اسی طرح پنجگانہ نمازوں میں کسی مومن کو تو کیا کسی کافر کو بھی شک نہیں ہوسکتا کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے صحابہؓ کے ساتھ دن رات میں اوقاتِ معیّنہ پر ادا کی ہیں، اسی طرح آپ کے دین کے اِتباع کرنے والوں نے دن رات میں یہ نمازیں پڑھیں، خواہ یہ متبعین کسی بھی جگہ کے رہنے والے ہوئے ہوں، یہ تواترِ عملی آج تک قائم ہے۔ (الجواھر النقیہ صفحہ ۷۵)

فائدہ....امام جزریؒ نے قرآن مجید کے تجوید سے پڑھے جانے پر اور آنحضرت ﷺ کے دورِ مبارک سے اپنے دور تک کے عامۃ المسلمین ومشائخِ قراءت کے بتواترِ عملی اسی پر قائم رہنے سے تجوید کے تواتر پر اِستدلال کیا ہے۔ (الجواھر النقیہ صفحہ ۷۵)

....جس طرح قرآن سلسلہ بسلسلہ اپنی شانِ تواتر سے ہم تک پہونچا، اس کے پہونچانے والے مشائخِ قراءت خصوصاً اور عامۃ المسلمین عموماً قرآن تجوید ہی سے پڑھتے پڑھاتے تھے، تو گویا قرآن کی طرزِ ادا بھی متواتر ہوئی۔ اور یہ تواتر تواترِ عملی

کی قسم سے ہوا۔ (الجواھر النقیہ صفحہ ۷۴)

📖 ....ناظمؒ کا یہ استدلال اس قدر مکمل اور مستحکم ہے کہ اس سے بڑھ کر تجوید کی حمایت میں اور کوئی استدلال ممکن نہیں نہایت صاف عقلی ونقلی اور نا قابلِ انکار دلیل ہے کہ قرآن عربی لب ولہجہ میں نازل ہوا، جو عام اہلِ عرب اور خالص عربی زبان والوں کا ہر قسم کی بوئے عجمیت سے پاک لب ولہجہ تھا، اسی لب ولہجہ میں آنحضرت ﷺ نے پڑھا، اور یہی لب ولہجہ آگے بھی قرآن کے ناقلین کے تواتر کے ساتھ ساتھ قائم رہا، چنانچہ تمام متواتر قراءتیں تجوید کے ساتھ ہی منتقل ہوئیں۔ ہمارے خیال میں فنِ تجوید کی تائید وحمایت میں علامہ جزریؒ کی یہ دلیل بنیادی ہے۔ (الجواھر النقیہ صفحہ ۷۶)

امانت کی حفاظت

شیخ التجوید حضرت مولانا قاری محمد شریفؒ فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو تجوید کے ساتھ نازل فرمایا ہے اور پھر وہ قرآن ہم تک بھی تجوید کے ساتھ پہنچا ہے، لہٰذا ہمیں بھی تجوید ہی کیساتھ پڑھنا اور پڑھانا چاہیئے۔

تنبیہ.... اگر ہم تجوید کے موافق نہیں پڑھتے یا دوسروں کو اسکے موافق نہیں پڑھاتے، اسکا مطلب یہ ہے کہ ہم اللہ کی اس امانت کو اپنے سے بعد والے لوگوں تک اس طرح نہیں پہنچا رہے جس طرح کہ ہمارے اَسلاف نے یہ امانت ہم تک پہنچائی ہے۔

(اَلتَّقْدِمَۃُ الشَّرِیْفِیَّۃ صفحہ ۱۲۷)

📖 ....اللہ تعالیٰ نے قرآن کو تجوید کے ساتھ نازل فرمایا ہے، نیز یہ کہ وہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ سے ہمارے مشائخ اور اساتذہ کے ذریعہ ہم تک بھی تجوید ہی کے ساتھ پہنچا ہے، اسلئے ہم پر بھی لازم ہے کہ اس امانت کی پوری طرح حفاظت کریں، اور اپنے سے بعد والے لوگوں تک بالکل اُسی طرح پہنچائیں، جس طرح ہمارے اسلاف نے اس کو ہم تک

پہنچایا ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ ہم خود بھی تجوید کے ساتھ پڑھیں اور دوسروں کو بھی تجوید کے ساتھ پڑھائیں۔ (اَلتَّقْدِمَۃُ الشَّرِیْفِیَّۃُ صفحہ ۱۲۱)

تنبیہ.....اگر قرآن مجید کی کسی آیت اور حدیث شریف کی کسی روایت سے بھی تجوید کی بھی اہمیت اور اس کا مأمور بہ ہونا ثابت نہ ہوتا تو اس کے ضروری اور واجب ہونے کیلئے بس اتنا ہی کافی ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے قرآن مجید کو تجوید کے ساتھ نازل فرمایا ہے اور پھر وہ قرآن ہم تک بھی ہمارے مشائخ کے واسطہ سے تجوید کے ساتھ ہی پہنچا ہے۔لہٰذا اگر ہم تجوید کے ساتھ نہیں پڑھتے یا دوسروں کو اس کے موافق نہیں پڑھاتے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم اس امانت کی حفاظت نہیں کر رہے۔ (اَلتَّقْدِمَۃُ الشَّرِیْفِیَّۃُ صفحہ ۱۲۲)

حروفِ قرآنیہ کی اداء

شیخ التجوید حضرت مولانا قاری محمد شریف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بیشک جس طرح قرآن مجید کے الفاظ اور اس کا رسم الخط محفوظ ہے بعینہٖ اُسی طرح اُمّت کے پاس حروفِ قرآنیہ کی ادا اور اُن کا تلفّظ بھی محفوظ ہے اور اس بات کی قطعاً اجازت نہیں کہ جو شخص جس طرح چاہے قرآن مجید کے حروف وکلمات کو ادا کرے۔ بلکہ وہی ادا صحیح اور معتبر سمجھی جائیگی جو آنحضرت ﷺ کے عمل سے ثابت ہے اور جس طرح آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے تلاوت فرمائی۔

جس طرح قرآن مجید کے وہی معانی ومطالب صحیح سمجھے جائیں گے جو نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں اسی طرح قرآن مجید کے الفاظ کی ادا بھی وہی معتبر ہوگی جو نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تلاوت میں مُرعیٰ (رعایت کی جاتی) تھی۔

(مُعَلِّمُ التَّجْوِیْد صفحہ ۴۴)

تجوید کا مقصد

استاذ القراء حضرت قاری محمد اسمٰعیل پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تجوید کا اعلیٰ مقصد یہی دو چیزیں ہیں۔

(۱) **تصحیحِ** مخارج (۲) **تصحیحِ** صفات اگر کوئی شخص ان دونوں باتوں کو مدِ نظر نہیں رکھے گا جو کہ لوازمِ حروف سے ہے تو وہ حرف صحیح ادا نہ ہوں گے اور جب حرف صحیح ادا نہ ہوئے تو پھر قرآن کریم کی تلاوت بھی نہ رہی اور جب یہ نہ رہی تو نماز کہاں رہی؟

تنبیہ.... مسلمان مرد اور عورت پر لازم ہے بقدرِ ضرورت صحتِ قرآن کیلئے تجوید سیکھیں اگر قدرت رکھتے ہوئے نہ سیکھیں گے تو گنہگار ہوں گے۔ (عِذارُ القرآن صفحہ ۱۱۱)

تجوید کا ظاہری فائدہ

استاذ القراء حضرت مولانا قاری محمد شریف ؒ فرماتے ہیں کہ: اگر تجوید کو ملحوظ رکھ کر قرآن کی تلاوت کی جائے تو تلاوت کا حُسن دُوبالا ہو جاتا ہے اور حروف (پڑھنے میں) اچھے معلوم ہوتے ہیں، بشرطیکہ پڑھنے اور سننے والا ذَوقِ سلیم رکھتا ہو ورنہ بے ذَوق شخص کی شہادت تو کسی بھی کیفی امر میں معتبر نہیں اور اسمیں اس طرف اشارہ ہے کہ جب تجوید اتنی خوبیوں والی چیز ہے تو اس کا ترک عقلاً نامناسب ہے۔ (اَلتَّقْدِمَۃُ الشَّرِیْفِیَّۃُ صفحہ ۱۳۳)

تلاوت کے ظاہری و باطنی فائدے

جب کوئی شخص قرآن کی تلاوت کرتا ہے تو تلاوت کے انوار و تجلّیات اسے حاصل ہوں گے اور وہ تلاوت کے ثواب و فیوض اور برکات سے محروم نہیں رہے گا خواہ معنٰی و مفہوم کو وہ سمجھتا ہو یا نہ سمجھتا ہو، اسکی مثال بالکل ایسی ہے کہ آپ ایک پھل یا مٹھائی لاتے ہیں مجھے نہ اس کا نام معلوم ہے نہ میں اسکے خواص اور تاثیرات سے واقف ہوں مگر اس لاعلمی کے

باوجود اگر میں اس پھل یا شیرینی کو کھاتا ہوں تو اسکی حلاوت و شیرینی اور اسکے ظاہری و باطنی فوائد سے محروم نہیں رہوں گا۔ (فضائلِ حفاظِ القرآن صفحہ ۱۰۳ ملتان رصفحہ ۱۹۳ حاصل پور)

چار چاند

جزریٔ وقت القاری المقری رحیم بخش پانی پتیؒ فرماتے ہیں تجوید ضروری اور فرض تو ہے ہی کیوں کہ حروف کا صحیح ادا ہونا اسی پر موقوف ہے اور اسکے علاوہ اسمیں یہ خوبی بھی ہے کہ اس سے تلاوت میں زینت و خوبصورتی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اداء اور قرآءۃ میں رونق آ جاتی ہے۔

تنبیہ.... پس عاقل کیلئے کسی طرح زیبا (مناسب) نہیں کہ اس علم (علمِ تجوید) کو ترک کردے جس سے کلامِ الٰہی کی خوبیوں کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔

(اَلْعَطَایَا الْوَھْبِیَّۃُ صفحہ ۱۳۳ / تاریخ علمِ تجوید صفحہ ۲۹/۶)

عقلِ سلیم

استاذ تجوید حضرت مولانا قاری محمد شریفؒ فرماتے ہیں کہ: اگر تجوید کیساتھ (قرآن مجید پڑھنے) کی حقیقت اور قرآن مجید کے تجوید کیساتھ نازل ہونے اور پھر اس زمانے (موجودہ) تک تجوید کیساتھ پہنچنے کا مطلب سمجھ میں آجائے تو تجوید کی ضرورت سے انکار کی کسی عقلِ سلیم کو جرأت نہیں ہوسکتی۔ (اَلتَّقْدِمَۃُ الشَّرِیْفِیَّۃُ صفحہ ۱۲۷)

علمِ تجوید سیکھنا واجب علی العین ہے

حضرت مولانا قاری محمد اسماعیل پانی پتیؒ فرماتے ہیں کہ: تمام مسلمانوں کو نماز میں روزانہ پانچ وقت قرآن مجید پڑھنا پڑتا ہے لہٰذا ہر شخص کیلئے صحتِ تلفظ اور اسکے متعلقات کا معلوم کرنا ضروری ہے اور تجوید کے بغیر قرآن کی تلاوت کرنا لحن کہلاتا ہے۔

بعض علماء تجوید کے سیکھنے کو فرضِ عین اور اسکے ترک کرنے والے کو گنہگار کہتے ہیں۔

(عذار القرآن صفحہ ۳۸)

📖 .....حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی مدنیؒ فرماتے ہیں ہر بالغ (مرد ہو یا عورت اس) پر نماز فرض ہے اور نماز میں قراءت کرنا فرض ہے اسلئے بقدرِ مَا یَجُوْ زُبِہِ الصَّلٰوۃُ (جس سے نماز ہو جائے اتنی مقدار میں) قرآن کریم (قواعدِ تجوید) کا سیکھنا بھی ہر مسلمان پر فرض ہے۔نماز میں قراءت کرنا فرض ہے اور قرآن کا اس طرح صحیح پڑھنا واجب (اور ضروری) ہے جس طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔

تنبیہ.....کوئی شخص اَلْحَمْدُ کی جگہ اَلْھَمْدُ پڑھتا ہے اور اَلْعَالَمِیْنَ کی جگہ اَلْمِیْنَ پڑھتا ہے تو ظاہر ہے کہ قرآن میں تغیر وتبدیل کرتا ہے جس سے اِحتراز واجب اور لازم ہے اسی وجہ سے ہم نے تجوید کے اس حصّہ کو واجب علی العین کہا جس کے بغیر (لحن) جلی پیدا ہوتا ہے۔ (اَلتُّحفَۃُ الْمَرْضِیَّۃُ صفحہ ۴۵)

📖 .....وجوبِ تجوید کے متعلق کلام طویل و مقتضی تفصیل ہے مگر (تجوید کے) اتنی قدر کے ضروری ہونے میں کسی کو کلام نہیں کہ جس قِسم کی غلطیوں کا ذکر اُوپر ہوا ہے ان کی تصحیح واجب علی العین (فرض) ہے۔ (عماد الدّین صفحہ ۱۴۷)

📖 .....وجوبِ تجوید تصحیحِ قرآن اور تخصیصِ قواعدِ کلیہ فقہاء قرآن وحدیث سے ثابت ہے لہٰذا تجوید اِجماعاً واجب (علیٰ العین) ہے۔ (عذار القرآن صفحہ ۱۳۴)

📖 .....قراء کی اصطلاح کی رُو سے تو تمام ہی مسائل کا جاننا اور ان کے موافق عمل کرنا واجب ہے۔ (العطایا الوھبیہ صفحہ ۲۳)

📖 .....تَجْوِیْدُہٗ فَرْضٌ کَمَا الصَّلٰوۃِ: جَآءَ تْ بِہِ الْاَخْبَارُ وَالْاٰیَاتُ:
تجوید اس قرآن کی نماز کی طرح فرض ہے، جس پر آیات واحایث بکثرت وارد ہیں۔

📖....وَجَاحِدُ التَّجْوِيْدِ فَهُوَ كَافِرٌ : فَدَعْ هَوَاهُ اِنَّهُ لَخَاسِرٌ :
اور منکرِ تجوید، سووہ کافر ہے، پس اس کی ہوا و ہوس کو چھوڑ اسلئے کہ وہ خاسر ہے۔
(تفہیم التجوید صفحہ ۲۰۹)

فرضِ عین اور فرضِ کفایہ

شیخ التجوید استاذ القراء حضرت مولانا قاری عبدالخالق سہارنپوریؒ فرماتے ہیں کہ علمِ تجوید کا سیکھنا اور حاصل کرنا بہت ضروری ہے یعنی بقدرِ مَا يَجُوْزُ بِهِ الصَّلٰوةُ تجوید کیساتھ قرآن مجید پڑھنا فرضِ عین ہے اور اس کا علم فرضِ کفایہ ہے کمال قال ملاّ علی قاریؒ ،العلم به فرض كفاية والعمل به فرض عين بلکہ اسکی دلیل فرضیت میں یہ آیت پیش کرتے ہیں اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ. (پ ا، سورہ بقرہ) (تیسیر التجوید صفحہ ۸)

📖....حضرت مولانا قاری المقری مفتی سعید احمد سہارنپوریؒ فرماتے ہیں کہ تجوید کا حاصل کرنا فرضِ لازمی ہے اور جو شخص تجوید سے نہیں پڑھتا وہ گنہگار ہے تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ علمِ تجوید فرضِ کفایہ ہے بقوله تعالٰی وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً (آخر آیت تک سورۃ توبہ) اور عمل بالتجوید ہر صاحبِ قراءت (تلاوت کرنے والے) پر فرضِ عین ہے اگرچہ قراءت سنّت ہے۔
(القلائد الجوهريّه فى جيد المقدّمة الجزريّه صفحه ۱۰)

📖....علمی طور پر تجوید کا حاصل کرنا فرضِ عین نہیں بلکہ فرض کفایہ ہے۔ جیسا کہ "ابن غازی" اور "علی قاریؒ" کی عبارتوں سے ظاہر ہے۔ یعنی یہ ہر شخص کیلئے ضروری نہیں بلکہ اگر اُمت میں کچھ لوگ اس علم کو حاصل کرلیں تو سب کی طرف سے یہ کافی ہوجاتا ہے۔

(اَلتَّقْدِمَةُ الشَّرِيْفَةُ صفحہ ۱۲۴)

📖....قرآن مجید کو تجوید سے پڑھنا نماز کی طرح فرضِ عین ہے اور اسکا منکر کافر اور غیر منکر وغیرہ عامل فاسق و فاجر ہے۔ (تاریخ علمِ تجوید صفحہ ۳۰)

📖....اُمت کیلئے جس طرح قرآن مجید کے معنٰی کا سیکھنا، سمجھنا، اور اسکے احکام وحدود پر عمل

کرنا ایک عبادت وفریضہ ہے، اسی طرح اس پر قرآن کے الفاظ کا صحیح طور سے پڑھنا اور اسکے حروف کا منقول وثابت طریق کے موافق ادا کرنا بھی لازم وفرض ہے۔ اور یہ طریقہ وہ ہے جسے ''تجوید وتصحیح اور ترتیل'' سے مَوْسُوْم کرتے ہیں پس قرآن مجید کے حروف کا اس حد تک صحیح پڑھنا، کہ اس سے حروف میں گھٹاؤ بڑھاؤ تبدیلی اور اِعراب کی غلطی پیدا نہ ہو۔ اور قرآن کے معانی نہ بگڑیں۔ ہر مسلمان پر فرضِ عین ہے۔ (تاریخ علمِ تجوید صفحہ ۳)

📖 .....جو شخص کلام اللہ کے صحیح وعربی اور فصیح تلفظ واَدا کے موافق درست اور عمدہ طریق پر ادا کرنے کی طاقت رکھتا ہے اور اس کے باوجود وہ اپنی بے نیازی وخود مختاری، مطلق العنانی وخود غرضی اور اپنے حفظ وضبط یا فضل وکمال پر اعتماد کرتے ہوئے اور (ایسے) عالم کی طرف رجوع کرنے سے اِستکبار و اِستنکاف (تکبر وغرور اور حیاوشرم) کرتے ہوئے (جو اسے قرآن کے صحیح تلفظ سے واقفیت بخشے) اُس تلفظ کی طرف عدول وانتقال کرتا ہے جو فاسد وغلط اور عجمی وعامی اور قبیح (لحن) اور بدنما ہے ایسا شخص بلاشبہ کوتاہ وقصوروار، گنہگار اور کتاب اللہ کے متعلق بددیانت وجعل ساز اور خائن ہے۔ (تاریخ علمِ تجوید صفحہ ۴)

📖 .....قاری پر لازم وواجب ہے کہ قرآن کی تلاوت اسی طرح کرے جس طرح تلاوت کا حق ہے تا کہ قرآن لحن وتبدیلی سے محفوظ مصئون رہے۔ (تاریخ علمِ تجوید صفحہ ۵)

📖 .....قرآن مجید کو تجوید وتصحیح سے پڑھنا ہر اس شخص پر واجب ولازم ہے جو قرآن کے کسی بھی حصہ کی تلاوت کرے نماز میں پڑھے خواہ اس سے باہر نیز قدرِ مفروض پڑھے خواہ اس سے زائد بہر حال تجوید کی رعایت رکھنا ضروری ہے کیونکہ قرآنی الفاظ میں تغیر وتبدل کرنے اور انکے تلفظ میں لحن وخطا کے پیدا کرنے کی کسی وقت اور کسی حال میں بھی رُخصت ووسعت نہیں دی جاسکتی چنانچہ اِرشادِ باری ہے ''قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا غَیْرَ ذِیْ عِوَجٍ'' (سورئہ زمر) یعنی قرآن خالص عربی ہے جس میں کجی اور ٹیڑھا پن نہیں ہے۔ (تاریخ علمِ تجوید صفحہ ٦)

📖 .....حروف کا اُن کے مقرر مخرجوں اور لازمی صفتوں کی رعایت سے ادا کرنا پس قاری

کیلئے " تجوید کی اتنی مقدار پر عمل کرنا واجب عین ہے اور اسکا تارک گنہگار ہے۔

(تاریخ علمِ تجوید صفحہ ١٢)

📖.... اِعلاء السنن میں تجوید کے وجوب کے باب میں ایک حدیث ہے جس میں یہ ہے کہ ایک صحابی غلط پڑھ رہے تھے۔ اس پر آپ نے دوسرے صحابہؓ سے فرمایا " اَرْشِدُوْا اَخَاکُمْ " (تم اپنے بھائی کو پڑھنے کا درست اور صحیح طریقہ بتلادو)۔ (تاریخ علمِ تجوید صفحہ ٢٥،٣٣)

📖.... قرآن مجید کی تلاوت میں مخلوق پر صرف اتنی بات فرض کی گئی ہے کہ وہ مخارج وصفات کو اسی طرح صحت اور درستی کیساتھ ادا کریں، جس طرح روزمرہ کی بول چال میں ان کی عادت ہے اور وہ یہ ہے کہ حروف کی درستی اور جدائی کا خیال رکھتے ہیں (مثلاً اَکْلٌ جو کھانے کے معنٰی میں ہے اسے اَکْلٌ ہی کہتے ہیں اور عَقْلٌ نہیں کہتے جو سمجھ اور دانش کے معنٰی میں ہے) پس اسی طرح تلاوت میں بھی اتنا خیال رکھنا ضروری ہے۔ کہ کلمہ اپنے انہی حروف سے ادا ہو جن سے وہ قرآن میں آرہا ہے یہ نہ ہو کہ بے پرواہی کر کے اسکے حروف کو بدل دے پس جب اتنی رعایت ہو گی تو تلاوت کا ظاہری حق ادا ہو گیا۔ (تاریخ علمِ تجوید صفحہ ٣٧)

📖.... تلاوت میں مخارج وصفات کی رعایت تو ضرور رہے۔ ورنہ قرآن کی عبادت دوسری عبادتوں سے بدل جائیگی، لیکن پوری توجہ انہی دونوں چیزوں پر صرف نہ کر ڈالے، بلکہ اصلی مقصود کی طرف بھی ضرور متوجہ رہے۔ اور وہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ کے خوش کرنے اور ان کا قرب حاصل کرنے کی نیت سے تلاوت کرے اور قرآن کے معانی و مطالب میں تفکّر و تامّل کرے چنانچہ لِیَدَّبَّرُوْٓا اٰیٰتِہٖ (سورۂ صٓ) میں قرآن کے نزول کا یہی مقصد بیان فرمایا ہے۔ (تاریخ علمِ تجوید صفحہ ٣٩)

📖.... حضرت علامہ سیوطیؒ اَلْاِتْقَان فِی علومِ القراٰن میں فرماتے ہیں کہ اسمیں ذرا بھی اختلاف نہیں کہ علم تجوید کا حاصل کرنا فرضِ کفایہ اور اسکے موافق قرآن مجید پڑھنا فرضِ عین ہے۔ (مُعلِّمِ التَّجْوِید صفحہ ٥٤)

📖.... حضرت مُلّا علی قاری حنفیؒ فرماتے ہیں کہ اس بات میں کسی کا اختلاف نہیں کہ تجوید کے قوانین (اُصول وضوابط) کا جاننا فرضِ کفایہ ہے اور انکے موافق عمل کرنا قاری پر فرضِ عین ہے۔ (اَلْمُرْشِدُ صفحه ۵۰ /تاریخ علمِ تجوید صفحہ ۲۸)

📖.... حضرت علاّمہ الجوینیؒ فرماتے ہیں کہ (علمِ تجوید کے) فرضِ کفایہ ہونے میں یہ راز رکھا گیا ہے کہ اس سے تواتر کی تعداد منقطع نہ ہونے پائے اور اس طرح قرآن کریم تبدّل وتحریف (تبدیل) ہونے سے محفوظ رہے۔

تنبیہ.... مسلمانوں کا ایک گروہ یہ فرض ادا کرتا رہے گا تو باقی سب لوگ اس ذمہ داری سے بری ہوجائیں گے بصورتِ دیگر سب کے سب حفاظتِ قرآن نہ کرنے کے جرم میں ماخوذ (جوابدہ) ہوں گے۔ (اَلْمُرْشِدُ صفحه ۵۰)

📖.... اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن مجید کو وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلاً کے موافق مُجَوَّد اور مُرَتَّل نازل فرمایا ہے اسلئے اسمیں تغیّر (رَدّ وبدل) حرام ہے خواہ تبدّل حرف بحرف ہو یا حرکت بحرکت یا اختلالِ صفات ومخارجِ حروف میں سے ہو اِجماعاً حرام ہے جس کی تفصیل کتبِ قراءت میں مدلّل مبین ہے۔ (عذرا القرآن صفحہ ۱۳۴)

📖.... حضرت ملاّ علی قاریؒ المنح الفکریه شرح المقدمة الجزریه میں فرماتے ہیں یعنی اسمیں کسی کا نزاع نہیں کہ تجوید کے قواعد کا جاننا فرضِ کفایہ ہے۔ اور ان کے موافق عمل کرنا ہر قراءت وروایت میں فرضِ عین ہے گو نفسِ تلاوت مسنون ومستحب ہے نہ کہ فرض وواجب۔ (تفہیم التجوید صفحہ ۲۰۸/مُعَلِّم التَّجْوِیْد صفحہ ۵۴/کمالُ الفرقان صفحہ ۱۰)

📖.... استاذ الاساتذہ حضرت مولانا قاری محمد طاہر رحیمی مدنی ؒ فرماتے ہیں کہ اس علم (تجوید) کے قاعدوں کا یاد کرنا فرضِ کفایہ ہے کہ اڑتالیس میل کی حد میں ایک ماہرِ تجوید وعالمِ فن کا ہونا ضروری ہے ورنہ سب کے سب گنہگار رہوں گے۔ اس علم کے قواعد کے مطابق صحیح پڑھنا ہر عاقل بالغ (مرد وعورت) پر فرضِ عین ہے یعنی اس حد تک کہ حروف اور معانی میں تبدیلی

پیدا نہ ہو اور اس سے زائد مستحب ہے، پھر تجوید کا وجوب قرآن وسنت، اِجماع، قیاس، فقہ واقوالِ علماء بھی سے ثابت ہے۔ (کمالُ الفرقان صفحہ۹/ تاریخ علمِ تجوید صفحہ۱۱)

....استاذ القراء حضرت مولانا قاری ابوالحسن اعظمی مدظلہٗ فرماتے ہیں کہ فرضیتِ عمل تجوید کا ثبوت کتاب، سنت اور اِجماع تینوں سے ہے۔

(النفحة العنبرية شرح المقدمة الجزريه صفحه ۲۰۵)

....جاننا چاہیئے کہ تجوید کی فرضیت کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ ﷺ اور اجماعِ اُمت سے بتواتر ثابت ہے۔ (تفہیم التجوید صفحہ۲۰۵)

تجویدِ قرآن کی مقدارِ فرض

اس قدر ترتیل جس سے حروف صحیح ہوں فرض ہے۔

(فتاویٰ دارالعلوم دیوبند جلد۴ صفحہ۸۹)

....شیخ المشائخ فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت مفتی رشید احمد لدھیانویؒ (متوفی ۱۴۲۲ھ) فرماتے ہیں حروفِ متشابہہ ظا. ضاد ذال. زا. اور سین. صاد. ثا. تا. وطا میں فرق سیکھنا فرض ہے۔ (احسن الفتاویٰ جلد۳ صفحہ۸۶)

تنبیہ....جب فرضیتِ تجوید کا ثبوت ہو گیا تو لامحالہ ترک پر گناہ ہوگا۔ (نفحة العنبريه صفحہ۲۰۹)

بغیر تجوید کے تلاوت

حضرت مولانا قاری محمد شریفؒ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو نازل بھی تجوید ہی کے ساتھ فرمایا ہے' اور اسکی تلاوت بھی ترتیل وتجوید کے ساتھ کرنے کا حکم دیا ہے' اور پھر وہ قرآن ہمارے مشائخ کے ذریعے ہم تک بھی تجوید ہی کے ساتھ پہنچا ہے' تو پھر اسکے تجوید کے ساتھ پڑھنے کے ضروری ہونے سے انکار کی کوئی وجہ نہیں۔ امام جزریؒ کا یہ ارشاد

وَالْاَخْذُ بِالتَّجْوِيْدِ حَتْمٌ لَّازِمٌ مَنْ لَّمْ يُجَوِّدِ الْقُرْاٰنَ اٰثِمٌ

بالکل حق ہے اور درست ہے کہ "قرآن کو تجوید کے ساتھ پڑھنا ازبس ضروری ہے اور جو شخص قرآن مجید کو تجوید کے ساتھ نہیں پڑھتا وہ گنہگار رہے"۔ (اَلتَّقْدِمَۃُالشَّرِیْفِیَّۃ صفحہ ۱۳۰)

📖 ....تجوید کے موافق پڑھنا واجب اور فرضِ عین ہے۔ یعنی یہ ہر شخص کیلئے ضروری ہے کہ تجوید کے موافق پڑھے، ورنہ غلط پڑھنے والا گنہگار ہوگا، اسلئے کہ وہ قرآن مجید کو اس طرح نہیں پڑھتا، جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو نازل فرمایا ہے بلکہ اس کے خلاف پڑھتا ہے اور ایسے شخص کے گنہگار ہونے میں کیا شک ہوسکتا ہے۔ (اَلتَّقْدِمَۃُالشَّرِیْفِیَّۃ صفحہ ۱۲۴)

📖 ....ناظمؒ کا یہ اِرشاد کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کو تجوید کیساتھ نازل فرمایا ہے، سو اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اُس فصیح عربی زبان میں اور اُس کا خالص عربی تلفظ کے ساتھ نازل فرمایا ہے، جو آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا تھا۔ (اَلتَّقْدِمَۃُالشَّرِیْفِیَّۃ صفحہ ۱۲۸)

ترکِ تجوید حرام ہے

امامِ القراء حضرت قاری فتح محمد پانی پتی مہاجر مدنیؒ فرماتے ہیں جو شخص قرآن کو تجوید سے نہ پڑھے وہ گناہ گار ہے اس سے نکل آیا کہ تجوید کا ترک حرام ہے کیونکہ حرام وہ فعل ہے جس کرنے پر عذاب ہوتا ہے اور اسکے ترک پر ثواب ملتا ہے۔

(تجوید کی ضرورت کے متعلق مفید تنبیہ صفحہ ٤٦/ تاریخ علم تجوید صفحہ ۲۹/ تفہیم التجوید صفحہ ۲۱۱)

📖 ....جوکوئی قرآن کو تجوید کے خلاف پڑھتا ہے وہ قرآن کے علاوہ کوئی اور کتاب پڑھتا ہے پس جب تجوید کے ترک کرنے سے قرآن قرآن نہیں رہتا تو اس کا فرض اور ضروری ہونا ظاہر ہے۔ (تسہیل القواعد صفحہ ۸٦)

غیرِ قرآن کی تلاوت

نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذریعہ اسی ترتیل و تجوید والی کیفیت کیساتھ حق

تعالیٰ شانہٗ کے دربار سے ہم تک پہنچا ہے اور اس سے نکل آیا کہ قرآن مجید اسی کلام کا نام ہے جو ترتیل (تجوید) پر مشتمل ہو اور جو تلاوت ترتیل کے بغیر ہو وہ غیرِ قرآن کی تلاوت ہوگی پس جب تجوید کے ترک سے قرآن کلامِ الٰہی نہیں رہتا بلکہ اور کلام بن جاتا ہے تو اس سے ثابت ہوا کہ تجوید پر عمل کرنا واجب بلکہ فرضِ عین ہے۔ (اَلْعَطَایَاالْوَھْبِیَّۃُ صفحہ ۱۲۷)

📖 ....اگر کسی نے ترتیل وتجوید سے قرآن مجید نہ پڑھا تو گویا اس نے اسکو اس صفت کیساتھ نہ پڑھا کہ جس صفت پر وہ نازل ہوا ہے اور نہ وہ اس ثواب کا مستحق ہوگا جس کا وعدہ تلاوتِ قرآن پر فرمایا گیا ہے۔ (فوائدِ مَرْضِیَّۃُ صفحہ ۷۴)

قسم جھوٹی نہ ہوگی

حضرت امامِ جزریؒ فرماتے ہیں اگر کوئی تجوید کے خلاف قرآن کریم پڑھے۔ اور دوسرا سنے اور (سننے والا اگر تجوید کا ماہر ہو اور وہ) قسم کھالے (کہ یہ شخص صحیح نہیں پڑھ رہا) تو یہ اسکی قسم جھوٹی نہ ہوگی۔ (اَلْعَطَایَاالْوَھْبِیَّۃُ صفحہ ۱۳۰/ آدابِ تلاوت صفحہ ۳۷/ کمالُ الفرقان صفحہ ۱۰)

نافرمانی

استاذ الاساتذہ حضرت مولانا قاری رحیم بخش پانی پتیؒ فرماتے ہیں کہ: جو اپنی قراءت میں تجوید کے قواعد کا خیال نہ رکھے وہ اپنی اس نافرمانی (یعنی تجوید کے خلاف پڑھنے) کے سبب گنہگار ہے۔ (اَلْعَطَایَاالْوَھْبِیَّۃُ صفحہ ۱۳۰/ آداب تلاوت صفحہ ۳۸)

☆....قاریٔ قرآن بلا تجوید امام شافعیؒ کے نزدیک فاسق ہے۔ (اَلنَّفْحَۃُ الْعَنْبَرِیَّۃُ صفحہ ۲۰۸)

اپنا خیال معتبر نہ ہوگا

فقہاءِ کرامؒ نے بھی لکھا ہے کہ قرآن مجید کا تجوید سے پڑھنا واجب اور نہایت ضروری ہے کیونکہ غلط پڑھنے سے معنیٰ بعض دفعہ اس حد تک بدل جاتے ہیں کہ نماز فاسد ہو جاتی ہے

اور لکھا ہے کہ اس بارہ میں خود اسکا (یعنی تلاوت کرنے والے کا) اپنا خیال معتبر نہ ہوگا بلکہ کسی محقق اور ماہر قاری کی گواہی ضروری ہوگی اور اگر تصحیحِ حروف کی کوشش نہ کریگا تو اس کی نماز نہ ہوگی۔ (کمال الفرقان صفحہ ۱۰)

📖..... ہر علم وفن میں اُنہی لوگوں کے تعامل اور اُنہی کے کلام کا اِعتبار ہوا کرتا ہے جو اس فن میں ماہر ہوتے ہیں عام پڑھنے والوں کا کوئی اِعتبار نہیں فقط۔ **واللہ اعلم**

(اَلتَّقْدِمَۃُ الشَّرِیْفِیَّۃُ صفحہ ۱۳۰)

کوشش کرنا واجب ہے

استاذ القرا حضرت مولانا قاری محمد شریفؒ فرماتے ہیں کہ: قرآن مجید کو صحیح پڑھ سکنے کیلئے اس وقت تک کوشش کرتے رہنا واجب ہے جب تک کہ الفاظ صحیح ادا کر سکنے کی امید نہ ہو جائے۔ فقہاءِ کرامؒ نے اس بات کو پوری وضاحت کیساتھ بیان فرمایا ہے کہ صحتِ نماز کیلئے قرآن مجید کا صحیح پڑھنا ضروری ہے۔

اگر کوئی شخص تصحیحِ حروف کی کوشش نہیں کریگا اور حروفِ قرآنیہ کو غلط سلط ہی ادا کرتا رہے گا تو گنہگار ہوگا اور اسکی نماز نہ ہوگی۔ فقہ کی بڑی بڑی کتابوں میں یہ مسئلہ موجود ہے۔

اگر ایک شخص تصحیحِ حروف کی اِمکان بھر کوشش کرتا ہے لیکن پھر بھی صحیح نہیں پڑھ سکتا تو وہ معذور ہے ایسا شخص گناہگار نہیں اور اسکی نماز بھی درست ہے لیکن سیکھتے اور کوشش کرتے رہنا بہر حال ضروری ہے۔ (مُعَلِّمِ التَّجْوِیْد صفحہ ۵۵)

📖..... حضرت مولانا قاری محب الدین اِلٰہ آبادیؒ فرماتے ہیں کہ ترتیل کے سیکھنے میں ہرگز کوتاہی اور غفلت نہ کرنا چاہیئے ورنہ سمجھ لیں کہ ان کا عذر دُنیا اور آخرت میں نہیں چلے گا نہایت افسوس کی بات ہے کہ چاہے عمر بھر کی نماز ناقص ہو لیکن صحتِ صلوٰۃ کیلئے صحتِ قراءت میں کوشش نہ کی جائے۔ (تنویرُ المِراءت صفحہ ۳۱)

📖 ..... علمِ تجوید جس سے کہ تصحیح حروف کی ہوجاوے کہ جس سے معانی قرآن شریف کے نہ بگڑیں یہ فرضِ عین ہے مگر عاجز معذور ہے۔ (تالیفاتِ رشیدیہ صفحہ ٢٦٩/ تاریخ علم تجوید صفحہ ٣٠)

📖 ..... ہر شخص پر لازم ہے کہ وہ تمام حروفِ تہجی اور بالخصوص حرف ضـــادِ معجمہ (نقطہ والا) کی (کیونکہ) یہ تمام حروف میں اَصْعَبُ الحروف ہے (یعنی ادائیگی کے اعتبار سے سب سے زیادہ مشکل ہے اسلئے تمام حروف کی) کسی ماہر استاذِ مجوِّد سے ادائیگی سیکھے اور خوب مشق کرے اگر بھرپور کوشش کے بعد بھی نہ آئے تو وہ معذور ہے اور باوجود قدرت وطاقت رکھنے کے نہ سیکھے تو سخت گنہگار ہے۔ (عِذارُ القرآن صفحہ ١٣٣)

📖 ..... جو (شخص) حروف کے صحیح ادا کرنے پر قادر نہ ہو اس پر فرض ہے کہ رات کی ساعتوں اور دِن کے حصّوں میں (اکثر اوقات) حروف کو صحیح کرنے میں محنت کرتا رہے۔ پس اگر کوشش کے باوجود حروف کی دُرستی مُیَسَّر نہ آئے تو وہ اس بارے میں معذور ہے اس پر کوئی گناہ نہیں کیونکہ اس نے اپنی طاقت بھر کوشش خرچ کر ڈالی۔

(اَلْعَطَایَاالْوَھْبِیَّہ صفحہ ١٣١ /فضائل حفاظ القرآن ص ٣١٤ ملتان/ص ٢٠١ حاصل پور/ تاریخ علم تجوید ص ٢٩)

📖 ..... جو شخص کسی حرف کے صحیح تلفّظ پر قادر نہ ہو اُس پر تصحیح کی کوشش میں لگا رہنا فرض ہے، جب تک صحیح تلفّظ پر قدرت نہ ہو۔ (احسن الفتاویٰ جلد ٣ صفحہ ٩٩)

📖 ..... جو شخص حرفوں کو اچھی طرح ادا نہیں کرسکتا اس کو چاہیئے کہ کوشش کرتا رہے اگر کوشش چھوڑ دی تو نماز فاسد ہوگی۔ (کمالُ الفرقان صفحہ ١٣)

📖 ..... جو شخص حرفوں کو اچھی طرح ادا نہیں کرسکتا تو اسکو چاہیئے کہ کوشش کرتا رہے اگر کوشش چھوڑی تو نماز فاسد ہوگی (البتہ) لحنِ جلی سے بچنا فرضِ عین ہے اور عوام الناس کی نمازیں عمومِ بلویٰ (عام طور پر مبتلا ہونے) کی بناء پر درست ہیں تاکہ حرج اور تنگی لازم نہ آئے لیکن کوشش کرتے رہنا (بہر حال) ضروری ہے۔ (کمالُ الفرقان صفحہ ١٣)

عُموم بلوٰی کا مطلب

لغت میں ,,بلویٰ،، مصیبت، آزمائش، سختی وغیرہ کو کہتے ہیں (بیان اللّسان)

📖.... فقہاء کی اِصطلاح میں ,,عمومِ بلوٰی،، سے ایسی عمومی حالتِ اِضطراری مراد ہے جس سے بچنا مُحال نہیں تو مشکل ضرور ہو۔ ایسی حالت میں شریعت نے کچھ رخصت دی ہے مگر اس طرح کی رخصتوں کو عام قاعدہ اور ضابطہ بنالینا شریعت کی منشاء کے بالکل خلاف ہے مثلاً کوئی شخص نماز کیلئے بارش کے گندے پانی سے گذر گیا یا بارش کی گندی چھینٹیں کپڑوں پر پڑ گئیں تو ایسی مجبوری کی حالت میں ان ہی کپڑوں میں نماز ہو جائیگی۔

شرعی رخصت کو فقہاءِ کی اِصطلاح میں عمومِ بلویٰ کہتے ہیں۔ لیکن اس رخصت کا یہ مفہوم ہرگز نہیں کہ بارش کا گندا پانی اور بارش کی گندی چھینٹیں پاک ہیں بلکہ حتی الامکان اس سے بچنا ہی ضروری ہے اسی طرح وقف وابتداء کی غلطیوں سے بچنا ضروری ہے جو سیکھنے کے بغیر مشکل ہے۔ (مُعَلِّمُ الْاَدَاءُ صفحہ ۵۸)

اہم تنبیہ.... بڑی غلطیاں عمومِ بلوٰی کی بنا پر عام لوگوں کیلئے تو کسی درجہ میں معاف ہیں مگر اہلِ علم کیلئے کسی طرح بھی تسامح (چشم پوشی) کی گنجائش نہیں۔

وقف وابتداء کی غلطیوں میں عام لوگ تو عمومِ بلوٰی کی بنا پر معذور سمجھے جائیں گے، مگر اہلِ علم اس سے بریٔ الذّمہ نہیں ہو سکتے۔ ان کیلئے علم کا سیکھنا ہی ضروری ہے۔

فقہاءِ کرام کا فتویٰ ہے کہ قاری کی نماز اُمّی یعنی غیر قاری کے پیچھے جائز نہیں۔ اور یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ فقہاء کی اصطلاح میں غیر قاری کو اُمّی کہتے ہیں۔

فقہاء کے نزدیک ترتیل کے دونوں جزء یعنی تجوید و معرفۃ الوقوف غیر ضروری اور امرِ زائد کے حکم میں ہوتے تو غیر قاری کیلئے ,,اُمّی،، اصطلاح وضع نہ کرتے۔

(مُعَلِّمُ الْاَدَاءُ صفحہ ۵۷)

اُمّی کا حکم

(امّی) کا حکم یہ ہے کہ قرآن مجید میں صحیح پڑھنے کا ارادہ کرے اگر زبان سے (لفظ) غلط نکلے تو مجبوراً فقہاءِ کرامؒ نے فتویٰ اسکی نماز کے جواز کا دیا ہے۔

جواز کا مطلب

استاذ الاساتذہ حضرت مولانا قاری محمد اسماعیل پانی پتیؒ فرماتے ہیں کہ: جواز کا یہ مطلب نہ سمجھنا چاہیئے کہ روایاتِ معذور کو سُن کر تلاشِ استاذ اور فکرِ تعلیم ہی چھوڑ بیٹھے اگر ایسا کیا تو وہ شخص بلا شک خائن کتابُ اللہ میں اور مُخرِب قرآن (قرآن مجید میں گڑ بڑ کرنے والا) ہے اسکی نماز ہرگز جائز نہیں حاصل یہ ہے کہ جیسے نماز بدونِ اداءِ ارکان تکبیر، قیام، قراءت، رکوع وسجود اور قعدہ کے باطل ہے ایسے ہی قراءتِ قرآن بلا تجوید یعنی مُنَزَّلُ مِنَ اللّٰهُ کے خلاف باوجود پوری قدرت وطاقتِ تصحیح کے ہو باطل ہے تو ایسے ہی بغیر قراءتِ قرآن صحیح نماز بھی باطل ہے مگر تین شخص تصحیح سے مستثنیٰ ہیں۔

(۱)...امّی قبل التّعلیم (جو بالکل ان پڑھ ہو)

(۲)....معذور قبل التّعلیم اور بعدِ تعلّم کے (جو تعلیم سے پہلے بھی قدرت نہ رکھتا ہو اور سیکھنے کے بعد بھی عاجز ہو)

(۳)....معذور معدوم الاستاذ (ایسا شخص جس کو تعلیم کا ماحول اور استاذ نہ مل سکا ہو) سوائے ان تینوں کے اور کوئی وجوبِ تجوید سے خارج نہیں ہوسکتا بلکہ عذر رفع ہونے کے بعد یہ بھی ماخوذ ہیں۔ (یعنی قابلِ مؤاخذہ ہیں) (عذاز القرآن صفحہ ۱۳۴)

📖 ....ضادِ معجمہ کی جگہ ظا معجمہ یا دال مہملہ مفخّم یا غین معجمہ عمداً پڑھنا مفسدِ نماز ہے اور نماز معذور مطاوع اللّسان (بغیر تکلیف کے) یا امّی کی تا وقت تصحیحِ قرآن ضرورۃً جائز ہے بصورت دیگر معذور ہے عمداً قرآن مجید اساتذہ ثقہ سے نہ سیکھنا اور باوجود قدرت کے تصحیح نہ کرنا اور بغیر

حاصل کئے اپنے جاہلانہ طریقہ پر پڑھنے کی صحت وجواز پر مغرور رہنا۔ اللہ اور اسکی کتاب کے اور رسول اللہ ﷺ کیساتھ خیانت ہے۔ فارسی کے شاعر نے کیا خوب کہا

آنکس کہ نداند و بداند کہ بداند　　　در جہلِ مرکب ابدُ الدّہر بماند

یعنی جو شخص کسی بات کو نہیں جانتا اور خود یہ سمجھتا ہے کہ میں جانتا ہوں وہ تمام عمر جہلِ مرکّب میں مبتلا رہے گا اور ہرگز اپنی اصلاح نہیں کر سکے گا۔ (عِذارُ القرآن صفحہ ۱۳۵)

📖 ....قرآن پاک کو صحیح صحیح اطمینان اور ترتیل سے پڑھنے کا بھی حکم ہے پس جو شخص دنیا میں صحیح نہ کریگا وہ آخرت میں بھی خسارہ میں رہے گا اور اسکو یہ درجات حاصل نہ ہوں گے کیونکہ قرآن کو تجوید سے پڑھنا ہر شخص پر نماز کی طرح فرضِ عین ہے جو اس پر عمل نہیں کریگا وہ ثواب کے بجائے عذاب کا مستحق ہوگا۔

(فضائلِ حُفّاظِ القرآن ملتان صفحہ ۱۵۰۰/صفحہ ۶۲ ۷ حاصل پور)

تجوید سے پڑھنا فرضِ عین ہے

فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فتاویٰ رشیدیہ میں فرماتے ہیں علمِ تجوید جس سے تصحیح حروف کی ہو جائے جس سے معانی قرآن کریم نہ بگڑیں یہ فرضِ عین ہے مگر عاجز (بحکمِ محقق شیخ) معذور ہے اور اس سے زیادہ علمِ قراءت و تجوید فرضِ کفایہ ہے۔ پس قرآن کریم کے حروف کا اس حد تک صحیح پڑھنا کہ اس سے حروف میں گھٹاؤ بڑھاؤ تبدیلی اور اِعراب (زبر، زیر، پیش) کی غلطی پیدا نہ ہو اور قرآن کے معانی نہ بگڑیں اور ہر حرف دوسرے سے ممتاز اور نمایاں اور مستقل معلوم ہو ہر مسلمان پر فرضِ عین ہے۔ ●..مرد ہو خواہ عورت ●..عربی ہو یا عجمی ●..احمر ہو یا اسود ●..نماز کے اندر ہو یا باہر ●..حفظ پڑھے یا ناظرہ ●..تھوڑا پڑھے یا زیادہ ●..مجمع میں پڑھے یا اکیلے بہر صورت ہر وقت اور ہر حالت میں اس حد تک قرآن کریم کا مجوّد اور صحیح پڑھنا فرضِ عین ہے اور غیرِ صحیح طریق پر تلاوت کرنے والا مرتکب حرام و گنہگار ہے اور اسکی ضرورتِ فرضیّت کا منکر سخت گنہگار ہے۔ (کمال الفرقان صفحہ ۸)

📖....(حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ) میں کہتا ہوں کہ تجوید کا سیکھنا فرض ہے، کیونکہ قرآن عربی زبان میں ہے، جس کا عربی میں پڑھنا فرض ہے، اور عربیّت کے مُوافق صحیح تلفّظ بدونِ تجوید کے نہیں آسکتا، تو تجوید کا سیکھنا فرض ہوا صاحبو! چاہے آپ اپنی کم ہمتی کی وجہ سے اِدھر متوجہ نہ ہوں مگر تجوید کی فی نفسہٖ بہت ضرورت ہے۔ (اشرف الجواب صفحہ ۲۹۴)

📖....تجوید کے موافق پڑھنا واجب اور فرضِ عین ہے یعنی ہر شخص کیلئے ضروری ہے کہ تجوید کے موافق پڑھے ورنہ غلط پڑھنے والا گنہگار ہوگا اسلئے کہ وہ قرآن کو اس طرح نہیں پڑھتا جس طرح کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اسکو نازل فرمایا ہے بلکہ اِسکے خلاف پڑھتا ہے اور ایسے شخص کے گنہگار ہونے میں کیا شک ہوسکتا ہے۔ (التّقد مۃُ الشّریفیّہ صفحہ ۱۲۴)

📖....تمام امّت کا اِجماع ہے کہ بقدرِ ضرورت قرآن مجید کا صحیح پڑھنا ہر شخص پر لازم ہے اسلئے کہ نماز میں قراءتِ قرآن فرض ہے اور قرآن مجید تجوید کے ساتھ پڑھنا فرض ہے۔

(عذرِ ارالقرآن صفحہ ۳۸)

تجوید کی رعایت نماز اور غیر نماز میں

(اگر قرآن مجید) ترتیل کے خلاف پڑھا گیا تو نماز نہ ہونے کا خوف ہے اسلئے کہ بعض مرتبہ غلطی سے معنیٰ فاسد ہوجاتے ہیں جس سے نماز بھی فاسد ہوجاتی ہے جیسا کہ کبیری شرح مُنیہ میں ہے۔

تنبیہ....کسی نے اَللّٰہُ الصَّمَدُ میں صاد کی جگہ سین پڑھ دیا تو نماز فاسد ہوگئی جو سجدہ سہو سے بھی صحیح نہیں ہوسکتی تاوقتیکہ قرآن مجید صحیح نہ پڑھا جائے۔

تنبیہ....کسی نے ایسی غلطی کی کہ نماز فاسد نہیں ہوئی تو جس قدر نماز میں قرآن مجید غلط پڑھا گیا اُسی قدر نماز میں بھی نقصان لازم آئیگا کوئی عقلمند اسکو پسند نہ کریگا کہ تھوڑی غفلت سے عمر بھر کی نماز ناقص ہو۔ (تنویرُ الُمراءات صفحہ ۳۱)

📖....تجوید کا فرض ہونا اُن فرائض میں سے نہیں جو نماز کے ساتھ مخصوص ہیں (یعنی یہ نہیں

کہ نماز میں تو قرآن کا تجوید سے پڑھنا فرض ہو اور نماز سے الگ فرض نہ ہو) بلکہ تلاوت کا مستقل فرض ہے کہ خواہ نماز میں پڑھے خواہ باہر ہر حال میں تجوید سے پڑھنا فرض ہے۔

(اَلْعَطَایَا الْوَھْبِیَّۃُ صفحہ ۱۳۱ / تاریخ علمِ تجوید صفحہ ۳۱)

📖 .... کسی نے رمضان کے دنوں میں ظہر کی نماز پڑھی لیکن روزہ نہیں رکھا تو یہ روزہ نہ رکھنے کے سبب گنہگار تو ہوگا لیکن اس کی نماز فاسد نہیں ہوگی (اسی طرح اگر کسی نے نماز سے باہر قرآن کی تلاوت تجوید کے خلاف کی لیکن نماز میں صحیح پڑھا تو اب یہ گنہگار تو ہوگا لیکن نماز میں خلل نہیں آئے گا پس نکل آیا کہ نماز سے باہر بھی تجوید سے پڑھنا فرض ہے) پس تجوید کا حکم نماز ہی کی تلاوت کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر تلاوت کیلئے عام ہے۔

(فضائلِ حُفّاظِ القرآن صفحہ ۳۱۴ ملتان/صفحہ ۲۰۱ حاصل پور)

📖 .... حضرت قاری رحیم بخش پانی پتیؒ و حضرت قاری محمد طاہر مدنیؒ فرماتے ہیں کہ یہ بھی فرضِ عین ہے کہ قرآن شریف کا جو حصہ نماز سے باہر بھی پڑھ اس کو بھی بالکل صحیح پڑھ۔

(اَلْعَطَایَا الْوَھْبِیَّۃُ ص ۱۳۱ / فضائلِ حُفّاظِ القرآن صفحہ ۳۱۳ ملتان/صفحہ ۲۰۱ حاصل پور/ تاریخ علم تجوید صفحہ ۲۹)

📖 .... حق تعالیٰ شانہٗ کے ارشادِ عالی وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا وغیرہ کی رُو سے اتنی مقدار میں تجوید کا حاصل کرنا اور اس کا سیکھنا فرض ہے جس سے حروف اپنے تلفظ میں جدا اور ممتاز ہو جائیں اور ہر ایک حرف کی آواز دوسرے حرف سے بالکل علیحدہ اور جداگانہ ہو جائے۔

(تاریخ علم تجوید صفحہ ۳۲)

📖 .... اگر کوئی شخص کسی مجبوری سے پورا کلام اللہ صحیح نہیں کرسکتا تو کم از کم بقدرِ مَاتَجُوْزُ بِهِ الصَّلٰوۃُ ہی ترتیل حاصل کرے اسلئے کہ نماز میں قراءتِ قرآن فرض ہے اور قرآن ترتیل کے ساتھ پڑھنا فرض ہے۔

تنبیہ.... ہر شخص کیلئے اِتنا فرض ہے کہ جتنا زبان سے قرآن ادا کرے وہ صحیح ہو۔

(تنویرُ الْمراءت صفحہ ۳۲)

تنبیہ.....جو شخص (نمازوں میں) تجوید سے قرآن کریم نہ پڑھیگا اسکی نماز میں اسی قدر نقص ہوگا جس قدر تجوید کی ادائیگی میں کوتاہی کی بلکہ لحنِ جلی کی بعض صورتیں نماز کو فاسد کر دیتی ہیں جیسا کہ کتبِ فقہ میں باب زَلَّة القاری میں تفصیل سے بتایا گیا ہے۔

(خُلاصۃُ البیان صفحہ ۱۷)

تنبیہ.....فقہاءِ کرامؒ نے نصاً تصریح کی ہے کہ اگر کسی نے شدّ کو ترک کر دیا مثلاً سورۃ فاتحہ میں لفظ اَلـرَّحْمٰنُ کے لام کو جزم و اظہار (اَلْـرَ حْمٰنُ) کے ساتھ پڑھا تو اسکی نماز صحیح نہ ہوگی اور عدمِ صحت سے تحریم لازم آئے گی اسلئے کہ ہر چیز جو نماز کو باطل کرے اسکی تعاطی حرام ہے یعنی جو شئے مفسدِ صلوٰۃ ہو اُسے دیدہ دلیری سے اختیار کرنا شرعاً حرام اور ممنوع ہے۔

(تفہیم التجوید صفحہ ۲۷۰)

📖.....تجوید کی یہاں تک ضرورت ہے کہ بعض دفعہ اسکی مخالفت سے عربیّت جاتی رہتی ہے اور جب لفظ عربیّت ہی سے نکل گیا تو قرآن ہی نہ رہا جب نماز میں قرآن نہ پڑھا گیا تو نماز کیسے صحیح ہوگی؟۔ (اشرف الجواب صفحہ ۲۹۳)

📖.....شیخ المشائخ فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ (متوفی ۲۲ ۱۴۲۲ھ) فرماتے ہیں کہ غیر معذور اگر صحتِ ادا کی کوشش نہیں کرتا بلکہ بے پرواہی کرتا ہے تو اسکی نماز بطریقِ اَوْلیٰ صحیح نہ ہوگی۔

📖.....اگر کبھی اتفاقاً کوئی غلطی اِعراب میں ہو جائے تو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر بے احتیاطی و بے پرواہی کی وجہ سے قرآن مجید غلط پڑھتا ہے صحتِ ادا کی کوشش ہی نہیں کرتا تو نماز صحیح نہ ہوگی۔ (احسن الفتاویٰ جلد ۳ صفحہ ۶۹)

استاذ القراء حضرت قاری محمد شریف لاہوریؒ فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کو تجوید کیساتھ پڑھنا ہر حال میں ضروری ہے خواہ تلاوت نماز میں کی جائے یا غیر نماز کی حالت میں پڑھا جائے۔ خواہ از خود قراءۃ کی جائے یا کوئی سننے والا بھی ہو ایسا نہیں ہونا چاہیئے کہ نماز میں تو قواعدِ

تجوید کی رعایت کر لی اور غیر نماز کی حالت میں غلط سلط جس طرح چاہا پڑھ لیا۔

(التّقد مۃُ الشّریفیّہ صفحہ ۱۳۱)

غلط پڑھنے والے کو اِمام نہ بنایا جائے

جو شخص صحیح نہ پڑھتا ہو اسکو امام نہ بنانا چاہیئے۔اس بیان سے ظاہر ہو گیا کہ قرآن شریف صحیح پڑھنا ضروری اور فرض ہے۔اور وہ علم تجوید سے حاصل ہوتا ہے لہٰذا علمِ تجوید کا سیکھنا ضروری ہوا۔ (تیسیر التجوید صفحہ ۹)

📖.....عبادت کا صِلہ قرآن کی صحیح ترتیل اور تلاوت پر موقوف ہے اور تمام عبادت کی سرتاج عبادت نماز ہے جس میں پانچ وقت روزانہ قرآن پڑھنا پڑتا ہے پس جب قرآن صحیح نہ ہو تو نماز درست نہ ہوئی اور عبادت اَکارت (ضائع) گئی۔

تنبیہ.....ہماری مساجد میں اکثر اِمام ایسے ہیں جو نا اَہل ہیں قرآن غلط سلط پڑھ کر فرائض کو برباد کر رہے ہیں (اور اب بھی) وقت ہے کہ اس (ترتیل و تجوید) کی طرف توجہ دی جائے۔

(عِذارالقرآن صفحہ ۱۶)

اہم تنبیہ

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ بعضے تجوید پر قدرت حاصل کر لیتے ہیں مجالس یا حالت اِمامت میں جب پڑھنے کا اتفاق ہوتا ہے اس پر عمل بھی کرتے ہیں مگر جب خلوت میں تلاوت یا حالتِ اِنفراد میں نماز ادا کرتے ہیں اس وقت اسکی طرف اِلتفات بھی نہیں کرتے جس سے معلوم ہوا کہ قرآن کی تصحیح سے غرض، اِرضاءِ خلق (مخلوق کو راضی کرنے کی) بھی نہ کہ اِرضاءِ خالق (چہ جائیکہ اللہ کو راضی کرنے کیلیے ہو)۔(اصلاح انقلاب اُمت صفحہ ۴۵)

تنبیہ.....بعض لوگوں کو یہ بے اِعتنائی (بے پروائی) برتتے دیکھا گیا ہے جب لوگوں کے رُو برو (محافل حُسنِ قراءت وغیرہ میں) پڑھتے ہیں یا جہری نمازوں میں (بصورت امام ہونے کے) قراءۃ کرتے ہیں تو خوب بنا سنوار کر اور تجوید کے ساتھ پڑھتے ہیں (جیسا کہ

سنا گیا ہے) لیکن جب اِنفرادًا (فرض، واجب، سنت اور نفل) نماز پڑھتے ہیں اور خصوصاً سِرّی نمازوں میں (دیکھنے میں آیا ہے کہ اکثر ائمہ حضرات بقیہ نماز کو آناً فاناً پڑھ لیتے ہیں اگر قرآن مجید کو بنا سنوار کر پڑھتے تو فرض نماز کی طرح یقیناً دیر لگتی جبکہ ایسا کم ہی ہے) تو صحیح حروف و تجوید کی مطلقاً پرواہ نہیں کرتے یہ بہت ہی لغو اور قبیح بات ہے۔

فائدہ.... اگر قواعدِ تجوید کی پابندی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کیلئے اور انہی کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے ہے تو پھر وہ (اللہ سبحانہ وتعالیٰ) اس حالت میں بھی سنتے ہیں جب کوئی نہیں سُن رہا ہوتا۔

(التّقد مۃُ الشّریفیّہ صفحہ ۱۳۱)

📖.... قراء کی اصطلاح کی رو سے تو تمام ہی مسائل کا جاننا اور اُن کے موافق عمل کرنا واجب ہے۔ (العطایا الوھبیہ صفحہ ۲۳)

دو وجہوں سے خوفِ عذاب

حضرت مولانا قاری محبّ الدین اِلٰہ آبادیؒ فرماتے ہیں کہ اگر (قرآن مجید) ترتیل کے خلاف پڑھا گیا تو دو وجہوں سے خوفِ عذاب ہے۔

(۱)...ایک ترکِ وجوب کے مرتکب ہونے سے۔

(۲)...دوسرے تحریفِ ادا سے کیونکہ وحی منزّل کے موافق قرآن مجید نہ پڑھا گیا تو یہ بھی ایک قسم کی تحریف ہے۔ مثلاً اِبدال حرف بحرف یا اِبدال سکون بِالحرکۃ، اِبدال حرکت بِالسکون ہو جائے وغیرہ یہ اگر قصداً (جان بوجھ کر) ہے تو تحریف کرنے والا کافر ہے ورنہ گنہگار ہے۔ (تنویرُ الُمِراءت صفحہ ۳۰)

﴿باب دوم﴾

معانی کی حفاظت الفاظ پر موقوف ہے

استاذ الاساتذہ حضرت مولانا قاری اظہار احمد تھانویؒ فرماتے ہیں کہ: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی مرضی یہ ہے کہ قرآن محفوظ رہے تو آپ کو اسکی طرف جھکنا چاہیئے اور اسکے الفاظ کا پورا اہتمام کرنا چاہیئے کیونکہ الفاظ ومعانی دونوں قابلِ اہتمام ہیں مگر الفاظ میں اتنی بات زیادہ ہے کہ معانی کی حفاظت الفاظ کی حفاظت پر موقوف ہے معانی کا ضبط بدون الفاظ کے نہیں ہوسکتا۔ (کتاب: علم وعمل بعنوان الفاظِ قرآن صفحہ ۲۶)

📖 ....قرآن شروع کرنے سے پہلے مخارج وصفات کو صحیح کرے کیونکہ قرآن کے خصائص واسرار، معانی پر موقوف ہیں اور معانی کا مدار صحتِ کلمات پر ہے اور کلمات کی صحت، صحتِ حروف پر اور حروف جب ہی صحیح ہوسکتے ہیں جب کہ مخارج وصفات صحیح ہوں، ورنہ مخارج یا صفاتِ لازمہ کے تغیّر سے لفظ اپنی عربیّت سے نکلے گا۔ اور لفظ کے عربیّت سے نکلنے کیساتھ ہی معانی واسرار میں تغیّر لازم آئیگا۔ (اَلْجَوَاھِرُ النَّقِیَّۃ صفحہ ۷۶)

الفاظِ قرآن کا اِہتمام

سب سے پہلے معانیِ قرآن کا نزول رسول اللہ ﷺ کے قلب مبارک پر ہوا ہے مگر وہاں بھی بواسطہ الفاظ کے ہوا ہے۔

📖 ....حضور ﷺ کو الفاظ کا اس قدر اہتمام تھا کہ جب وحی نازل ہوتی تو آپ (ﷺ)

جبرائیل علیہ السلام کیساتھ ساتھ پڑھتے جاتے تھے حالانکہ حضور ﷺ کا حافظہ بہت قوی تھا بلکہ سارے ہی قُویٰ مضبوط تھے کہ تریسٹھ سال کی عمر میں بھی آپ (ﷺ) کے بال کچھ ہی سفید ہوئے تھے جو بیس (۲۰) سے زیادہ نہ تھے۔

(علم وعمل بعنوان الفاظ قرآن ص ۲۶، اشرف الجواب ص ۲۶۲، فضائلِ حُفّاظِ القرآن ص ۱۵۱ ملتان/ص ۶۷ حاصل پور)

📖 .... جس طرح قرآن کے معانی کا سمجھنا اور عمل کرنا، اصلی عبادت ہے، اسی طرح اسکے الفاظ کی تلاوت بھی بجائے خود ایک اعلیٰ عبادت اور موجبِ انوار و برکات اور سرمایۂ سعادت و نجات ہے، اسلئے رسول کریم ﷺ کے فرائضِ منصبی میں تلاوتِ آیات کو ایک مستقل حیثیت دی گئی۔

(معارفُ القرآن جلد ۱ صفحہ ۳۳۳ / کراچی)

📖 .... فخر المحدثین حضرت علامہ مولانا سیّد محمد انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ قرآن اِس اُمّت کی خصوصیت ہے حتیٰ کہ یہ نعمت فرشتوں کو بھی حاصل نہیں اسی لئے فرشتے نماز میں شریک ہوتے ہیں، کہ امام کی تلاوت سنیں، جب سورۃ فاتحہ ختم ہوتی ہے تو آمین کہتے ہیں اور جہاں قرآن مجید پڑھا جائے وہاں ملائکہ جمع ہو کر عرش تک اُوپر نیچے پر لگا دیتے ہیں اور گھیر اڈال دیتے ہیں کہ اس قرآن کی تلاوت کی وجہ سے جو رحمتیں نازل ہوتی ہیں فرشتے بھی اسکے مؤرِدْ بن سکیں اور اُسے سن سکیں، نیز شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ قرآن کی تلاوت کی فضیلت و منقبت صرف اِس اُمت کو حاصل ہے اگلی اُمتیں اس سعادت سے محروم تھیں اسلئے بھی قرآن کی تلاوت کی سعادت حاصل کرنی چاہیے۔

(فضائلِ حُفّاظِ القرآن صفحہ ۲۹۷ ملتان/صفحہ ۱۹۱ حاصل پور)

📖 .... ڈاکٹر علامہ محمد اقبال مرحوم لاہوری فرماتے ہیں: ''قرآن کثرت سے پڑھنا چاہیے تاکہ قلب، محمدی نسبت پیدا کرے اِس نسبتِ محمدیہ کی تولید کیلئے یہ ضروری نہیں کہ قرآن کے معنیٰ بھی آتے ہوں، خُلوصِ دِل کے ساتھ محض قراءت کافی ہے۔

(فضائلِ حُفّاظِ القرآن صفحہ ۲۹۷ ملتان/صفحہ ۱۹۱ حاصل پور)

لفظ و معنٰی

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ: لفظ کے معنٰی لغت میں پھینکنے کے ہیں کیونکہ الفاظ زبان سے پھینکے جاتے یعنی (اپنے مخرج سے) نکالے جاتے ہیں اسلئے انکوالفاظ کہا جاتا ہے اور معانی کا محل صرف ذہن ہے۔(علم وعمل بعنوان الفاظِ قرآن صفحہ ۱۶/ اشرف الجواب صفحہ ۴۵۸)

📖....حق تعالیٰ کے یہاں سے اوّلاً الفاظ آئے ہیں، اور معانی اُن کے تابع ہوکر آئے ہیں پس الفاظ کو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سے قرب زیادہ ہوا۔ (کتاب: علم وعمل بعنوان الفاظِ قرآن صفحہ ۴۱)

📖....قرآن، لفظ اور معنٰی دونوں کے مجموعہ کا نام ہے پس اُمت محمدیہ جس طرح قرآن کے صحیح معانی کے سمجھنے اور اسکی حدود کے قائم کرنے کی مکلّف ہے۔ اسی طرح اسکے الفاظ وحروف کی تصحیح کی بھی مامور ہے اُس طریق پر جس کو قراءت واداء کے ائمہ نے بارگاہِ نبوت سے حاصل کر کے طبقہ در طبقہ ہم تک پہنچایا ہے پس قرآنِ مجید کو عجم کی فاسد وقبیح اور نَبطی ادا کے موافق ادا کرنا ہرگز درست نہیں۔ (تاریخ علمِ تجوید صفحہ ۲۸)

📖....قرآن کریم قلبِ نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں اپنے معانی والفاظ دونوں سمیت بحفاظتِ خداوندی محفوظ ہوا اِس طرح کہ آپ ﷺ کو اِس بارے میں معمولی شبہ بھی نہ ہوسکتا تھا جیسا کہ ارشاد فرمایا اِنَّ عَلَیْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ یہ تو ہمارے ذمہ ہے اس قرآن کا آپ ﷺ کے سینے میں جمع کردینا اور (پھر) آپ کی زبان سے پڑھوا دینا۔

(فضائلِ حُفّاظِ القرآن صفحہ ۱۶۵ ملتان/ صفحہ ۱۰۸ حاصل پور)

📖....درحقیقت قرآن کے الفاظ ومعانی دونوں بغیر ذرّہ برابر فرق وتفاوُت کے بالکل مُساوی درجہ میں مقصود بالذّات ہیں دونوں کا باہمی چولی دامن کا تعلق ہے معانی کیلئے الفاظ اور الفاظ کیلئے معانی لازم وملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں بلکہ غور کیا جائے تو الفاظِ قرآن اوّل نمبر پر مقصود بالذّات ہیں معانی کا ترتُّب (مرتّب ہونا) انہی الفاظ پر ہے اگر ڈھانچہ نہ ہو تو روح کہاں

ڈالی جائیگی جیسے کسی عمارت کا مٹیریل اور سامانِ تعمیر اس عمارت کی اصل جڑ ہے اسی طرح قرآن مجید کے الفاظ اسکے معانی کی بنیاد ہیں۔ (فضائلِ حُفاظِ القرآن ص ۲۸ ملتان/ص ۲۶ حاصل پور)

📖 ....معانی کی صحت حروف والفاظ کی صحت وحفاظت پر مبنی ہے اسلئے لفظِ قرآنی کی تبدیلی حرام ہے تا کہ معانی میں تبدیلی پیدا نہ ہو۔ (فضائلِ حُفاظِ القرآن صفحہ ۲۹۶ ملتان/صفحہ ۱۹۰ حاصل پور)

📖 ....ان الفاظ کا پڑھنا بھی مقصود ہے اور کوئی بھی معنٰی کا دعویدار کبھی یہ نہیں کہے گا کہ سرے سے اِن الفاظ اور حروف کی تلاوت ہی چھوڑ دو، پھر ایسے لوگ اہلِ کتاب کی سازشوں اور قرآن کے برخلاف اُن کے زہریلے پروپیگنڈوں سے متأثر ہوکر اور اُنکی ڈگر پر چل کر اور معانی کی رٹ لگا کر الفاظِ قرآن کی اہمیت ومقصودیت کم کرنیکی ناکام کوشش کیوں کرتے ہیں اور کیونکر قرآن پاک کو دوسری کتابوں کے مُساوی اور ہم مرتبہ قرار دینے کی شرمناک حرکت کرتے ہیں؟ (فضائلِ حُفاظِ القرآن صفحہ ۲۹۹ ملتان/صفحہ ۱۹۲ حاصل پور)

تنبیہ....ان لوگوں کا تدبُّر تدبُّر کی رٹ لگانا درحقیقت اس بات سے ناواقفیت پر مبنی ہے کہ تدبُّر جس طرح معانی میں ہوتا ہے یہ قرآن پاک کی خصوصیت ہے بالکل اِسی طرح وہ تدبُّر اُسکے محض الفاظ کی تلاوت کے طُرق واصول واحکام میں بھی جاری ہوتا ہے۔

نظر کو وسیع کر کے غور کریں اور الفاظِ قرآن کو جو دوسری کتابوں پر خصوصیت حاصل ہے اُس کی اہمیت ورَفعت کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

تنبیہ....قرآن کا محض ترجمہ بلا متن عربی لکھنا ناجائز ہے کیونکہ الفاظِ قرآن بھی مطلوب بِالذّات ہیں، قرآن کریم کے متعلق تمام علماء (مسلم وغیر مسلم) اِس بات پر متفق ہیں کہ اس کا ہو بہو اور کماحقہٗ ترجمہ ہو ہی نہیں سکتا اسی لئے مفسرین اور حکماء مطالبِ قرآن کے بیان پر اکتفا کرتے ہیں ترجمہ کا دعویٰ نہیں کرتے قرآن کو عربی میں پیش نہ کرنا، بلکہ محض اُردو پنجابی یا کسی اور زبان میں پیش کرنا اسلام سے غداری کے مترادِف ہے۔

(فضائلِ حُفاظِ القرآن صفحہ ۲۹۹ ملتان/صفحہ ۱۹۲ حاصل پور)

📖 .....قرآن مجید پڑھنا مستقل عبادت ہے، خواہ معنٰی سمجھے یا نہ سمجھے، اور قرآن مجید سمجھنا الگ عبادت ہے، اگر آپ کو قرآنِ کریم کے سمجھنے کا شوق ہے تو یہ بڑی سعادت ہے تاہم الفاظِ قرآن کی تلاوت کو نعوذبا اللہ بے کار سمجھنا غلط ہے۔ تلاوتِ آیات کو اللہ تعالیٰ نے مستقل طور پر مقاصدِ نبوت میں شمار فرمایا ہے، اور تلاوت کی مدح فرمائی۔ آنحضرت ﷺ نے تلاوتِ قرآن کے بہت سے فضائل بیان فرمائے ہیں، اسلیئے تلاوت کو فضول سمجھنا، خدا اور رسول کی تکذیب اور قرآنِ کریم کی توہین کے ہم معنٰی ہے۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد۴ صفحہ ۵۶ ۴طبع جدید)

📖 .....تلاوت کا ثواب صرف قرآنِ کریم کے الفاظ کے ساتھ مخصوص ہے، سمجھنے کیلئے تلاوت کرنے کے بعد اس کا ترجمہ اور تفسیر پڑھ لی جائے، لیکن قرآن کی تلاوت کا ثواب اس کے اپنے الفاظ کی تلاوت سے ہوگا۔

قرآن مجید کی بے سمجھے تلاوت کو بے کار کہنا، آنحضرت ﷺ کی تکذیب ہے، کیونکہ آنحضرت ﷺ نے قرآن مجید کی تلاوت کے بے شمار فضائل بیان فرمائے ہیں، یہ فضائل قرآنِ کریم کے الفاظ کی تلاوت کے ہیں۔ خواہ معنٰی ومفہوم کو سمجھے یا نہ سمجھے۔

(آپ کے مسائل اور اُن کا حل جلد۴ صفحہ ۵۷ ۴طبع جدید)

📖 .....قرآن مجید کے الفاظ کی تلاوت ایک مستقل وظیفہ ہے، جس کی قرآنِ کریم اور حدیثِ نبوی میں ترغیب دی گئی ہے، اور اسکو مقاصدِ نبوتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) میں سے ایک مستقل مقصد قرار دیا گیا ہے۔ اور قرآنِ کریم کے الفاظ کو طوطے کی طرح رٹنے، حفظ کرنے اور اس کی تلاوت کرنے کا اجر وثواب بیان فرمایا گیا ہے۔ اور اس کے معنٰی ومفہوم کو سمجھنا ایک مستقل وظیفہ ہے، اس کا الگ اجر وثواب ہے، اور سمجھ کر اس کے احکام پر عمل کرنا یہ سب سے اہم تر مقصد ہے، اور ایک مسلمان کو اپنی ہمت وبساط کے مطابق کلام اللہ کی تلاوت بھی کرنی چاہیئے، اس کے الفاظ بھی یاد کرنے چاہئیں، اس کے معنٰی ومفہوم کو بھی ضرور

سمجھنا چاہئے ، اور ارشاداتِ خداوندی پر عمل بھی کرنا چاہئے ، مگر بے سمجھے پڑھنے کو بے فائدہ کہنا درست نہیں ، بلکہ گستاخی و بے ادبی ہے جس سے توبہ کرنا واجب ہے۔

(آپ کے مسائل جلد ۴ صفحہ ۵۸ ۴ طبع جدید)

📖 ....قرآنِ کریم ان مقدس الفاظ کا نام ہے جو کلامِ الٰہی کی حیثیت سے آپ ﷺ پر نازل ہوئے ، گویا قرآنِ کریم کی حقیقت میں وہ خاص عربی الفاظ ہیں جن کو قرآن کہا جاتا ہے۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۴ صفحہ ۶۴ ۴ طبع جدید)

📖 ....ہر مسلمان کی کوشش یہی ہونی چاہئے کہ وہ قرآنِ کریم کا مفہوم خود اس کے الفاظ سے سمجھنے کی صلاحیت و استعداد پیدا کرے ، لیکن اگر کسی میں یہ صلاحیت پیدا نہ ہو تب بھی قرآنِ کریم کی تلاوت کے انوار و تجلیات اسے حاصل ہوں گے ، اور وہ تلاوت کے ثواب و برکات سے محروم نہیں رہے گا ، خواہ معنیٰ و مفہوم کو وہ سمجھتا ہو یا نہ سمجھتا ہو۔

مثال....اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ آپ ایک پھل یا مٹھائی لاتے ہیں ، مجھے نہ تو معلوم ہے ، نہ میں اسکے خواص و تاثیرات سے واقف ہوں ، اس لاعلمی کے باوجود اگر میں اس پھل یا شیرینی کو کھاتا ہوں تو اس کی حلاوت و شیرینی اور اس کے ظاہری و باطنی فوائد سے محروم نہیں رہوں گا۔ (آپ کے مسائل جلد ۴ صفحہ ۶۵ ۴ طبع جدید)

📖 ....قرآنِ کریم کے پڑھنے سے مقصود اسکے معنیٰ و مفہوم کو سمجھنا اور اسکے احکام و فرامین کا معلوم کرنا ہے ، اور یہ مقصود چونکہ کسی ترجمہ و تفسیر کے مطالعے سے بھی حاصل ہو سکتا ہے ، لہٰذا کیوں نہ صرف ترجمہ و تفسیر پر اکتفا کیا جائے؟ قرآنِ کریم کے الفاظ کے سیکھنے سکھانے اور پڑھنے پڑھانے پر کیوں وقت ضائع کیا جائے؟ مگر یہ ایک نہایت سنگین علمی غلطی ہے ، اسلئے کہ جس طرح قرآنِ کریم کے معانی و مطالب مقصود ہیں ، ٹھیک اسی طرح اسکے الفاظ کی تعلیم و تلاوت بھی ایک اہم مقصد ہے۔ (آپ کے مسائل جلد ۴ صفحہ ۶۶ ۴ طبع جدید)

قرآنی الفاظ مقصودِ اوّل ہیں

الفاظِ قرآنی مقصودِ اوّلین ہیں قرآن کے فہم وتدبّر کی اہمیت اپنی جگہ مسلّم مگر دوسری کتبِ سماویہ (تورات، انجیل، زبور، صحائف) کے مقابلہ میں یہ قرآن مجید کی خصوصیت ہے کہ اسکے علاوہ ہر کتاب کے صرف معانی ومطالب مقصود ہیں لیکن قرآن کریم کے صرف الفاظ کا پڑھنا یا سننا بھی بالکل اسی طرح بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ مقصود ومطلوب ہے جس طرح اسکے معانی ومطالب مقصود ومطلوب ہیں۔ جس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ حروفِ **مُقَطّعات** کے پڑھنے پر بھی حدیث شریف میں ثواب وارد ہوا ہے حالانکہ **مُقَطّعات** کے معنیٰ (اللہ تعالیٰ کے سوا) کسی کو معلوم نہیں۔

(فضائلِ حُفاظِ القرآن صفحہ ۲۹۸ ملتان/صفحہ ۱۹۱ حاصل پور)

....جس طرح قرآن کے معانی ومطالب مقصود ہیں ٹھیک اسی طرح اسکے الفاظ کی تعلیم وتلاوت بھی ایک اہم مقصود ہے اور یہ ایسا عظیم الشان مقصود ہے کہ قرآن نے اسکو نبی اکرم ﷺ کے فرائضِ نبوّت میں اوّلین مقصد قرار دیا ہے۔

(آپ کے مسائل اوران کا حل جلد۴ صفحہ ۴۶۶)

....چنانچہ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (آل عمران) نیز هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ (سورة الجمعہ)

(فضائلِ حُفاظِ القرآن صفحہ ۳۰۱ ملتان/صفحہ ۱۹۳ حاصل پور/آپ کے مسائل اوران کا حل طبع جدید جلد۴ صفحہ ۴۶۶)

....معانیٔ قرآن کے مقابلہ میں تلاوتِ الفاظِ قرآنی کو افضلیت وفوقیت کا درجہ حاصل

ہے کیونکہ قرآن کے معانی کا فہم وتدبّر الفاظ کی تلاوت وصحت کی بنیاد پر قائم ہے۔

(فضائلِ حفاظِ القرآن صفحہ ۲۹۸ ملتان/صفحہ ۱۹۱ حاصل پور/کمالُ الفرقان صفحہ ۱۲)

📖 ....الفاظ سے مراد جملہ حروف وکلمات اور آیات وسُوَر ہیں، اور معانی سے وہ معانی مراد ہیں جو منجانب اللہ قلب النبی ﷺ پر اِلقاء ہوتے ہیں اور جو آپ ﷺ نے اُمت کے قلوب میں منتقل کر دیئے ہیں۔ (تفہیم التجوید صفحہ ۳۱)

📖 ....قرآن مجید مجموعہ الفاظ اور معانی ہے جو سیّدنا محمد رسولُ اللہ ﷺ پر برائے اِعجاز اور بیان نازل ہوا ہے جو تواتر کیساتھ منقول ہے اور مضبوط ہے جس کی تلاوت سے عبادت کی جاتی ہے۔ (تفہیم التجوید صفحہ ۳۰)

📖 ....قرآن من حیث القرآن تین اجزا پر مشتمل ہے۔ اَصوات۔ الفاظ اور معانی اَصوات سے مراد وُہ حسین وجمیل اَصوات ہیں جو بوقت نزولِ وحی مسموع اور لحونِ عرب سے ملحون ہوتے تھے جسے صَلْصَلَةُ الْجَرَسُ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (تفہیم التجوید صفحہ ۳۰)

📖 ....قرآن کے الفاظ وکلمات اور جمل وآیات حروفِ ہجائیہ عربیہ مشتمل ہیں۔

(تفہیم التجوید صفحہ ۳۵)

تمام علوم کا سرچشمہ

شہیدِ اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی (متوفی ۱۴۲۱ھ مطابق ۲۰۰۰ء) فرماتے ہیں کہ جس چیز کو نبی ﷺ کے فرائضِ نبوّت میں سے اوّلین فریضہ قرار دیا گیا ہو، امّت کا اسکے بارے میں یہ خیال کرنا کہ یہ غیر ضروری ہے کتنی بڑی جسارت اور کسی قدر سُوءِ ادب ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل طبع جدید جلد ۴ صفحہ ۴۶۶)

📖 ....قرآنِ کریم کے مقدّس الفاظ ہی ان تمام علوم کا سرچشمہ ہیں قرآنِ کریم کے معنی ومفہوم کا سمندر بھی انہی الفاظ میں موجزن ہے۔

تنبیہ....خدانخواستہ امّت کے ہاتھ سے الفاظِ قرآن کا رشتہ چھوٹ جائے تو ان تمام عُلوم کے

سوتے خشک ہوجائیں گے اور امّت نہ صرف کلامِ الٰہی کی لذّت وحلاوت سے محروم ہوجائیگی بلکہ قرآن کے علوم ومعارف سے بھی تہی دامان (خالی) ہوجائیگی۔

(فضائلِ حفاظِ القرآن ص ۳۰۱ ملتان/ص ۱۹۳ احاصل پور/ آپکے مسائل اور انکا حل ج ۴ ص ۲۸ ۴ طبع جدید)

تنبیہ.... اگر تلاوت کو چھوڑ کر ترجمہ خوانی شروع کردی تو تلاوتِ قرآن سے تو یہ شخص پہلے دن ہی محروم ہوگیا، اور ظاہر ہے کہ صرف ترجمہ پڑھ کر یہ شخص قرآنِ کریم کا ماہر نہیں بن سکتا، نہ دینی مسائل اخذ کرسکتا ہے، اس طرح یہ شخص دین پر عمل کرنے کی توفیق سے بھی محروم رہیگا۔ اور یہ سراسر خسارے کا سوداہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۴ صفحہ ۴۷۰ طبع جدید)

📖 .... قرآنِ کریم میں ارشاد ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر ۹) یعنی ''ہم نے ہی یہ قرآن نازل کیا ہے، اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں''۔ قرآنِ کریم کی حفاظت کے وعدے میں اس کے الفاظ کی حفاظت، اس کے معنٰی کی حفاظت، اس کی زبان ولغت کی حفاظت سب ہی کچھ شامل ہے، اور عالمِ اسباب میں حفاظت کا یہ وعدہ اس طرح پورا ہوا، کہ آنحضرت ﷺ کے دور سے لیکر آج تک جماعتوں کی جماعتیں قرآنِ کریم کی خدمت میں مشغول رہیں، اور ان شاء اللہ قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ گویا حفاظتِ قرآن کے ضمن میں ان تمام لوگوں کی حفاظت کا بھی وعدہ ہے جو قرآن کریم کی خدمت کے کسی نہ کسی شعبے سے منسلک ہیں، ان خدامِ قرآن میں سرفہرست ان حضرات کا نام ہے جو قرآن کریم کے الفاظ کی حفاظت میں مشغول ہیں، اور قرآن کریم کے الفاظ کی تعلیم وتعلّم میں لگے ہوئے ہیں، خواہ حفظ کررہوں یا ناظرہ پڑھتے پڑھاتے ہوں، اور اسی وعدۂ حفاظت کی کارفرمائی ہے کہ آج کے گئے گزرے زمانے میں لاکھوں حافظِ قرآن موجود ہیں۔ جن میں چھ سات سال تک کے بچے بھی شامل ہیں، اب اگر الفاظِ قرآن کی تلاوت کو غیر ضروری قرار دے کر اُمت کے اس پڑھنے پڑھانے کا شغل ترک کردے تو گویا قرآنِ کریم کا وعدۂ حفاظت ......نعوذ باللہ: غلط ٹھہرا۔ مگر اس وعدۂ محکم کا غلط قرار پانا تو محال ہے، ہاں یہ ہوگا کہ اگر بالفرض

اُمت قرآنِ کریم کے الفاظ کی تلاوت اور اس کے پڑھنے پڑھانے کو ترک کردے تو حق تعالیٰ شانہٗ ان کی جگہ ایسے لوگوں کو بروے کار لائیں گے جو اس وعدۂ الٰہی کی تکمیل میں بسر و چشم اپنی جانیں کھپائیں گے، گویا اُمت کا اُمت کی حیثیت سے باقی رہنا موقوف ہے، قرآن کریم کے الفاظ کی تلاوت اور تعلیم و تعلم پر، اگر اُمت اس فریضے سے منحرف ہوجائے تو گردن زدنی قرار پائیگی اور اسے صفحۂ ہستی سے مٹادیا جائیگا۔ (آپکے مسائل اور انکا حل ج۴ص ۷۶ ۴ طبع جدید)

📖.... یہاں یہ نکتہ بھی ذہن میں رکھنا چاہے کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے جہاں قرآنِ کریم کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے، وہاں اسی حفاظتِ قرآن کے ضمن میں ان تمام علوم کی حفاظت کا بھی وعدہ ہے، جو قرآنِ کریم کے خادم ہیں، ان علومِ قرآن کی فہرست پر ایک نظر ڈالیں تو ان میں بہت سے علوم ایسے نظر آئیں گے جن کا تعلق الفاظِ قرآن سے ہے۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد۴ صفحہ ۷۶ ۴ طبع جدید)

📖....قرآن کریم کی تلاوت کا ثواب الگ ہے، جو صحیح احادیث میں وارد ہے، اور قرآنِ کریم کے معانی و مطالب کو سیکھنے کا ثواب الگ ہے، جہاں مجھے معلوم ہے کسی عالمِ دین نے قرآنِ کے معنٰی ومفہوم کو سمجھنے سے منع نہیں کیا، البتہ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ انہوں نے قرآنِ کریم کو سمجھا نہیں ہوتا، مگر وہ اپنی طرف سے کسی آیت کا مطلب گھڑ کر بحث شروع کردیتے ہیں، ایسی بحث سے علماء ضرور منع کرتے ہیں، کیونکہ ایک تو اس بحث کا منشاء جہلِ مرکب ہے، پھر ایسی بحث کی حدیث میں مذمت بھی آئی ہے، چنانچہ جامع صغیر میں مستدرک حاکم کے حوالے سے جو حدیث نقل کی ہے ''الجدال فی القران کفر'' یعنی قرآن میں کج بحثی کرنا کفر ہے۔ الغرض قرآنِ کریم کی تلاوت کو بیکار سمجھنا بھی صحیح نہیں، قرآنِ کریم کے مطالب سیکھنے اور پڑھنے کی کوشش نہ کرنا بھی غلط ہے، اور قرآنِ کریم کا صحیح علم حاصل کئے بغیر بحث شروع کردینا بھی غلط ہے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد۴ صفحہ ۴۶۰ طبع جدید)

📖....قرآن مجید کی تلاوت ایک مستقل عبادت اور اعلیٰ ترین عبادت ہے، اسکے مفہوم و معنی

کو سمجھنا مستقل عبادت ہے ،اور پھر اس پر عمل کرنا الگ عبادت ہے ۔ قرآنِ کریم میں آنحضرت ﷺ کے تین وظائف ذکر فرمائے گئے ہیں : (۱) تلاوتِ آیات (۲) تعلیمِ کتاب وحکمت (۳) تزکیہ۔ یہ انہی تین عبادتوں کی طرف اشارہ ہے جو اُوپر ذکر کی گئی ہیں ، اسلئے معنٰی سمجھے بغیر قرآنِ کریم کی تلاوت کو بے کار سمجھنا غلط ہے ، کیا یہ نفع کم ہے کہ قرآن کریم کے ایک حرف کی تلاوت پر دس نیکیاں عطا کی جاتی ہیں ؟ بہرحال قرآن مجید کی تلاوت تو ہر مسلمان کا وظیفہ ہونا چاہیے ، خواہ معنٰی سمجھے یا نہ سمجھے۔ اس کے بعد اگر اللہ تعالیٰ توفیق اور ہمت دے تو معنٰی سمجھنے کی کوشش کی جائے ، مگر صرف قرآنِ کریم کا ترجمہ پڑھ کر قرآن مجید کی تلاوت کا مفہوم اپنے ذہن سے نہ گھڑ لیا جائے ، بلکہ جہاں اِشکال ہو اہل علم سے سمجھ لیا جائے۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۴ صفحہ ۴۵۹ طبع جدید)

📖 .... الفاظِ قرآن کی تلاوت کو ...... نعوذ باللہ ... بیکار سمجھنا غلط ہے ۔ تلاوتِ آیات کو اللہ تعالیٰ نے مستقل طور پر مقاصدِ نبوت میں شمار فرمایا ہے ، اور تلاوت کی مدح فرمائی ۔ آنحضرت ﷺ نے تلاوتِ قرآن کے بہت سے فضائل بیان فرمائے ہیں ، اسلئے تلاوت کو فضول سمجھنا ، خدا اور رسول کی تکذیب اور قرآنِ کریم کی توہین کے ہم معنٰی ہے۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ۴ صفحہ ۴۵۶ طبع جدید)

قرآن مجید الفاظ ومعانی کا مجموعہ ہے

قرآن کریم دو چیزوں ، الفاظ ومعانی کا مجموعہ ہے اور یہ دونوں مِنزّل من اللہ ہیں دونوں ہی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے نازل ہوئے ، الفاظِ قرآن جب نازل ہوتے تھے انہیں جوں کا توں رسول اللہ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم وحاضرین کو سنا دیتے نہ کوئی لفظ کم کرتے نہ زیادہ۔ اس معاملہ میں آپ ﷺ جس طرح الفاظ کے امین تھے اسی طرح معانی کے سلسلہ میں بھی آپ ﷺ امین تھے الفاظ کی طرح ہی معانی بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے اِلقاء کئے جاتے

تھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیت کا جو مقصد، مطلب و معنیٰ آپ ﷺ کے قلبِ (اطہر) پر اِلقا ہوتا آپ ﷺ اسی کو روایت فرما دیتے اپنی طرف سے کوئی معنی بیان نہ فرماتے۔

آپ ﷺ الفاظ میں بھی امین تھے اور معانی میں بھی امین! الفاظ بھی اللہ تعالیٰ کے اور معانی بھی اللہ تعالیٰ ہی کے، اور ان دونوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ ان میں قیامت تک کوئی خلل نہیں پڑسکتا یہ الفاظ و معانی قیامت تک باقی رہیں گے تحریف (تغیّر وتبدّل) کرنے والے ہزار تحریف کریں مگر حق غالب رہے گا۔

....الفاظ بھی باقی رہیں گے اور معانی بھی اور خود قرآن کریم ہی نے اسکی گارنٹی دی ہے اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ قرآن کریم ہم ہی نے اتارا ہے اور ہم ہی اسکو محفوظ رکھیں گے۔ (فضائلِ حُفّاظِ القرآن صفحہ ۵۱۳ ملتان/صفحہ ۶۸ ۷ حاصل پور)

....قرآن کریم میں جس طرح معانی مقصود ہیں اسکے الفاظ بھی مستقلِ مقصود ہیں ان کی تلاوت وحفاظت فرض اور اہم عبادت ہے۔

....قرآن کریم دوسری کتابوں کی طرح ایک کتاب نہیں جس میں صرف معانی مقصود ہوتے ہیں الفاظ ایک ثانوی حیثیت رکھتے ہیں، ان میں اگر معمولی تغیّر وتبدّل بھی ہو جائے تو کوئی حرج نہیں سمجھا جاتا، ان کے الفاظ بغیر معنیٰ سمجھے ہوئے پڑھتے رہنا بالکل لغو وفضول ہے۔

....قرآن کریم کے جس طرح معانی مقصود ہیں اسی طرح الفاظ بھی مقصود ہیں۔ اور الفاظِ قرآن کیساتھ خاص خاص احکام شرعیہ بھی متعلق ہیں۔ (معارِفُ القرآن جلد ا صفحہ ۳۳۲ رکراچی)

....قرآن کریم میں جس طرح اسکے معانی مقصود ہیں، اسی اسکے الفاظ بھی مقصود ہیں، کیونکہ تلاوت الفاظ کی ہوتی ہے، معانی کی نہیں، اسلئے جس طرح رسول کے فرائض میں معانی کی تعلیم داخل ہے، اسی طرح الفاظ کی تلاوت اور حفاظت بھی ایک مستقل فرض ہے۔

(معارِفُ القرآن جلد ا صفحہ ۳۳۳ رکراچی)

📖....قرآن کریم الفاظ کی تلاوت اور ان کی حفاظت اور ان کو ٹھیک اس لب ولہجہ میں پڑھنا جس پر وہ نازل ہوئے ہیں ایک مستقل فرض ہے۔

(معارفُ القرآن جلد ا صفحہ ۳۴۴ ر کراچی)

📖....قرآن الفاظ اور معنٰی دونوں کا نام ہے جس طرح انکے معانی کا سمجھنا اور اسکے دیئے ہوئے احکام پر عمل کرنا فرض اور اعلیٰ عبادت ہے اسی طرح اسکے الفاظ کی تلاوت بھی ایک مستقل عبادت اور ثوابِ عظیم ہے۔ (معارفُ القرآن جلد ا صفحہ ۳۴۳ ر کراچی)

📖....جمہور کا عقیدہ یہی ہے کہ قرآن نہ صرف الفاظِ قرآن کا نام ہے بلکہ معانی قرآن کا نام بھی ہے۔ (معارفُ القرآن جلد نمبر ۶ صفحہ ۵۵۱)

📖.... جب یہ معلوم ہوا کہ قرآنِ کریم، عربی کے ان مخصوص الفاظ کا نام ہے جو آنحضرت ﷺ پر نازل ہوئے، تو اس سے خود بخود یہ بات واضح ہوگئی کہ اگر قرآنِ کریم کے کسی لفظ کی تشریح متبادل عربی لفظ سے بھی کردی جائے تو وہ متبادل لفظ قرآن نہیں کہلائیگا، کیونکہ وہ متبادل لفظ منزل من اللہ نہیں، جبکہ قرآن وہ کلامِ الٰہی ہے جو حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کے ذریعہ آنحضرت ﷺ پر نازل ہوا، مثلاً سورۂ بقرہ کی پہلی آیت میں ''لاریب فیه'' کے بجائے اگر ''لاشک فیه'' کے الفاظ رکھ دیئے جائیں تو یہ قرآن کی آیت نہیں رہے گی۔

الغرض جن متبادل الفاظ سے قرآنِ کریم کی تشریح یا ترجمانی کی گئی ہے وہ چونکہ وحیٔ قرآن کے الفاظ نہیں، اسلئے انکو قرآن نہیں کہا جائیگا۔ ہاں! قرآنِ کریم کا ترجمہ یا تشریح وتفسیر ان کو کہہ سکتے ہیں، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ہر شخص اپنے فہم کے مطابق ترجمہ وتشریح کیا کرتا ہے، پس جس طرح غالب کے اشعار کا مفہوم کوئی شخص اپنے الفاظ میں بیان کردے تو وہ غالب کا کلام نہیں، بلکہ غالب کے کلام کی ترجمانی ہے۔ اسی طرح قرآنِ کریم کا ترجمہ، خواہ کسی زبان میں ہو، وہ کلام الٰہی نہیں، بلکہ کلامِ الٰہی کی تشریح وترجمانی ہے، اب اگر کوئی

شخص اس ترجمہ وتشریح کا مطالعہ کرے تو یہ نہیں کہا جائیگا کہ اس نے کلامِ الٰہی کو پڑھا، بلکہ یہ کہا جائیگا کہ اس نے قرآنِ کریم کا ترجمہ پڑھا۔اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان جوفرق ہے، وہی فرق اس کے اپنے کلام اور مخلوق کی طرف سے کی گئی ترجمانی کے درمیان ہے۔اب جو شخص حق تعالیٰ شانہٗ سے براہِ راست ہم کلام چاہتا ہو، اسکے لئے صرف مخلوق کے کئے ہوئے ترجمہ وتفسیر کا دیکھ لینا کافی نہیں ہوگا، بلکہ اسکے لئے براہِ راست کلامِ الٰہی کی تلاوت لازم ہوگی۔ (آپ کے مسائل اور انکا حل طبع جدید جلد۴ صفحہ ۴۶۵)

معنٰی سمجھے بغیر تلاوتِ قرآن

مرشدِ عالم حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں صاحبو! میں نہایت آزادی سے صاف صاف کہوں گا کہ جولوگ بدون معانی سمجھے الفاظِ قرآن کے پڑھنے کو بیکار کہتے ہیں واللہ! وہ حضرات حق تعالیٰ کا مقابلہ کرتے ہیں کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ قرآن کے حافظ پیدا کرنا چاہتے ہیں تاکہ یہ محفوظ رہے اور یہ (بے دین اور گمراہ) لوگ دُنیا سے حفظِ قرآن کو مٹانا چاہتے ہیں۔

تجربہ شاہد ہے کہ حفظِ قرآن بچپن ہی میں اچھا ہوتا ہے، بڑے ہوکر ویسا حفظ نہیں ہوتا جیسا بچپن میں ہوتا ہے اور بچپن میں معانیِ قرآن سمجھنے کے قابل نہیں ہوتا تو اب اگر ان لوگوں کے مشورہ پر بچوں کو قرآن نہ پڑھایا جائے تو اس کا انجام یہی ہے کہ حفظ کا دروازہ بند ہوجائے مگر يُرِيدُونَ اَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ (یہ لوگ یوں چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے بجھادیں حالانکہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ بدون اسکے کہ اپنے نور کو کمال تک پہنچادیں مانے گا نہیں گو کافر کیسے ہی ناخوش ہوں) یہ خدا کے نور کو مٹانا چاہتے ہیں بخدا یہ خود مٹ جائیں گے اور خدا کا نور ان کے مٹانے سے ہرگز نہ مٹے گا یہ لوگ اپنے ایمان کی خیر منائیں یہ ہیں کس ہوا پر خدا کی قسم ان لوگوں کا نام ونشان تک نہ رہے گا یہ بالکل تباہ وبرباد ہوجائیں گے۔

چراغے کہ ایزد فروزد ہر آنکہ او تف رندریشش بسوزد

(جس چراغ کو اللہ تعالیٰ روشن کریں جو شخص اسکے بجھانے کے لئے پھونک ماریگا اسکا منہ جل جائیگا)

علم وعمل، بعنوان الفاظِ قرآن ص ۸ اشرف الجواب ص ۴۶۰ فضائلِ حُفاظِ القرآن ص ۵۰۵ ملتان/ص ۶۴ ۷ حاصل پور

فائدہ.... ذکر اللہ کے اور طریقے بھی ہیں مگر نماز اور تلاوتِ قرآن سے زیادہ کوئی طریقہ بہتر نہیں حدیث سے یہ بات تصریح کے ساتھ ثابت ہے، رسول اللہ ﷺ کو قرآن کے الفاظ سے اس قدر عشق تھا کہ آپ خود تو تلاوت کرتے ہی تھے ایک دفعہ آپ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مجھے قرآن سناؤ انھوں عرض کیا اَعَلَیْکَ اَقْرَأُ وَعَلَیْکَ اُنْزِلَ (او کماقال) کیا حضور کو میں سناؤں؟ حالانکہ آپ ہی پر تو قرآن اُترا ہے فرمایا ہاں میں دوسرے کی زبان سے سننا چاہتا ہوں۔ آخر حضور (ﷺ) نے صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ درخواست کیوں کی؟ حالانکہ سارا قرآن آپ (ﷺ) کو حفظ تھا اور اسکے معانی بھی آپ (ﷺ) کے ذہن میں حاضر تھے صرف اسی لئے کہ قرآن کے الفاظ سے آپ (ﷺ) کو عشق تھا اور دوسرے کی زبان سے سننے میں بوجہ یکسوئی کے مزہ زیادہ آتا ہے اس سے معلوم ہوگیا صرف الفاظِ قرآن بھی بدون لحاظ معنٰی کے مطلوب و مقصود ہیں: صاحبو! اس سے بڑھ کر الفاظِ قرآن کا نفع اور کیا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ قرآن پڑھنے والے کی قراءت کی طرف بہت توجہ فرماتے اور نہایت توجہ سے سنتے ہیں۔

علم وعمل بعنوان الفاظِ قرآن صفحہ ۳۹/ فضائلِ حُفاظِ القرآن صفحہ ۵۰۶ ملتان/ صفحہ ۶۴ ۷ حاصل پور)

📖.... (حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ) میں نے مانا کہ معانی ہی اصل مقصود ہیں مگر یہ کبھی نہ مانوں گا کہ معانی ہر وقت مقصود ہوتے ہیں بلکہ ایک وقت ایسا بھی ضرور ہونا چاہیئے جس میں صرف الفاظ ہی مدِ نظر ہوں اور معانی پر اِلتفات (توجہ) نہ ہو جیسے ریاضی میں پہاڑے یاد کئے جاتے ہیں اسوقت مقصود پر اصلاً نظر نہیں ہوتی بلکہ صرف الفاظ ہی کو رٹا جاتا ہے۔

کھانا کھانے سے مقصود قوت ہے مگر کھانے کے وقت لذّت پر نظر ہوتی ہے صورت پر بھی نظر ہوتی ہے کہ روٹی جلی ہوئی سیاہ نہ ہو سالن میں نمک مرچ بہت تیز یا کم نہ ہو اس وقت کوئی یہ نہیں کہتا کہ مقصود تو قوت ہے صورت اور لذّت پر نظر کرنا بے فائدہ ہے۔

تنبیہ.....افسوس دنیا کی چیزوں میں تو صورت اور لذّت پر نظر ہو اور قرآن میں یہ اُمور بے فائدہ ہو جائیں حیرت ہے اور تلاوتِ قرآن میں لذّت اسی وقت حاصل ہوتی ہے جبکہ تلاوت کے وقت معانی پر توجہ نہ ہو صرف الفاظ ہی پر توجہ ہو۔

تلاوت کے وقت اپنے کو پڑھنے والا سمجھے بلکہ حق تعالیٰ کو متکلم سمجھے اور اپنے کو مثل شجرۂ طور کے حاکی (ح بغیر نقطہ کے) اور ناقل سمجھے، یہ مراقبہ صرف الفاظ ہی پر توجہ کرنے میں حاصل ہو سکتا ہے معانی پر توجہ کے ساتھ یہ مراقبہ نہیں ہو سکتا چاہے تجربہ کر کے دیکھ لو، اسی طرح یہ مراقبہ بھی کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ ہماری تلاوت کو سن رہے ہیں صرف توجہ علی الالفاظ سے حاصل ہوتا ہے بدون اسکے نہیں ہو سکتا پھر الفاظ بدون فہم معانی کے بیکار کیوں ہوئے؟

(کتاب: علم وعمل بعنوان الفاظِ قرآن صفحہ ۴۰)

📖.....معنیٰ کی طرح (لفظ کی) صورت بھی مطلوب ہے پھر قرآن ہی میں اسکے خلاف نیا قاعدہ کیوں جاری کیا جاتا ہے کہ اس صورت یعنی الفاظ بدون معنیٰ کے بیکار ہے۔

(کتاب: علم وعمل بعنوان الفاظِ قرآن صفحہ ۴۳)

📖.....الفاظِ قرآن بدونِ فہم معنیٰ کے بھی مطلوب ہیں اور ان کا پڑھنا ہرگز بیکار نہیں، اب یہ دعویٰ بالکل باطل ہو گیا کہ بدونِ معنیٰ کے الفاظ پڑھنے سے کیا فائدہ، اس خیال کے لوگوں نے ایک قرآن صرف اُردو ترجمہ کی صورت میں بدونِ متن قرآن شائع کیا ہے خوب سن لیجئے کہ اس کا خریدنا حرام و ناجائز ہے کیونکہ اس کا منشا وہی ہے کہ یہ (بے دین اور گمراہ) لوگ الفاظِ قرآن کو بیکار سمجھتے ہیں۔ (کتاب: علم وعمل بعنوان الفاظِ قرآن صفحہ ۴۳)

📖.....بعض خاصیتیں قرآن مجید کے الفاظ کی ہیں اور بعض خاصیتیں اسکے معانی کی، معانی

کی خاصیت متکلم کی عظمت وشوکت وصولت کا اِستحضار ہے اور یہ صرف قرآن ہی کے الفاظ کے ساتھ خاص ہے دوسری کسی زبان کو خواہ اسمیں کیسا ہی فصیح و بلیغ ترجمہ کر دیا جائے ہرگز نصیب نہیں ہوسکتی اور عبادت سے مقصود معبود (اللہ سبحانہ وتعالیٰ) کی عظمت دل میں پیدا کرنا ہے۔ (کتاب:علم وعمل بعنوان الفاظِ قرآن صفحہ ۴۴)

....الفاظِ قرآن کو اسکی حفاظت میں بہت بڑا دخل ہے کیونکہ الفاظِ قرآن کا یہ معجزہ ہے کہ وہ نہایت سہولت سے حفظ ہو جاتے ہیں۔

تنبیہ....اگر خدانخواستہ خدانخواستہ یہ لکھے ہوئے **مصاحف** (قرآن مجید کے نسخے) گم ہو جائیں تو ایک بچہ حافظِ قرآن اپنی یاد سے اسکو دوبارہ لکھوا سکتا ہے بڑوں کا تو کیا ذکر۔

(کتاب:علم وعمل بعنوان الفاظِ قرآن صفحہ ۱۷)

.... یہ دولت (قرآن مجید) مسلمانوں کو گھر بیٹھے ہر وقت نصیب ہے کہ وہ جب چاہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے باتیں کرلیں یعنی قرآن کی تلاوت کرنے لگیں، پھر حیرت ہے کہ قرآن کے بدون سمجھے پڑھنے کو بے فائدہ بتلایا جاوے کیا یہ فائدہ کچھ کم ہے۔ صاحبو! یہ بہت بڑی دولت ہے مگر اس کی قدر محبت والے جانتے ہیں۔ (کتاب:علم وعمل بعنوان الفاظِ قرآن صفحہ ۳۹)

....قرآن کے صورت و معنٰی دونوں کی ضرورت ہے اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ بدون سمجھے قرآن پڑھنے سے کیا نفع، وہ سخت بات زبان سے نکالتے ہیں جس سے ایمان سلب ہونے کا اندیشہ ہے۔ (علم وعمل صفحہ ۶۱)

حُفّاظ وعلماء کی ضرورت

شیخ التفسیر حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ فرماتے ہیں کہ حفاظِ قرآن اور قراء اور مجودین کے سینے اور زبانیں اس کتابِ الٰہی کے الفاظ کی حفاظت کریں گی اور علماء ربانیین اور رَاسِخِیۡنَ فِی الۡعِلۡمِ کی زبانیں اور قلم اس کتاب کے معانی کی حفاظت کریں گے کہ کوئی

مُلحِد اور زِندِیق اس میں کسی قسم کی معنوی تحریف بھی نہ کر سکے۔

(معارِفُ القرآن از مولانا کاندھلویؒ جلد اصفحہ ۲۹۰ رشہداد پور)

📖....حفظِ قرآن کریم، تجویدِ قرآن حُسنِ صوت باالقرآن، قراآتِ قرآن کریم ان تمام چیزوں سے کلام اللہ کی بلندی اور دوسری آسمانی کتابوں کے مقابلہ مین قرآن پاک کی اِمتیازی خصوصیت ظاہر ونمایاں ہوتی ہے بغیر معنٰی سمجھے صرف لفظی تعلیم والے نرے حفاظ کی بھی امّت کوضرورت ہے تا کہ اِس قِسم کے اساتِذہ اور طلباء ہمہ تن اسی کام میں مُنہمِک ومشغول رہیں اور کسی اور جانب توجہ کرنے کی اُن میں سرے سے اہلیت وقابلیت ہی نہ ہو۔

(فضائلِ حُفاظِ القرآن صفحہ ۲۹۵ ملتان/ ۱۸۹ حاصل پور)

📖....قرآن کریم کی حفاظت کا وعدہ خود اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا تھا اسی کا یہ ردِ عمل ہے کہ مسلمانوں نے قرآن کریم کے الفاظ کی یہ صحیح ادائیگی کے تحفّظ کیلئے بھی فنِ تجوید وقراءت ایجاد کیا کہ مختلف اَقوام کے اختلاط سے (جن کے لہجے ایک دوسرے سے بالکل مختلف تھے) قرآن کریم کے الفاظ کا تلفّظ متاثر نہ ہو۔

(فضائلِ حُفاظِ القرآن ملتان صفحہ ۲۹۵/ ۱۸۹ رحاصل پور)

📖....الفاظِ قرآن کے اہتمام کا نہایت ضروری ہونا ثابت ہوگیا پس مسلمانوں کو تعلیمِ قرآن اور تلاوتِ قرآن کا پابندی کے ساتھ اہتمام کرنا چاہیئے اور جب الفاظِ قرآن مقصود ہوگئے تو ان کے صحیح پڑھنے کا بھی اہتمام ضروری ہے۔

(کتاب: علم وعمل بعنوان الفاظِ قرآن صفحہ ۴۴)

📖....بات یہ ہے کہ قرآن کے پڑھنے میں جوفائدہ ہے اس سے لوگ واقف نہیں، اگر فائدہ سے واقف ہوجاتے تواس کیلئے کوشش کرتے، جیسا کہ تجارت میں بڑی بڑی مشقتیں برداشت کرتے ہیں، کیونکہ اسکے نفع سے واقف ہیں کہ ایک روپے کے دو ہو جائیں گے ، دنیا کے کاموں میں تو لوگوں کی یہ حالت ہے کہ جب کسی تجربہ کار سے معلوم کرلیا کہ

فلاں چیز کی تجارت میں بہت نفع ہے تو اسکے قول پر اعتماد کر کے وہ تجارت شروع کر دیتے ہیں، اور اگر ایک دوبار نقصان بھی ہو جائے تو ہمت نہیں ہارتے، بلکہ وہی کام کرتے ہیں، چنانچہ آم والوں کو بعض دفعہ خسارہ بھی ہوتا ہے، مگر خسارہ والا پھر بھی کام کرتا ہے، اور اگر خسارہ نہ بھی ہو بلکہ برابر معاملہ رہتا ہو کہ نہ نفع ہے نہ نقصان، جب تو اس تجارت کو چھوڑ ہی نہیں سکتے، اور یوں کہتے ہیں کہ تجارت میں بھی ایک قسم کی کامیابی ہے کہ نقصان نہ ہو، دوسرے اب نفع نہیں ہوا تو آئندہ امید ہے، بلکہ خسارہ ہو تب بھی ایک امید نفع کو نفع سمجھا جاتا ہے، مگر افسوس! دین میں معلوم نہیں یہ اصول کہاں گئے؟

صاحبو! کیا حیرت نہیں کہ دنیا کے کاروبار میں تو نقصان ہونے کو بھی کامیابی سمجھا جاتا ہے، اور دین کے کام میں نفع کی تاخیر کو بھی کامیابی نہیں سمجھا جاتا، زراعت، تجارت، ملازمت سب میں کبھی نفع ہوتا ہے، کبھی نہیں، اور بعض دفعہ نقصان بھی ہو جاتا ہے، مگر انکو کیونکر چھوڑ دیں؟ وہاں تو تجربہ کاروں کا قول ہے کہ ان کاموں میں فائدہ ہے، گو ہمیشہ اکثر ہی ہو، اور گو عاجل نہ ہو مؤخر ہی ہو، مگر افسوس! کیا خدا اور رسول کا قول ان تجربہ کاروں کے قول سے بھی کم ہو گیا؟ جو صاف صاف قرآن کے منافع کر چکے ہیں، پھر وہ بھی ہر حالت میں خواہ سمجھ کر پڑھو، یا بدوں سمجھے پڑھو۔ (اشرف الجواب صفحہ ۴۵۲)

📖 .....پھر قرآن ہی اتنا سستا کیوں ہو گیا کہ اسکا مطلب بدون استاد کے سمجھ میں آجائیگا؟ آج کل تعزیرات ہند کا ترجمہ اردو میں ہو گیا ہے، ذرا اس ترجمہ کو دیکھ کر مطلب صحیح تو بیان کر دے، یقیناً بہت جگہ غلطی کریگا، اسی طرح کیمیاء کی کتابیں اردو میں ہو گئی ہیں، کوئی ان کو دیکھ کر کیمیاء تو بنا لے، کبھی نہیں بنا سکتا، پس معانی قرآن کے حاصل کرنے کا طریقہ نہیں کہ ترجمہ دیکھ لیا جائے، ترجمہ قرآن اگر دیکھو تو (علم) صرف و نحو اور قدرے فقہ کے بعد دیکھو، اگر یہ نہ ہو سکے تو کم از کم اردو ترجمہ کسی عالم سے تو سبقاً سبقاً پڑھ لو، سو ایک جماعت تو یہ تھی کہ جس کے عقائد تعلیم جدید کی وجہ سے خراب ہو گئے ہیں، اور ایک جماعت عوام کی ہے، ان کا عقیدہ یہ تو نہیں کہ بدون

معانی کے قرآن پڑھنے سے کیا فائدہ؟ مگر اسکا اثر لیئے ہوئے ہیں کہ قرآن کے پڑھنے میں کوشش نہیں کرتے، سو یہ دوسرے رنگ میں اس غلطی میں مبتلا ہیں۔ (اشرف الجواب صفحہ ۴۵۶)

....جب تک الفاظ کو صحیح طور پر ادا نہ کیا جائیگا اس وقت تک وہ عربی زبان نہ کہلائیگی اور تصحیحِ الفاظ کے بعد عربی لہجہ بھی حاصل کرلیا جائے تو نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ہے۔

(کتاب: علم وعمل بعنوان الفاظِ قرآن صفحہ ۴۴)

کہیں کفر کا فتوےٰ نہ لگ جائے

(حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ) یہ (گمراہ) لوگ ظاہر میں مسلمان ہیں اور اسلئے زبان سے تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ قرآن پڑھنے کو مطلقاً ہمارا جی نہیں چاہتا ورنہ کفر کا فتوےٰ لگ جائیگا۔

تنبیہ.... یہ قاعدہ غرضِ نفس کے موافق گھڑ لیا کہ جب معانی نہیں سمجھتے تو الفاظ سے کیا نفع، اسکا جواب بس یہی ہے کہ بہت اچھا آپ اپنے بچوں کو معانی ہی کیساتھ قرآن پڑھائیے اور ان کو ابتدا ہی سے عربی کی تعلیم صرف ونحو کی دیجئے مگر اس سے تو اور بھی خون خشک ہوجائیگا کیونکہ وہ تو الفاظ کو ٹال کر معانی سے بھی سبکدوش ہونا چاہتے ہیں، یہ کیسی الٹی پڑی کہ صرف ونحو بھی گلے پڑگئی۔

تنبیہ....جو شخص الفاظ کو بدون معانی کے بے فائدہ کہے اور صرف معانی ہی کی ضرورت کا قائل ہو اسکو یقیناً ضروری کی تحصیل پر مجبور کیا جائیگا صاحبو! ظاہر میں یہ قضیہ کہ بدون سمجھے الفاظ سے کیا فائدہ پر مغز معلوم ہوتا ہے مگر دراصل ان لوگوں نے مغز اسلام کا نکال دیا ہے۔

(کتاب: علم وعمل بعنوان الفاظِ قرآن صفحہ ۱۳/ اشرف الجواب صفحہ ۴۵۵)

یہود ونصاریٰ کی چال

یہود ونصاریٰ کا قرآن کی (اس) خصوصیّت پر حملہ ہے کہ مقصود بالذات تدبّر

وہدایت ہے کیونکہ یہ بات قرآن کے ماسوا باقی سب کتابوں پر تو صادق آتی ہے۔مگر قرآن پر صادق نہیں آتی۔ (فضائلِ حُفاظِ القرآن صفحہ ۲۸ ملتان/صفحہ ۲۶ حاصل پور)

یہود و نصاریٰ کی چاہت

یہود و نصاریٰ یہ چاہتے ہیں کہ بظاہر ایسی اچھی تعبیر میں قرآن کی تعریف و توصیف کر کے اسکی خصوصیت کو ختم کر کے اسکو دوسری کتابوں کے برابر ایک ہی صف میں لا کھڑا کریں مگر اہلِ اسلام کبھی اُنکے اِس دھوکہ دہی میں نہ آئیں گے اور قطعاً ان کی اس سازش ومکّاری وعیّاری کے شکار نہ ہوں گے اور وہ معانی وتدبّر سے کہیں زیادہ اعلیٰ وارفع درجہ، الفاظ کا قرار دیں گے تا کہ الفاظِ قرآن کا حفظ اوران کی صحتِ اداء ذرا بھی متأثر نہ ہو اور قرآن پاک کی یہ خصوصیت دوسری آسمانی کتابوں کے مقابلہ میں تا قیامِ قیامت قائم و ثابت اور بحال رہے۔ (فضائلِ حُفاظِ القرآن صفحہ ۲۸ ملتان/صفحہ ۲۶ حاصل پور)

طوطے کی طرح رٹنا

رسول اللہ ﷺ کے ارشادِ عالی سے الٓمّٓ کی تلاوت پر تیس نیکیوں کا ملنا ثابت ہوتا ہے حالانکہ اِن حروفِ مقطّعات کے معنیٰ ہر شخص سمجھ بھی نہیں سکتا بلکہ بڑے بڑے علما بھی اِن کی یقینی مُراد سمجھنے سے قاصر ہیں۔

تنبیہ.....پس جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ قرآن کے معنیٰ سمجھے بغیر اسکو حفظ کرنا اور اسکی تلاوت کرنا طوطے کی طرح رٹنے کے مانند ہے اور اسکا کوئی فائدہ نہیں انکا یہ قول سراسر باطل، غلط اوران کا یہ خیال لغو ہے۔

تنبیہ.....دراصل بات یہ ہے کہ ایسے لوگوں کے قلوب قرآن مجید کی عظمت سے خالی اوران کی زبانیں اسکی ضرورت سے منکر ہیں اسلئے وہ ایسے گندے خیالات پھیلا کر اوروں کو بھی تعلیمِ قرآن سے روکنا چاہتے ہیں۔ (فضائلِ حُفاظِ القرآن صفحہ ۳۰۰ ملتان/صفحہ ۱۹۲ حاصل پور)

📖..... جونو تعلیم یافتہ (روشن خیال قسم کے لوگ) الفاظِ قرآن کریم کے پڑھنے کو بے فائدہ سمجھتے ہیں وہ غلطی پر ہیں درحقیقت وہ معانی قرآن کریم کی قدر نہیں کرتے۔

فائدہ.... الفاظ ونُقوش کو معانی قرآن کی حفاظت میں بھی بڑا دخل ہے اور وہ ان کی حفاظت کا واسطہ ہیں کیونکہ الفاظِ قرآن کریم کا یہ معجزہ ہے کہ وہ نہایت سُہولت و آسانی سے حفظ ہوجاتے ہیں۔ (تقریر حضرت قاری محمد طیب قاسمیؒ)

(فضائلِ حُفّاظِ القرآن صفحہ ۵۰۴ ملتان/صفحہ ۶۴۷ حاصل پور)

تنبیہ.... حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ اب بعض کی زبان پر بھی آنے لگا ہے کہ اس حالت میں قرآن کے پڑھنے سے کیا نفع جب ہم اس کو سمجھتے ہی نہیں اور بعضے اس عنوان سے اس کو بیان کرتے ہیں کہ بچوں کو طوطے کی طرح قرآن کے رٹانے سے کیا فائدہ جب وہ (بچے) سمجھتے ہی نہیں بات یہ ہے کہ قرآن کے پڑھنے میں جو فائدہ ہے اس سے یہ لوگ واقف نہیں اگر فائدہ سے واقف ہوجاتے تو اس کیلئے کوشش کرتے۔

(کتاب: علم وعمل بعنوان الفاظِ قرآن صفحہ ۱۱)

📖.... مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ فرماتے ہیں کہ یہ کہنا کسی طرح صحیح نہیں کہ جب تک قرآن کریم کے الفاظ کے معانی نہ سمجھے طوطے کی طرح اسکے الفاظ پڑھنا فضول ہے، یہ میں اسلئے واضح کررہا ہوں کہ آجکل بہت سے حضرات قرآن کریم کو دوسری کتابوں پر قیاس کرکے یہ سمجھتے ہیں کہ جب تک کسی کتاب کے معنٰی نہ سمجھیں تو اسکے الفاظ کا پڑھنا پڑھانا وقت کا ضائع کرنا ہے، مگر قرآن کریم (کے بارے) میں ان کا یہ خیال صحیح نہیں ہے۔

(معارِفُ القرآن جلد ۱ صفحہ ۳۳۳ کراچی)

📖.... حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہی مہاجر مدنیؒ (متوفی ۱۴۲۳ھ) فرماتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ قرآن مجید اللہ کا کلام بھی ہے اور اللہ کی کتاب بھی اسکے الفاظ کا پڑھنا پڑھانا اور سننا اور سنانا تلاوت کرنا صحیح طریقہ پر ادا کرنا بھی مطلوب اور مقصود ہے۔

تنبیہ..... بہت سے جاہل (بے دین اور گمراہ لوگ) جو تلاوت کا انکار کرتے ہیں اور بچوں کو قرآن مجید حفظ کرانے سے روکتے ہیں طوطے کی طرح رٹنے سے کیا فائدہ؟ یہ لوگ کلامِ الٰہی کا مرتبہ اور مقام نہیں سمجھتے دشمنوں کی باتوں سے متاثر ہو جاتے ہیں۔

تنبیہ..... قرآن مجید کو لوگوں کے آپس کے خطوط پر اور انسانوں کی لکھی ہوئی کتابوں پر قیاس کرتے ہیں اور اپنی جہالت سے یوں کہتے ہیں کہ قرآن کے معانی اور مفاہیم کا سمجھنا کافی ہے۔ اس کا پڑھنا اور یاد کرنا ضروری نہیں (العیاذ باللہ) یہ لوگ یہ نہیں جانتے کہ قرآن مجید کے الفاظ کو محفوظ رکھنا فرضِ کفایہ ہے۔

صحیفوں پر اعتماد کئے بغیر سینوں میں یاد رکھنا لازم ہے تاکہ اگر مطبوعہ مصاحف معدوم ہو جائیں (العیاذ باللہ کسی وجہ سے ضائع ہو جائیں) تب بھی قرآن شریف اپنی تمام قراءتوں کے ساتھ محفوظ رہ سکے۔ (انوارُ البیان جلد ا صفحہ ۱۸۷)

📖..... علماء کے نزدیک تو قرآن کے الفاظ بہر حال کلام اللہ ہیں اور معنٰی سمجھ میں آئے نہ آئے اسکی تلاوت ثواب سے خالی نہیں مگر گذشتہ نصف صدی سے کچھ لوگ ایسے بھی نکلے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ طوطے مینا کی طرح پڑھ لینا محض بیکار اور وقت کا ضیاع ہے۔

(فضائلِ حُفّاظِ القرآن صفحہ ۳۰۰ ملتان/صفحہ ۱۹۲ حاصل پور)

📖..... جو مسلمان فی الحال معانیِ قرآن کو نہیں سمجھتے وہ اس بدنصیبی میں مبتلا نہ ہو جائیں کہ الفاظ کو فضول سمجھ کر اس سے بھی محروم ہو جائیں، کوشش کرتے رہنا ضروری ہے وہ قرآن کے معانی کو سمجھیں تاکہ حقیقی انوار و برکات کا مشاہدہ کر سکیں اور نزولِ قرآن کا اصلی مقصد پورا ہو۔

تنبیہ..... قرآن کو معاذ اللہ ''جنتر منتر'' کی طرح صرف جھاڑ پھونک میں استعمال کی چیز نہ بنائیں اور بقول ڈاکٹر محمد اقبال (لاہوری مرحوم) سورۂ یٰسٓ کو صرف اس کام کیلئے نہ سمجھیں کہ اسکے پڑھنے سے مرنے والے کی جان سہولت سے نکل جاتی ہے۔

(معارِفُ القرآن جلد ا صفحہ ۳۳۳ / کراچی)

ڈپٹی نذیر احمد (غیر مقلّد) کا رجوع

جناب ڈپٹی نذیر احمد صاحب (غیر مقلّد) نے ایک خط میں اپنے فرزند مولوی بشیر احمد کولکھا تھا کہ ''میں نے تم کو پہلے قرآن مجید شروع نہیں کرایا کہ تم میں اسکے سمجھنے کی صلاحیت نہ تھی اور بے سمجھے الفاظ کودُہرانا (میرے نزدیک) بے فائدہ اور لاحاصل ہے'' ڈپٹی صاحب کا یہ مسلک ہمارے اس نظامِ تعلیم کے خلاف بغاوت تھی جو ہندوستان کے مسلمانوں میں کئی سال سے مروّج چلا آرہا تھا۔ کہ ہوش سنبھالتے ہی مسلمان بچے کوبسم اللہ پڑھائی جاتی تھی اور پھر قاعدہ اور پھر قرآن مجید ناظرہ سے ختم کرایا جاتا تھا اس میں شک نہیں کہ بچہ اس کو سمجھتا نہ تھا مگر دو سال میں قرآن مجید ختم کر لیتا تھا۔ اس طرح کم عمری میں اسکے مخارج خوبی سے بن جاتے تھے ساتھ ہی بچے کو اُردو کا قاعدہ پڑھایا جاتا تھا۔ اور قرآن مجید ختم کرنے تک اُردو کی دو ایک کتابیں بھی ختم ہو جاتی تھیں۔

تنبیہ.... تجدد پسند لوگوں نے قرآن خوانی کو بے فائدہ اور لاحاصل سمجھ کر چھوڑ دیا۔ مگر سمجھدار لوگ بہت جلد اپنی غلطی کو تسلیم کرنے اور اس پر نادم ہونے لگے۔ چنانچہ ڈپٹی نذیر احمد صاحب جب بوڑھے ہوئے تو اپنی رائے بدل دی اور بچوں کو قرآن سے تعلیم کی ابتداء کرانے کے حامی ہو گئے چنانچہ تعلیمی کانفرنسوں میں جب آپ نے تقریریں کیں تو ان میں آپ نے فرمایا کہ اگر بچپن میں قرآن نہ پڑھایا جائے تو بڑے ہو کر اَعصابِ دہن (یعنی منہ کے رگ وپٹھوں) میں کچھ ایسی خشونت (سختی وخشکی) آجاتی ہے کہ زبان جن حروف کو ادا کرنے کی ابتداء سے خوگر نہیں پھر وہ اس سے بڑی عمر میں ادا نہیں ہوتے'' اسی تجربے اور مشاہدے نے ڈپٹی صاحب کو اس خیال کے قائم کرنے پر مجبور کیا کہ: طوطے کی طرح بھی مسلمان بچوں کیلئے قرآن پڑھ لینا ضروری ہے۔ (تذکرۂ قاریان ہند صفحہ ۲۷)

﴿متفرقات﴾

امامِ جزریؒ کی ایک اہم نصیحت

امام جزریؒ طلبا کونصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں

وَلْيُبَادِرُ فِي شَبَابِهٖ وَاَوْقَاتِ عُمُرِهٖ اِلَى التَّحْصِيلِ ،وَلَايَسْتَنْكِفُ عَنْ اَحَدٍوَّجَدَعِنْدَهٗ فَائِدَةٌ

(منجد المقرئین قلمی صفحہ ۱۵)

یعنی اپنی جوانی اور دیگر اوقاتِ زندگی میں فن (خصوصاً تجوید وقراءۃ) کے حاصل کرنے کی جستجو ہونی چاہیئے اور جس استاذ کے پاس علمی فائدہ نظر آئے اس سے اِستفادہ کرنے میں ذلّت نہ سمجھے۔ (تیسیر التجوید حاشیہ صفحہ ۱۱)

حوصلہ افزائی

حضرت ناظمؒ نے ''مَنْ يُّحْسِنِ التَّجْوِيْدَ يَظْفَرْ بِالرَّشَدْ'' میں حضرات مجودین اور قرائے کرام کی بڑی حوصلہ افزائی فرمائی ہے ، کہ ان کو رُشد وہدایت پانے والے اور کامیاب ہونے والے فرمایا ہے،اور یہ بلاشبہ ان کی بڑی ہمت افزائی اور قدر دانی ہے۔اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کے دل میں اس مقدس علم کی کس قدر اہمیت تھی ۔ حالانکہ آپ صرف ایک بہت بڑے قاری اور مقری ہی نہیں تھے بلکہ ایک جلیل القدر عالم اور ایک نامور محقق بھی تھے پس اس میں ان حضرات کیلئے لمحہ فکر یہ ہے جو تجوید کو غیر ضروری بتاتے اور

اس مقدس علم کی تحصیل میں مشغول ہونے کو اضاعتِ اوقات قرار دیتے ہیں۔
(اَلتَّقْدِمَۃُ الشَّرِیْفِیَۃُ صفحہ ۴۰۲/کمال الفرقان صفحہ ۹)

اگر اِشتہار دیدیا جائے

حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: آج یہ اشتہار دیدیا جائے کہ جو شخص مخارج حروف صحیح کر کے سُنائے اس کو فی حرف (ایک حرف صحیح پڑھنے پر) پانچ روپے ملیں گے تو آج ہی شہر کے شہر قراءت شروع کردیں اور کچھ نہ کچھ تصحیح کر کے اِنعام لینے کھڑے ہوجائیں لیکن افسوس ہے کہ خدا کی رضا کیلئے اُمنگ نہیں پیدا ہوتی۔ (دعوات عبدیت جلد دوم صفحہ ۱۴۷)

تنبیہ.....افسوس یہ ہے کہ مسلمانوں کو اس طرف اسلئے توجہ نہیں کہ اسمیں دنیا کا بظاہر کوئی نفع نہیں، اگر آج ملازمت کیلئے یہ قانون ہوجائے کہ جس کا قرآن باقاعدہ صحیح ہوگا اسکو ملازمت دی جائیگی، تو آج یہ سارے (لوگ) بی اے، ایم اے قاری ہوجائیں، ہم لوگ مَتاعِ دنیا (دُنیاوی نفع) کیلئے سب کچھ کرلیتے ہیں، اسلئے یہ سارے عُذر جو بیان کیے جاتے ہیں محض بہانے ہیں۔ (اشرف الجواب صفحہ ۲۹۴)

یہ سب بہانے ہیں

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ لوگ کہتے ہیں کہ جب ہم نے مشق نہیں کی تو ہم کو غلط پڑھنا جائز ہونا چاہیئے اور ہم کو معذور سمجھنا چاہیئے لیکن یہ عذر ایسا ہے کہ میں نے ایک سپارہ پڑھنے والے طالب علم سے کہاں حاجی جی کو بلالا، وُہ حافظ جی کو بُلا لایا میں نے کہا یہ حماقت ہے کہاں حافظ جی (اور) کہاں حاجی جی ان کے تو حروف بھی الگ الگ ہیں تو کہتا ہے کہ میں نے مخارج کی مشق نہیں کی تو کیا یہ عذر قبول ہوسکتا ہے تو جیسا یہ شخص اس غلطی سے بچ سکتا تھا اسی طرح جب مشق ممکن ہے تو ایسے اَغلاط سے اُن کو بچنا ممکن ہے صاحبو! یہ سب بہانے ہیں بات اصل وہی ہے کہ خدا کی محبت اور اسکا خوف دل سے جاتا رہا۔ (دعوات عبدیت جلد دوم صفحہ ۱۴۸)

عذر قابلِ قبول نہیں

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جب ترتیل کا حکم ظاہر فرمادیا اور علماء وقراء ترتیل کا حکم بتلانے والے اور ترتیل کیساتھ کلام اللہ پڑھانے والے ہر زمانے میں موجود ہیں، نہ تو دنیا میں یہ عذر کرسکتا ہے کہ ہم کو ترتیل کا ضروری ہونا معلوم نہیں اور معلوم بھی ہو تو کوئی سکھانے والا نہیں، اور نہ قیامت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سامنے کوئی عذر چلے گا۔

تنبیہ.... دُنیا میں کوئی شخص تعزیر کی خلاف ورزی کرکے اپنے حاکم کے سامنے یہ عذر نہیں کرسکتا کہ ہم کو (تعزیراتِ قانون) معلوم نہ تھا کہ تعزیرات کی خلاف ورزی کرنے میں کوئی جرم اور سزا ہے اگر کوئی یہ عذر کرلے تو قبول نہیں بلکہ (وہ) بے وقوف بن کر سزا ضرور پاوے گا۔

تنبیہ.... ترتیل کے سیکھنے میں ہرگز کوتاہی اور غفلت نہ کرنا چاہیئے، ورنہ سمجھ لیں کہ ان کا عذر دنیا اور آخرت میں نہیں چلے گا۔ نہایت افسوس کی بات ہے کہ چاہے عمر بھر کی نماز ناقص ہو لیکن صحتِ صلوٰۃ کیلئے صحتِ قراءت میں کوشش نہ کی جائے۔ (تنویرُ المِراءت صفحہ ۱۳)

تعلیمِ قرآن کی فکر

مفسرِ قرآن مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع ؒ فرماتے ہیں کہ ہر مسلمان کو (مرد ہو یا عورت) اسکی فکر تو فرضِ عین اور ضروری ہے کہ قرآن کریم کو صحتِ لفظی (ترتیل وتجوید) کے ساتھ پڑھنے اور اولاد کو پڑھانے کی کوشش کرے اور پھر جس قدر ممکن ہوسکے معانی اور احکام کو سمجھنے اور اُن پر عمل کرنے کی فکر میں لگا رہے، اور اس کو اپنی عمر کا وظیفہ بنائے، اور اپنے حوصلے اور ہمت کے مطابق اسکا جو حصہ بھی نصیب ہوجائے اُس کو اس جہان کی سب سے بڑی نعمت سمجھیں۔ (معارفُ القرآن جلد اصفحہ ۵۹/ کراچی)

📖.... مسلمانوں کیلئے قرآن کی تعلیم میں مشغول رہنا اسکا سیکھنا، حاصل کرنا سب سے بڑی سعادت اور عبادت ہے، اس سے اِعراض (بے توجہی) وفرار بڑی بدبختی اور شقاوت ہے۔

مسلمان کیلئے تعلیمِ قرآن کی فکر وطلب تو فرضِ عین ہے۔ اور اس پر واجب اور فرض ہے کہ اوّلاً قرآن بالتّجوید یعنی صحت لفظی کیساتھ پڑھنے کی کوشش کرے، اولاد اور خویش واَقارِب کو پڑھانے کا اِنصرام واِہتمام کرے اور پھر مقدور بھر جس قدر بھی ممکن ہو اسکے معانی ومفہوم کے غور وخوض میں جِدّ وجُہد کرتا رہے پھر حتی الامکان اسکے احکام پر تادمِ آخر (موت تک) عمل کرتا رہے اور اسے حرزِ جان بنا کر پوری زندگی وظیفہ بنائے رکھے اور مقسوم بھر اس کا جو حصّہ (علم وعمل کا) بھی نصیب ہو جائے اسکو دنیا وآخرت کا سرمایہ سمجھے۔

(تفہیمُ التجوید صفحہ ۱۸)

تنخواہ کا مستحق

حضرت قاری اسمٰعیل پانی پتیؒ وقاری رحیم بخش پانی پتیؒ فرماتے ہیں کہ ایک بار کسی نے ناظمِ علاّم (اِمامِ جزریؒ) سے مسئلہ دریافت کیا کہ اگر کوئی قرآن کا معلّم ہو اور (وہ) تجوید کے خلاف غلط پڑھاتا ہو کیا وہ تنخواہ لینے کا حقدار ہے تو (اِمامِ جزریؒ نے فرمایا) وہ تنخواہ (لینے) کا مستحق نہیں (اس میں غلط پڑھانے والوں کیلئے اہم تنبیہ ہے اگر کوئی استاذ پہلے سے تجوید نہ پڑھا ہوا ہو اس کو چاہیئے کہ پہلے تجوید پڑھے پھر اسکے بعد طلباء کو تعلیم دے اور دوسرے یہ کہ اگر استاذ تجوید پڑھا ہوا ہے اور طلباء کو تجوید سے نہیں پڑھاتا وہ امام جزریؒ کے اس فتویٰ کی روسے تنخواہ لینے کا حقدار نہیں۔ ابو معاویہ غفرلہٗ)

(اَلعَطَایَا الوَھبِیَّۃ ص ۱۳۰ / جذ ارُ القرآن ص ۲۸ / آدابِ تلاوت ص ۳۷ / کمالُ الفرقان ص ۱۰ / تاریخ علم تجوید ص ۳۰)

مستحقِ لعنت

سیّدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رُبَّ قَارِیءٍ لِلْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ یَلْعَنُہٗ یعنی بہت سے قرآن مجید پڑھنے والے ایسے ہیں کہ اُن پر (یعنی تلاوت کرنے والوں پر) خود قرآن مجید لعنت کرتا ہے اس وعید کے مصداق علماءِ کرام نے تین قسم کے لوگ بتلائے ہیں۔

(۱)... بے عمل قاری، حافظ، عالم۔

(۲)... اپنی رائے سے قرآن کی تفسیر کرنے والے (نہ کہ اپنے اکابر سلف وخلف پر اعتماد کرنے والے) بعض حضرات نے قرآن میں تحریف کرنے والے کا ذکر بھی فرمایا ہے۔

(۳)... قرآن کو خلافِ تجوید یعنی غلط سلط پڑھنے والے منجملہ دوسری بدعملیوں کے تجوید کے خلاف پڑھنا یہ خود ایک بدعملی ہے اسلئے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے (قرآن مجید کو) تجوید کیساتھ پڑھنے کا حکم فرمایا ہے پس اس کا (یعنی تجوید کا) ترک سراسر معصیّت اور گناہ ہے (اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہمیں ان تینوں قسم کی خرابیوں سے محفوظ رکھے، آمین)۔

(مُعَلِّمِ التَّجْوِیْد صفحہ ۵۲/ اَلْعَطَایَا الْوَھْبِیَّۃُ صفحہ ۱۲۸/ فضائلِ حُفّاظِ القرآن صفحہ ۱۴۸/ کمالُ الفرقان صفحہ ۱۰)

فائدہ: مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانویؒ (جامعہ اشرفیہ لاہور) کی تحقیق میں رُبَّ قَارِئٍ لِلْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ یَلْعَنُہٗ حدیث نہیں اَثَرْ ہے۔ اور محدّثین کی اصطلاح میں صحابیؓ کے قول کو "اَثَرْ" کہتے ہیں ویسے علماء کرام اثر کو بھی مجازاً حدیث کہہ دیتے ہیں۔ (مُعَلِّمُ الْاَدَاءَ صفحہ ۲۶۹)

تنبیہ: حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ فرماتے ہیں کہ قاری سے مراد علماء بھی ہیں۔ (معارف نبوی)

ائمہ مساجد کی حالت

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ جو مساجد کے امام ہوتے ہیں ان کی اس غلطی کا اثر دوسروں تک بھی دو طور سے پہنچتا ہے۔

(۱)... ایک یہ کہ اگر کوئی مقتدی صحیح خواں (تجوید سے پڑھنے والا) ہو تو ان کی نماز ان امام کے پیچھے نہیں ہوتی اور چونکہ غلط خواں (تجوید سے نہ پڑھنے والے) کی نسبت سے قاری کے مقابلہ میں اُمّی کا سا ہے اسلئے اس خاص صورت میں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ نہ امام کی نماز ہوتی ہے نہ دوسرے مقتدیوں کی۔ (عماد الدّین صفحہ ۱۴۷)

مجلسِ مُنتظمہ اور اِمام کا تقرر

متولّی اور مجلسِ مُنتظمہ کا فرض ہے کہ جب کسی کو مسجد میں امام مقرر کریں تو کسی (ماہر) قاری کو اسکی متعدد (چند) سورتیں سُنوا دی جائیں۔ اگر وہ صحت (صحیح تلفظ) کی تصدیق نہ کرے تو کسی دوسرے ماہر (قاری) کو تلاش کریں، اگر اَرزاں (سستا) نہ ملے تو گِراں (مہنگا ہی) کو لائیں (کیونکہ لوگ اپنے ضرورتوں کیلئے بھی خرچ کرتے ہیں مؤلف غفرلہٗ)

(عماد الدّین صفحہ ۱۴۷)

افسوس کا مقام

استاذ الاساتذہ حضرت مولانا قاری عبدالوحید الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ (مدرسِ اوّل شعبہ تجوید وقراءت دارالعلوم دیوبند) فرماتے ہیں کہ کتنی حسرت اور افسوس کا موقع ہے کہ قرآن شریف کی صحتِ الفاظی کی طرف کسی کو توجہ نہیں ہوتی اور نہ اسکو کوئی ضروری سمجھتا ہے حالانکہ ایسا ہرگز ہرگز نہ ہونا چاہیئے تھا قرآن شریف صِرف معانی کا تو نام نہیں ہے۔

(ھدیۃالوحید صفحہ ۴۰ ملتان/صفحہ ۲۰ :لاھور)

📖.....افسوس کا مقام تو یہ ہے کہ اکثر قرآنی زبان جاننے والے فُضلاء اور عربی علوم سے واقفیت رکھنے والے علماء بھی اس تغیّرِ اِعرابی اور تجوید کے خلاف پڑھتے ہیں کہ جس پر قرآن مجید کی صحتِ لفظی اور صحتِ معانی کا مدار ہے مبتلا ہیں اور (وہ تجوید سے تلاوت قرآن کی) پرواہ بھی نہیں کرتے۔ (عِذارُ القرآن صفحہ ۸۴)

📖.....حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ افسوس ہے کہ اس وقت ایسے امر کی طرف سے ایسی بے توجہی ہے کہ لوگ اسکو بالکل ضروری نہیں سمجھتے اکثر لوگ درسیات ختم کر جاتے ہیں لیکن ان کو قرآن پڑھنے کا سلیقہ نہیں ہوتا۔ سمجھتے ہیں کہ (علمِ) صَرف کی کتابوں میں صفات حروف ومخارج پڑھ لیتے ہیں اس سے زیادہ اور کیا چاہیئے حالانکہ یہ بالکل غلط خیال ہے قرآن کا

پڑھنا اُس وقت تک نہیں آتا جب تک کہ خاص کسی سے اسکو نہ سیکھا جاوے۔ ترقی درسیات سے کچھ نہیں ہوتا۔ (دعوات عبدیت جلد دوم صفحہ ۱۴۷)

اہلِ علم کی حالت

استاذ القراء حضرت مولانا قاری محمد اسمٰعیل لاہوریؒ کتاب ''القول السّدید فی حکمِ التجّوید'' کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانہ کے بعض علماء پر تعجب ہے کہ وہ اہلِ ادا (قرّ آءِ مُجوّدین) کو اعلیٰ مراتب میں پاتے ہیں تو ان سے سیکھتے ہیں اور جب انہیں ادنیٰ مراتب میں دیکھتے ہیں تو اِستکباراً (از راہِ تکبّر کے) ان کی طرف رجوع نہیں کرتے اور نہ ان سے پڑھتے ہیں۔

صاحبِ تہذیب القرآن نے فرمایا کہ ہم نے بعض ایسے حضرات کو بھی دیکھا ہے کہ قرآءتِ قرآن پر اتنی بھی قدرت نہیں جس سے نماز صحیح ہو سکے وہ ماشاء اللہ حُصولِ تقویٰ کے درپے اور مدعی ہیں نیز شُبہات سے مُحترِز (محتاط) رہتے ہیں اور حالانکہ (وہ) روزانہ پانچ نمازیں فاسد اور غارت کرتے رہتے ہیں پھر بھی وہ لوگوں سے شرماتے ہیں اور یہ خیال کرتے ہیں کہ بڑی پگڑی اور عالمانہ لباس پہنے ہوئے کسی معلّم (قاری) کے سامنے بیٹھیں اور کیونکر (قرآن مجید کو تجوید سے) پڑھیں سو یہ طریقِ کار مُبتدِئین کا (جو اپنے آپکو مثل ہم چومن دیگرے نیست تصوّر کرتے ہیں) اور حالانکہ وہ سوءِ اتفاق سے فاضل بن کر مدّرس بن بیٹھے۔ (لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ). (تفہیمُ التّجوید صفحہ ۲۵۵)

پچاس علماء

حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ قرآن شریف اگر قواعد کے موافق تھوڑا بھی پڑھ لیا جائے تو کافی ہے پھر سب خود صحیح ہو جائیگا ہاں کسی استاذ سے پیش کرنا سارے قرآن شریف کا ضروری ہے (یعنی پورا سنانا ہے) اور یہ مضمون بہت ہی ضروری ہے اسکی

طرف علماء کو بالخصوص توجہ کرنا چاہیئے۔اس وقت اگر پچاس مولویوں کو جمع کر کے قرآن شریف سنا جائے تو بہ مشکل دو آدمی صحیح قرآن شریف پڑھنے والے نکلیں گے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ طلباء فلسفہ پڑھتے ہیں۔ منطق پڑھتے ہیں اور رأس العلوم قرآن شریف کو نہیں پڑھتے اور پھر غضب یہ کہ ایسے لوگ امام ہو جاتے ہیں اور اسمیں دُنیاوی خرابی یہ ہے کہ بعض اَغلاط پر عوام بھی مطلع ہو جاتے ہیں اور علماء کی بے قدری کرتے ہیں۔

ایک صاحب نے سورۂ ناس میں مِنَ الْجِنَّاتِ وَالنَّسْ پڑھا۔

ایک صاحب نے سورۂ اَبِیْ لَهَبٍ میں تَبَّتْ یَدَآ اَبِیْ لَحَبْ پڑھا۔ایک صاحب نے کہا کہ حضور! اتنے بڑے عالم ہو کر غلط پڑھتے ہیں۔ کہنے لگے کس طرح پڑھوں انہوں نے آہستہ سے اَبِیْ لَهَبْ بتلایا۔ آہستہ اسلئے بتلایا کہ کوئی سنے نہیں، ناحق کی رسوائی ہے تو وہ بزرگ اس آہستگی ہی کو مقصود سمجھ کر فرماتے ہیں ہاں زور سے نہ پڑھا کروں۔ ہلکے (آہستہ) سے پڑھا کروں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ. سمجھانے پر بھی نہ سمجھے بات یہ ہے کہ بلا حاصل کئے ہوئے کچھ آتا نہیں۔ (تحفۃ المدارس جلد۲ صفحہ ۱۶۶)

سادہ قرآن

استاذ القرا حضرت مولانا قاری عبدالوحید اِلٰہ آبادیؒ (سابق) صدر مدرّس اوّل شعبہ تجوید و قراءت دارالعلوم دیو بند فرماتے ہیں کہ اس فرضِ کفایہ قرآنیہ سے کیسی غفلت کی جارہی ہے اور اسکی اس سے بھی بڑھ کر غفلت فرضِ عینی (عمل بالتجوید) سے کی جارہی ہے کہ یہ قرآن مجید کی صحتِ حروفی کو کوئی صاحب بھی اہلِ علم اور غیر اہلِ علم (دونوں قسم کے لوگوں میں اکثر اسکو) عملاً ضروری نہیں سمجھتے اِلا ماشاء اللّٰه گو اِعتقاداً یا علماً بوقتِ گرفت اِقرار فرما لیتے ہیں۔سو یہ بات اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ (تجوید) محض اِعتقادیات میں سے نہیں ہے اور صرف زبانی اِقرار کر لینا بلا عمل کئے کافی و منجی نہیں ہے کتبِ فقہیہ حنفیہ مثل کبیری اور شامی

وغیرہ میں مسائل زَلّۃ القاری کو دیکھئے اور مثلاً توتلے اور اَلثَّغ کے احکام کو ذرا غور فرمائیے کہ جن کو ہم بھی اپنے سے زیادہ معذور اوران قواعد کے غیر مکلّف سمجھ رہے ہیں فقہاءِ کرام دینِ متین کے ان کے بارہ میں اِرشادات کو اندازہ کیجئے۔

تنبیہ.....وہ لوگ جن کو کوئی خِلقی (پیدائشی) عذر بھی نہیں محض غفلت یا اِعراضِ عمل میں لاتے ہیں تصحیحِ حروف تک کو حاصل نہیں کرتے جس کے جی میں جو آتا ہے وہ پڑھتا ہے بس اسکو ''سادہ قرآن'' کہہ کر جو درحقیقت محرّف (تغیر وتبدّل کی صورت میں) ہوتا ہے فارغ اور مطمئن ہوجاتا ہے تو گویا یہ ''سادہ قرآن'' اور صحیح قرآن مجید ایک ہی شئی ہے۔ جنابِ من! اسمیں ذرا بَذْلِ سعی (خوب کوشش) کیجئے تو پھر بہت ہی جلد کہنے لگے گا۔

ببیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا

بلکہ یوں کہے گا:..........کہ نسبتِ خاک را با عالم پاک

اے اللہ! ہم کو ان میں سے نہ کریئے کہ جن پر اَلَّذِیْنَ ضَلَّ سَعْیُھُمْ (پ١٦) صادق آئے اور اے رحمٰن. اے رحیم اُن میں سے کریئے جو یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْآ اَنْفُسَکُمْ (پ٢٨) پر عمل کرنے والے ہیں مطلوب وغرض اس گذارش سے یہ ہے کہ خدمتِ کتاب اللہ کی طرف بھی مثل اور ضروریاتِ دینیہ کے توجہ وسعی کیجئے۔

ہاں بَذْلِ سعی کے اکثر کامیابی ہے خدانخواستہ معذوری متعیّن ہوسکتی ہے لیکن قبل سعی کے (محنت اور کوشش کرنے سے پہلے) کیسے معذوری متعیّن کرلی گئی اگرچہ بعض فقہاءِ متاخرینؒ کے قول پر نماز فاسد نہ ہو لیکن مختلف فیہ تو ضرور ہوگی وعدمِ فسادِ صلوٰۃ مستلزم رَفعِ اثم کو تو نہیں ہوگا جیسا کہ اگر کوئی غفلت یا سستی سے نمازِ جمعہ ترک کردے تو ظہر پڑھ لینے سے کیا ترکِ جمعہ کا گناہ بھی جاتا رہے گا؟

(خلاصہ).... یہ کہ فقہاء کرامؒ تو تمامی عمر اس بَذْلِ سعی وجُہد کو اِنعقادِ صلوٰۃ (نماز کے صحیح ہونے) کیلئے مشروط فرماتے ہیں کہ جب تک بَذْلِ جُہد کرتا رہے گا منفرداً اسکی نماز رہے گی۔

اور جب بذلِ سعی کو ترک کر دیگا تو تنہا بھی اسکی نماز نہیں ہوگی اور ایسے شخص کو صحیح خواں (تجوید سے قرآن پڑھنے والوں) کا امام بنانا جائز نہیں۔

غفلت اور اِعراض کی تو کوئی بھی اجازت نہیں دیتا نہ متقدمین نہ متاخرین میں سے ہاں بجز بِالفعل کو صرف اِنعقادِ صلوٰۃ کیلئے متاخرین نے عذر قرار دیا ہے جیسا کہ نو مسلم بِالفعل کیلئے اور یہ سب کیا قادر بِالقوہ نہیں ہیں۔

اے طالبِ حق! ذرا کتبِ فقہ کو بھی کھول کر دیکھ اور اپنے نفس سے مشقت سے بچنے کیلئے اپنے لئے فتویٰ نہ تجویز کر کہ آخرت کی مشقت اس سے بہت زیادہ اشدّ اور نا قابلِ برداشت ہے۔ (ہدیۃ الوحید صفحہ ۶۹: مطبوعہ ملتان/صفحہ ۹۵: مطبوعہ لاہور)

تمام علوم وفنون خصوص علومِ منقولیہ دینیہ استادوں سے حاصل کئے جاتے ہیں یہی معاملہ وعمل فنِ تجوید وقراءت کے اتھ بھی ہونا چاہیئے کیسی گمراہی اور نہایت بے توجہی کا معاملہ ہے کہ ہر شخص بغیر حاصل کئے مطمئن ہے بلکہ بعض صاحب بعض موقعوں میں سادہ قرآن کہہ کر مسرور (خوش) بھی ہوتے ہیں اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ.

فَسَوْفَ تَرٰی اِذَاانْکَشَفَ الْغُبَارُ اَفَرَسٌ تَحْتَ رِجْلِکَ اَمْ حِمَارٌ

(یعنی) عنقریب دیکھ لوگے جبکہ ناواقفی کا غبار ہٹ جائیگا آیا گھوڑی پر سوار ہو یا خر پر یعنی حق پر تھے یا وہم پرستی کرتے تھے:

آنکس کہ نداند وبداند کہ بداند ۔۔۔ در جہل مرکب ابدالدّہر بماند

جو شخص کسی بات کو نہیں جانتا اور خود ہی سمجھتا ہے کہ میں جانتا ہوں۔ وہ جہلِ مرکب میں تمام عمر رہیگا ہرگز وہ کبھی بھی اپنی اصلاح نہ کرے گا۔ (ہدیۃ الوحید صفحہ ۵۰ ملتان/صفحہ ۷۴: لاہور)

صحیح تلفّظ کے ساتھ فہم وتدبّر

حضرت مولانا قاری محمد طاہر رحیمی مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: الفاظ کی صحت

کے بغیر فہم وتدبّر قطعی بے معنیٰ ولا حاصل ہے۔ لیکن اسکے برعکس محض الفاظ کی تلاوت بغیر فہم وتدبّر کے بروئے احادیث یقیناً موجبِ اجر ورَفعِ درجات ہے۔ لہٰذا الفاظ کو معانی پر فوقیت حاصل ہے۔

احادیثِ شریفہ میں تلاوت اور تعلیم وتعلّمِ قرآن نیز حفاظِ قرآن کے فضائل بنسبت علماء کے زیادہ وارد ہوئے ہیں۔ محض قرآن کی تلاوت بھی ازدیادِ ایمان (ایمان کی زیادتی) اور سکون وروحانیت کا باعث ہوتی ہے۔ (فضائلِ حُفاظِ القرآن ص ۲۹۸ ملتان/ص ۱۹۱ حاصل پور)

نہ جمال نہ کمال

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ (یہ) کیسی ظلم کی بات ہے کہ ہر دُنیوی کام کیلئے ذی ہُنر اور ذی لیاقت ڈھونڈا جاتا ہے حتی کہ لوہار، نجّار (لکڑی کا کام کرنے والا) بلکہ گانے بجانے والا تک، لیکن خدائے قدّوس کے رُوبرُو جوسب کی طرف سے وکیل (امام) بن کر کھڑا ہوتا ہے وہ چھانٹ کر ایسا رکھا جاتا ہے جس میں نہ کمال نہ جمال، تمام محلّہ میں جو ناکارہ، اندھا، چوندھا، فاتر الحواس (بے وقوف) گنوار (اَن پڑھ) بدتمیز، جاہل غرض جو کسی مصرف (کام) کا نہ رہے اسکو امامت کیلئے اِنتخاب (منتخب) کیا جاتا ہے۔ (عماد الدّین صفحہ ۱۴۷)

خانقاہ تھانہ بھون کا معمول

حضرت اقدس شاہ ابرارالحق ہردوئیؒ (خلیفہ حضرت تھانویؒ) نے ارشاد فرمایا کہ ہمارے یہاں عالموں کی تقرری پر ان کا قاعدہ کا امتحان ضرور ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ ایک عالم صاحب کچھ خفا ہوئے اور کہنے لگے ہماری سند میں تمام کتابوں کے اندر ہمارے اعلیٰ نمبر آئے ہیں۔ ان سے گذارش کی گئی مگر آپ کی سند میں قاعدہ کے امتحان کا ذکر نہیں ہے، پھر ایک قاعدہ پڑھنے والے بچے کو بلایا گیا اور اس سے ان کو قاعدہ کا سبق سنایا گیا۔ پھر خود ہی کہنے لگے کہ یہ بچہ تو مجھ سے اچھا پڑھتا ہے پھر ان (عالم) سے عرض کیا گیا کہ

اگر آپکو اس بچے کا امام بنادیا جائے تو اِس بچے کے قلب میں آپ کی کیا وَقعت (عزت) ہوگی بات سمجھ میں آ گئی۔

📖.... حضرت حکیم الامت مولانا تھانویؒ کے یہاں اس کا بڑ ا اِہتمام تھا بعض وقت تھانہ بھون میں بعض شیخ الحدیث اور بعض شیخ التّفسیر کو قاعدہ پڑھنا پڑا۔

(مجالس ابرار صفحہ ۱۹۹/تحفۃ المدارس جلد ا صفحہ ۴۷)

اَہْلِ مدارس کیلئے دستورالعمل

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں اَہْلِ مدارس اس کا اِلتزام رکھیں کہ جو طالب علم ان کے مدرسہ میں داخل ہونا چاہے امتحانِ داخلہ کا ایک جز اور اِجزاء زیادہ نہیں، تو برابر درجہ میں سہی، صحتِ قرآن کو بھی قرار دیں۔ اور بِدونِ تجربہ صحتؔ یا بعض حالات میں کم ازکم وعدہٗ تصحیح تو ضرورلیا جاوے بِدونِ اسکے داخل نہ کریں اور وعدہ کی صورت میں جتنے سبقوں کا وہ مستحق (یعنی سہولت کے ساتھ یاد کرسکتا) ہے ان میں سے ایک سبق کی جگہ اس تصحیح (قرآن مجید) کو رکھیں اور اس مرحلے کو طے کرنے کے بعد پورے سبقوں کی اجازت دیں۔

تنبیہ.... مشائخ کو چاہیئے کہ اپنے مریدوں کو خصوصی خلفاء کو صحتِ قرآن مجید پر مجبور کریں۔ کیا ظاہر یا باطن کا مقتدا بنایا جائے؟ اور بچوں سے بھی کم ہو، کیا یہ معیوب نہیں؟

(اِصلاحِ اِنقلابِ اُمّت صفحہ ۴۳)

افراد کی ضرورت

اُمت میں کچھ آدمی ہر وقت ایسے موجود رہنے چاہئیں جو تجوید وقراءۃ اور وقف ورسم کے تمام مسائل سے واقف ہوں، کیونکہ انہی علوم کی بدولت آج اُمت کے پاس قرآن مجید بلا کم وکاست اور بلا کسی ادنی تغیر کے جوں کا توں محفوظ ہے۔ (اَلتَّقْدِمَۃُ الشَّرِیْفِیَّۃُ صفحہ ۴۳)

دارالعلوم دیوبند میں تجوید کا اجراء

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ اپنی تعلیم کے بارے میں فرماتے ہیں کہ والد محترم حضرت مولانا حافظ محمد احمدؒ کا جذبہ یہ تھا کہ بچہ کو شروع سے ایسے حافظ کے پاس بٹھایا جائے، جو اچھا قاری بھی ہو، تاکہ ابتداء ہی سے حروف کے مخارج صحیح طور پر ادا ہوں اور قرآن کو اس کے پورے حقوق کے ساتھ پڑھا جا سکے چنانچہ اس خدمت کیلئے حضرت حافظ محمد احمد صاحبؒ نے غالباً حکیم الامۃ حضرت تھانویؒ کے مشورہ سے مولانا قاری عبدالوحید خاں صاحب الہ آبادیؒ کو منتخب فرمایا اور ان کو بطورِ خاص ذاتی طور پر بلا کر اپنے گھر پر رکھا تاکہ وہ بچہ کی تعلیم و تربیت کا فریضہ ادا کریں۔ قاری صاحب کا قیام و طعام اور مشاہرہ سب اپنے ذمہ لیا۔ جب قاری صاحب موصوف تشریف لے آئے تو حضرت شیخ الہندؒ نے حافظ صاحب سے فرمایا کہ جب قاری صاحب آ ہی گئے ہیں، تو ایسا کیوں نہ کیا جائے، کہ جناب قاری صاحب کو دارالعلوم ہی میں مدرس رکھ لیا جائے، اور یہاں درجہ تجوید کھول دیا جائے، تو ان کا افادہ عام ہو جائیگا، اس طرح دارالعلوم دیوبند میں بھی ایک کمی ہے کہ یہاں شعبہ تجوید نہیں ہے۔ وہ پوری ہو جائیگی۔ اور دوسرے طلباء بھی قرآن پاک تجوید کے ساتھ پڑھنے کی مشق کر لیں گے چنانچہ حضرت ممدوح نے اسے بخوشی منظور فرمایا۔ اور دارالعلوم میں شعبہ تجوید قائم کر کے قاری صاحب موصوف دارالعلوم کے مجود (پہلے استاذِ تجوید) قرار پائے اور حضرت حافظ صاحبؒ نے اپنے اسی بچہ کو اسی شعبہ دارالعلوم دیوبند میں داخل فرما دیا جو آپ کے والد ماجد حضرت نانوتویؒ کی دلی تمناؤں اور آرزؤں اور دعائے نیم شبی کا ثمرہ ہے۔ اور جس سے ساری دنیا متمتع ہو رہی ہے۔ اس بارہ میں حضرت ممدوح (قاری) محمد طیب صاحبؒ فرمایا کرتے ہیں کہ دارالعلوم دیوبند میں شعبہ تجوید قائم ہونے کا سبب میں ہوں اور میں ہی اس شعبہ کا سب سے پہلا شاگرد ہوں۔ (مجالس حکیم الاسلام جلد ا صفحہ ۲۸)

تجوید کی تجدید

(کتاب تذکرۂ قاریانِ ہند کے مؤلف تحریر فرماتے ہیں کہ آج سے تقریباً) پچاس برس قبل (گویا کہ آجکل ۱۴۳۱ھ کے حساب سے سو سال پہلے) حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ نے عربی مدارس کے نصاب کے متعلق ایک تقریر فرمائی تھی جس میں مولانا نے یہ شکایت کی تھی کہ عربی مدارس میں تجوید وقراءت نہیں سکھلائی جاتی جس کی وجہ سے جو عالم بھی نکلتے ہیں تجوید سے بے بہرہ (ناواقف) ہوتے ہیں۔

حضرت مولانا عبدالباریؒ نے تجدیدِ نصابِ عربی پر ایک مضمون معارف بابتہ مئی ۱۹۴۸ء میں لکھا تھا جس میں انھوں نے مولانا اشرف علی تھانویؒ کے اسی خیال کو دُہرایا تھا۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ نے فرمایا تھا۔ اکثر مدارسِ عربیہ میں تجوید کا علم وعمل داخلِ نصاب نہیں۔ اِس کمی کا نتیجہ یہ ہے کہ اکثر طلباء بلکہ (بہت سے) علماء بھی قرآن مجید صحت سے نہیں پڑھ سکتے۔ جس پر عوام تک ہنستے ہیں۔ کتنا بڑا ظلم ہے کہ امام عالم ہو اور اسکی نماز فقہ کی رُو سے درست نہ ہو، لہٰذا طلباء (اور علمائے کرام) پر لازم کیا جائے کہ تجوید علماً وعملاً حاصل کریں۔

مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ اور ان کے ہم عصر قراء کی چیخ وپکار کا یہ نتیجہ ہوا کہ ہندوستان کی بڑی بڑی درسگاہوں ومدارسِ عربیہ نے اس جانب توجہ کی۔ پچیس سال پہلے میں نے (مؤلف تذکرۂ قاریانِ ہند نے) جو مختلف عربی مدارس دیکھے تھے ان میں اور حالیہ مدارس میں جن کا ۱۹۵۸ء کی ابتداء میں یہ دورانِ سفر مدارس کا معائنہ کیا بیّن (واضح) فرق محسوس ہوا۔ دارالعلوم دیو بند میں پہلے صرف ایک قاری تھے جن کے پاس طلباء کی تعداد پانچ سات سے زیادہ نہ تھی۔ مگر اب اس درسگاہ میں پانچ شیوخ التجوید کام کر رہے ہیں اور ان سب کی جماعتیں بھرپور ہوا کرتی ہیں۔ (تذکرۂ قاریانِ ہند حصہ ۲ صفحہ ۲۸۷)

تنبیہ: **شیخ العرب والعجم** حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ نے دارالعلوم دیو بند میں تجوید

وقراءۃ ہر طالب علم کیلئے لازمی قرار دی خود حافظ وقاری تھے جس طالب علم کی ادائی درست نہ ہوتی اس پر سخت ناراض ہوتے۔

(تذکرۂ قاریانِ ہند حصہ۲ صفحہ۳۶۴/حسن المحاضرات فی رجال القراءات جلد۲ صفحہ۲۱۱)

ایک اہم کوتاہی

شیخ القراء حضرت مولانا قاری ابوالحسن اعظمی مدظلہ (استاذ شعبہ تجوید وقراءات دارالعلوم دیوبند) فرماتے ہیں کہ: علمائے کرام جہاں ایک طرف نئے مدارس کے قیام اور قدیم مدارس کو ترقی دینے میں ایک اہم کردار ادا کر رہے ہیں وہیں دوسری طرف نہایت خطرناک اور سخت ترین کوتاہیوں سے بھی دوچار ہیں (الا ماشاء اللہ) وہ عظیم کوتاہی یہ ہے کہ اپنے مدارس عربیہ میں افضل العلوم واقدم العلوم، علم تجوید وقراءت کے قیام اور اسکی کماحقہٗ ترقی واشاعت سے غفلت برت رہے ہیں، یہ سارے علوم آلیہ جس اعلیٰ کتاب کی تفہیم وتشریح کیلئے خادم کی حیثیت رکھتے ہیں ان کی طرف توجہات اور ان پر خرچ کرنے کیلئے روز افزوں آسمانی بجٹ اور میزانیہ پر ذرا نظر کی جائے اور پھر وہ اعلیٰ اور افضل کتاب، کتابِ الٰہی جو مخدوم ہے تمام علوم کی اسے صحت کے ساتھ پڑھنے پڑھانے کی طرف ان مدارس عربیہ میں کیا نظام ہے، اسکی ترویج واشاعت پر کتنا سالانہ بجٹ بنایا جاتا ہے، اسکے اساتذہ کو کس اسکیل وگریڈ اور طبقہ پر رکھا جاتا ہے، اگر الفاظ صحیح درست اور اپنے صحیح مخارج وصفات درست ادا نہ کئے جائیں گے تو اس سے صحیح معانی کس طرح برآمد کئے جاسکیں گے، کیا یہ کوئی عجمی زبان ہے کہ جس طرح چاہا بول دیا اور جو چاہا مراد لے لیا، یہ تو فصیح عربی مبین میں نازل شدہ کتاب عزیز ہے۔ (حسن المحاضرات فی رجال القراءات جلد۲ صفحہ۱۵۸)

📖 ....علومِ قرآنی میں علم تجوید وقراءت کی اہمیت وحیثیت اہلِ علم پر مخفی نہیں ہے مگر اس اقدم العلوم وافضل العلوم کے ساتھ مدارس عربیہ میں کیا معاملہ ہے یہ بھی معلوم ہے ہونا تو یہ چاہئے

تھا کہ ابتداہی سے قرآن کریم کواس کی شان کے مطابق صحت کے ساتھ پڑھنے پڑھانے کااہتمام کے ساتھ انتظام ہو، کیااس سے کسی کوانکار ہوسکتا ہے کہ قرآن کریم کوصحت کے ساتھ پڑھنافرض عین ہے مگرصد افسوس کہ مدارسِ عربیہ کے مہتمم اور منتظمین صاحبان اس علم کوعلم منطق اوراس جیسے دیگر علوم آلیہ سے بھی کمتر درجہ دیئے ہوئے ہیں، زبانی اعتراف تو کر لیتے ہیں مگر عملاً اس کے ساتھ سوتیلے پن کاسلوک روار کھے ہوئے ہیں **الاماشاء الله** !اس علم سے غفلت اور بے اعتنائی کا سبب صرف یہ ہے کہ مدارس کے اربابِ حل وعقد،نظماء اور مہتمم حضرات عموماً اس علم سے ناواقف ہوتے ہیں اور جب کوئی اس کی اہمیت،حقیقت اورعظمت سے ناواقف ہوتو پھر اس کی طرف توجہ کیوں اورکس طرح ہو۔ **اَلنَّاسُ اعداء لماجهلو!**

(حسن المحاضرات فی رجال القراءات جلد۲صفحہ ۸۰)

مدرسہ قاسمیہ شاہی مرادآباد میں تجوید وقراءت

قرآن کریم کوصحت کے ساتھ تجوید کے قواعد وآداب کے مطابق پڑھنا واجب اور ضروری ہے اس اہتمام والتزام کے بغیر تعلیم قرآن کا حق ادانہیں ہوسکتا۔اسی بناء پر مدرسہ شاہی میں شروع ہی سے الفاظ کی صحت وادائیگی اور تجوید کا خاص اہتمام رہا۔شوریٰ اور عاملہ کی تجاویز سے معلوم ہوتا ہے کہ اربابِ مدرسہ کی خاص توجہ اس امر کی طرف رہتی تھی کہ جوبھی طالب علم یہاں سے فارغ ہوکر جائے اس کا تلفظ صحیح اوراسے قراءتِ قرآن کا بہترین سلیقہ ہو۔حفظ کے اساتذہ کواس کی تاکید کی جاتی تھی کہ وہ اپنے شاگردوں کوحفظِ قرآن کراتے وقت ان کے تلفظ پر خصوصی دھیان (توجہ) دیں تاکہ شروع ہی سے صحیح تلفظ کا مزاج بن سکے مجلس شوریٰ مدرسہ شاہی کی ایک تجویز میں کہا گیا ہے کہ!''باتفاق منظور ہوا کہ مدرسہ کے ہر طالب علم کے واسطے علمِ تجوید سیکھنا لازمی امر ہوگا اور کسی طالب علم کوکم ازکم ایک سیپارہ کی مشق کرکے کامیاب نمبر حاصل کئے بغیر سند نہ دی جائے،نیز تمام مدرسین قرآن مجید کا قراءت میں سند یافتہ ہونا

ضروری ہوگا، جو مدرس تجوید کے سند یافتہ نہ ہوں ان کی جگہ سند یافتہ مقرر کئے جائیں"۔
(رجسٹر کارروائی مجلس شوریٰ/حسن المحاضرات فی رجال القراءات جلد۲ صفحہ ۱۳۴)

مدارس میں تجوید کا سبق

مرشد عالم حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ: جن مدارس میں (مالی) گنجائش ہے ان کو ایک مدرس تجوید کا مدرسہ میں بڑھانا ضرور ہے اس طریق سے یہ فن عام ہوسکتا ہے (اے کاش! بڑے مدارس اور جامعات کے حضرات شعبہ تجوید کی طرف خصوصی توجہ فرمائیں تو ایسی صورت میں فارغ ہونے والے تمام علماء کرام قرآن مجید کے صحیح پڑھنے والے بن سکتے ہیں، اگر کہیں ہے تو جزوی، وہ بھی کتبِ تجوید کی حد تک جیسا کہ وفاق المدارس کا نصاب شاہد ہے نہ کہ عمل بالتجوید۔ مؤلف غفرلہٗ)
(اِصلاحِ اِنقلابِ اُمت صفحہ ۴۳)

درسِ تجوید کی اہمیت

حضرت مولانا قاری مزرا بسم اللہ بیگؒ فرماتے ہیں کہ حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کی خواہش پر حضرت شیخ فرید (بابا فرید گنج شکرؒ) ان کو ہر جمعہ کو درمیانِ جمعہ وعصر درسِ تجوید دیا کرتے تھے اس طرح ایک منزل ختم کی کہ اس شہادت سے ظاہر ہے کہ حضرت شیخ فریدؒ نہ صرف قاری تھے بلکہ مقری بھی، قرآن مجید کو صحت سے پڑھنے کی اہمیت ان بزرگوں کے عمل سے ظاہر ہوتی ہے کہ کثیر المشاغل ہونے کے باوجود اپنے مریدین کو تجوید وقراءت سکھلانا ضروری سمجھتے تھے۔

حضرت سلطان المشائخؒ کے بیان کے مطابق حضرت شیخ فرید گنج شکرؒ کی خانقاہ حفاظ وقراء سے بھری رہتی تھی۔ آپ اکثر طالبین کو سلوک بالقرآن پر لگادیتے تھے۔

بابا صاحبؒ کے شغفِ قرآنی کی یہ حالت تھی کہ پچانوے سال کی عمر میں بھی تراویح میں قرآن سنتے رہے جب کھڑے رہنے کی طاقت نہ رہی تو بیٹھ کر سننے لگے۔ ہر مرید کو قرآن

شریف حفظ کرنے اور تجوید سیکھنے کی تاکید فرماتے رہتے۔ چنانچہ سلطان المشائخ (حضرت خواجہ نظام الدینؒ) کو تجوید جس طرح سکھلائی وہ آپ سُن چکے۔ حفظ کیلئے بھی وصیت کی ۲۵ رجمادی الاول ۶۶۹ ؁ء کو اپنا لعابِ دہن سلطان المشائخ کے دہن (منہ) میں ڈالا تاکہ وہ حافظ ہو جائیں حفظِ قرآن آسان ہونے کیلئے ایک تدبیر بھی بتاتے تھے کہ پہلے سورۂ یوسف کو یاد کیا جائے تاکہ اللہ ﷻ اسکی برکت سے پورا حافظ بنادے۔

(تذکرۂ قاریانِ ہند حصّہ اوّل صفحہ ۱۲۰)

📖 ....حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے تجوید وقراءت کئی بزرگوں سے سیکھی تھی۔ پہلے استاذ شادی مقری تھے دوسرے استاذ شیخ شہاب الدین دہلویؒ، تیسرے استاذ خود بابا شیخ فریدؒ تھے تلاوت کیساتھ اچھے قراء سے قرآن سننے کا بہت شوق تھا جہاں کہیں اچھے قاری کی تعریف سنتے پہونچ جاتے۔ اسکی قراءت سنتے، چنانچہ قاری شرف الدینؒ کی تعریف سنی تو جاکر ان کی قراءت سنی اور بعد میں فرمایا ''اچھے قاری ہیں'' ترتیل سے پڑھتے ہیں حروف اچھی طرح مخارج سے ادا کرتے ہیں۔ قاری دولت یار خاں سنامیؒ کی بھی تعریف کرتے تھے۔

قاری خواجہ شہاب الدینؒ کو خوش الحانی کی وجہ سے اپنی مسجد کا امام مقرر کیا۔ انکی آواز بڑی دلکش تھی۔ حضرت نے کئی بار اُنکو انعامات دیئے۔ اپنے بھانجوں کو بھی تاکید کی کہ اُن سے تجوید وقراءت سیکھیں، بن مریدین بھی ان سے درس لیتے تھے۔ حضرتؒ نے تجوید وقراءت وقرآن خوانی کا بڑا اچھا ماحول بنالیا تھا۔ (تذکرۂ قاریانِ ہند حصّہ اوّل صفحہ ۱۲۳)

📖 ...سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاءؒ فرماتے تھے کہ قرآن مجید کو ہمیشہ با تجوید وباترتیل پڑھنا چاہیئے اس سے ذوق ولذّت حاصل ہوتی ہے نیز فرماتے جب قرآن پڑھو تو حضورِ قلب سے پڑھو اور دل کو تواضع کیساتھ مشغول رکھو۔ خیالاتِ فاسدہ رفع ہو جائیں گے۔

(تذکرۂ قاریانِ ہند حصّہ اوّل صفحہ ۱۲۵)

ایک عالم کا واقعہ

شیخ القراء حضرت مولانا کرامت علی جونپوریؒ (متوفی ۱۲۹۰ھ) فرماتے ہیں کہ سارے عُلوم سے افضل قرآن مجید کے حرفوں کی تجوید اور اسکے لفظوں کی تحسین و تصحیح کا علم ہے جو قرآن کے علموں میں سے اصل اور جڑ ہے کیونکہ یہ علم اسکی ذات سے تعلق رکھتا ہے دوسرے علم مانند شاخ کے ہیں بجائے اَحوال وصفاتِ قرآن کے مگر اس وقت ہمارے ملک (ہند) میں اس کا نور بجھ گیا اور اس کا نشان باقی نہیں رہا ایسے لوگ جو اسکو سیکھنے سکھلانے میں مشغول ہوں کھوئے گئے (اِلَّا ماشَآءَ اللّٰهُ) اور ایسے لوگ جو اس علم کی تلاش کریں، اور اسکو درست کرنے میں لگے رہیں گم ہو گئے لوگ پڑھتے ہیں مگر سین و صاد میں فرق نہیں کرتے اِسکی تلاوت کرتے ہیں مگر زا اور ضاد کو جدا نہیں کرتے یہ خاکسار (کرامت علیؒ) بھی اس غلط خوانی اور تحریفِ کلماتِ قرآنی کی بلا میں (اگر چہ قصداً نہ تھی) گرفتار تھا حروف کی تجوید اور قرآن مجید کی تحسین نہیں جانتا تھا اور سمجھتا تھا کہ میں جانتا ہوں اس بارے میں الحمد لله کہ اَزَلْ (اللہ ﷻ) کی توفیق کے سبب اپنی غلط خوانی پر مطلع ہوا اور اپنی ناواقفی پر شرمندہ و پشیمان ہوا تجوید سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کو واجب جانا ایک مدت دراز تک اسکے سیکھنے اور تحقیق کرنے پر ہمّت باندھی دن رات کی محنت کو اپنے اوپر برداشت کیا، عرب کے قاریوں کی صحبت (شاگردی) اختیار کی خصوصاً مجوّدِ قرآنی سیّد محمد اسکندرانیؒ کی شاگردی میں داخل ہو کر دوڈھائی سال ان سے قراآت سیکھتا رہا حق سُبحانہٗ وتعالیٰ نے جس قدر مقدور (یعنی علم تجوید حاصل کرنا جتنا میرے مقدر میں) تھا اس علم کا حصّہ شرح ھندی (حضرت کی اپنی تصنیف جو کہ المقدمة الجزریہ کی شرح ہے) کو اپنے مقدر بھر تجوید کے بھیدوں کو کھولنے بیان کرنے اور سمجھانے کیلئے رکھا۔ (ہندی شرح جزری صفحہ ۹/ تذکرۂ قاریانِ ہند حصّہ اوّل صفحہ ۲۱۲)

﴿باب سوم﴾

اصول تجویداور قواعد کی پابندی

شیخ التجوید استاذ القراء قاری المقری محمد شریفؒ فرماتے ہیں کہ: ہم سب ہی کو اس بات کی ضرورت ہے کہ اس تلفّظ کے موافق پڑھنے کیلئے ان اصول وقواعد کی پابندی کریں، جوصدرِاوّل کے علماء اوراس فن کے ائمہ کتابوں میں مدوّن فرما گئے ہیں۔

مخارج وصفات کا اہتمام اورایسے ہی دوسرے قواعد کی رعایت، ان سب سے مقصود قرآن مجید کے الفاظ کواُسی نبوی تلفّظ (عَلٰی صَاحِبِهَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ) کے موافق ادا کرنا ہے۔

کوئی کلام اپنی اصلی شکل میں اس وقت تک باقی نہیں رہ سکتا، جب تک کہ اُسکے حروف اورکلمات کو بالکل اُسی طرح ادا نہ کیا جائے، جس طرح کہ خالص اہلِ زبان ادا کرتے ہیں۔ پس قرآن مجید بھی صحیح معنٰی میں قرآنِ عربی اسی صورت میں کہلاسکتا ہے کہ اس کا ہر ہر حرف اور ہر ہر کلمہ بالکل عربُ العرباء کے تلفّظ کے موافق ادا ہو۔ (التَّقْدِمَةُ الشَّرِيفَةُ صفحہ ۱۲۸)

📖 ....مخارج اور صفات کا اہتمام نہ کرنے سے توسرے سے قرآن کی عربیت ہی فوت ہوجاتی ہے۔ رہی صفاتِ عارضہ اورحسن وقف وابتداء کی رعایت! سوان چیزوں پرقرآن کی عربیت کا مدار نہیں۔ ہاں! اسکے الفاظ کے حسن اوراسکی عبارت کے اِرتباط کا مدار ان پرضرور ہے۔ چنانچہ ناظمؒ نے بھی قرآن مجید کے عربی تلفظ کا مدارصرف مخارج اورصفات ہی کو قرار دیا ہے۔ (التَّقْدِمَةُ الشَّرِيفَةُ صفحہ ۴۳)

📖 ....مخارج اور صفات کا جاننا اسلئے ضروری ہے کہ اگر ان کا اہتمام کر کے قرآن مجید کی تلاوت کی جائے تو وہ تلاوت بلحاظ تلفظ عرب العربا بلکہ خود آنحضرت ﷺ کی تلاوت کے موافق ہو جاتی ہے۔ (التَّقْدِمَةُ الشَّرِيْفِيَّةُ صفحہ ۴۵)

📖 ....قرآن کی تلاوت اس طرح کی جائے کہ ہر ہر حرف بالکل صاف صاف اور نہایت عمدگی کے ساتھ ادا ہو، نہ تو کوئی حرف ادا ہونے سے رہے اور نہ کسی حرف میں گڈ مڈ ہو (**المنح الفكريه**) اور یہی حقیقت ہے تجوید کی بھی۔ (التَّقْدِمَةُ الشَّرِيْفِيَّةُ صفحہ ۱۲۹)

📖 ....جب کوئی شخص تلاوتِ قرآن کے سیکھنے کا ارادہ کرے تو اس کیلئے ضروری ہے کہ پہلے مخارج وغیرہ معلوم کرے اور پھر اسکے بعد انکی روشنی میں قرآن مجید کے حروف اور اسکے الفاظ کی ادائیگی کی مشق کرے۔ (التَّقْدِمَةُ الشَّرِيْفِيَّةُ صفحہ ۴۴)

📖 ....حضرت ملا علی قاری حنفیؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے شیوخ کا یہی طریقہ رہا ہے کہ تجوید کے طلباء کو سب سے پہلے مخارج وصفات کی روشنی میں حروفِ تہجی کی مشق کراتے تھے اور پھر الفاظ کی ادائیگی سکھاتے تھے۔ جس سے انکی تجوید مضبوط اور خوب پختہ ہو جاتی تھی۔

(التَّقْدِمَةُ الشَّرِيْفِيَّةُ صفحہ ۴۴)

قواعدِ تجوید

تجوید کی کتابوں میں وہ قواعد بیان کئے جاتے ہیں جن کے یاد کر لینے اور قرآن مجید کی تلاوت کے وقت ان کو عمل میں لانے سے الفاظِ قرآن کی ادا صحیح ہو جاتی ہے اور عجمی لوگوں کا تلفظ بھی ان خالص عربوں کے تلفظ کے موافق ہو جاتا ہے جن کی زبان میں قرآن مجید نازل ہوا تھا۔ (مُعَلِّمُ التَّجْوِيْد صفحہ ۴۵)

📖 ....قواعدِ تجوید دو (۲) طرح کے ہیں (۱)....ایک قسم کے قواعد تو وہ ہیں جن کی پابندی کرنے سے حروفِ قرآنیہ کا تلفظ خالص اور فصیح عربوں کے تلفظ کے موافق ہو جاتا ہے۔ جن کی زبان میں قرآن مجید نازل ہوا تھا اور یہ بات حرفوں کی ان کے مخارجِ اصلیہ سے نکالنے اور

ان کی صفاتِ لازمہ کا اہتمام کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

دوسری قسم کے قواعد وہ ہیں جن کی رعایت رکھنے سے حُسن اور زینت آتی ہے اور یہ وہ ہیں جن کو اہلِ فن صفاتِ عارضہ، یا **مُحَسِّنَاتِ تجوید** سے تعبیر کرتے ہیں فرضیّت اور وُجوب کا تعلّق صرف پہلی قسم (صفاتِ لازمہ) کے قواعد کی پابندی سے ہے کیونکہ ان کا اہتمام نہ کرنے سے سرے سے قرآن کی عربیّت (ہی) فوت ہوجاتی ہے اور قرآن مجید کی اس قدر تصحیح کہ اسکی عربیّت قائم رہے فرضِ (عین) ہے۔

رہے دوسری قسم کے قواعد سُو ان کا اِہتمام شرعاً فرض یا واجب نہیں بلکہ مستحب (پسندیدہ) ہے کیونکہ ان کے ترک سے قرآن کی عربیّت (تو) فوت نہیں ہوتی لیکن عُرفاً یعنی قراء کے نزدیک ان کا اِہتمام بھی ضروری ہے چونکہ یہ بھی تجوید کا (ایک) حصہ ہیں اور ان کے بغیر تجوید کامل نہیں ہوتی۔ لہٰذا اِس تفصیل کی بنا پر یہ ضروری ہے کہ گناہ اور خطا کے بھی دو (۲) درجے کئے جائیں۔

(۱)....حرام (۲).... مکروہ اسلئے کہ فرض کا ترک حرام ہے اور مستحب کا ترک مکروہ۔

جن قواعد کی پابندی نہ کرنے سے قرآن کی عربیّت فوت ہوجاتی ہے ان کا ترک تو حرام ہے۔ اور جن کی رعایت نہ رکھنے سے عربیّت فوت تو نہیں ہوتی صرف انکے حرفوں کا حُسن اور انکی زینت ہی متاثر ہوتی ہے ان کا ترک مکروہ (ناپسندیدہ عمل) ہے۔

یہی وجہ ہے کہ قواعدِ تجوید کا خیال نہ رکھنے سے پڑھنے میں عام طور پر جو غلطیاں ہوتی ہیں علماء نے ان کو دو (۲) قسموں میں مُنقسم (تقسیم) کردیا ہے۔ پہلی قسم کی غلطیوں کو لحنِ جلی اور دوسری قسم کی غلطیوں کو لحنِ خفی سے تعبیر کرتے ہیں۔ (اَلتَّقْدِمَۃُ الشَّرِیْفِیَّۃُ صفحہ ۱۲۴)

خلطِ معنیٰ کا مطلب

استاذ القراء حضرت مولانا قاری اظہار احمد تھانویؒ فرماتے ہیں کہ قواعدِ تجوید سے قرآن پڑھنا فرضِ (عین) ہے گو قواعدِ تجوید کو پڑھنا فرضِ (عین تو) نہیں مگر قواعدِ تجوید سے

تمام قواعد مراد نہیں، بلکہ اس حد تک خلطِ معنیٰ لازم نہ آئے۔

خلطِ معنیٰ ایک وسیع مفہوم ہے خلطِ معنیٰ میں یہ بھی ہے کہ غلطی کی وجہ سے آیتِ قرآنی کا مفہوم مُرادِ الٰہی کے بالکل برعکس ہو جائے مثلاً **وَنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيلًا** (اور ہم اہلِ جنّت کو نہایت گھنے سایہ میں داخل کریں گے) (**اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْهُمْ**) اہلِ جنّت کے حق میں ہے، اگر ظا کو ذال سے بدلا جائے تو نہایت قبیح معنیٰ پیدا ہو جاتے ہیں کہ ہم انہیں انتہائی ذلّت (کی جگہ یعنی جہنم) میں داخل کریں گے (**عَیاذاً باِ اللّٰہِ**).

(اَلْجوَاہِرُ النَّقِیَّہ صفحہ ۷۳/حُسَیْنی قاعدہ صفحہ ۳)

📖 ....خلطِ معنیٰ میں یہ بھی ہے کہ مفہوم کے اعتبار سے آیت مُہمَل اور بے معنیٰ ہو جائے مثلاً عربی حروف کی جگہ عجمی حروف پیدا ہو گئے راء کو ڑے، ڈال دیا تا کو ٹے سے بدل دیا۔ یا حرکات وسکنات میں غلطی کی جس کی وجہ سے مذکورہ دونوں صورتوں میں سے کوئی صورت بن گئی۔ پہلی صورت میں نماز بھی جاتی رہتی ہے دوسری صورت میں اگر عُذر کی وجہ سے نہ ہو تو قرآن میں تحریف لازم آنے کی وجہ سے حرمت کا اِرتکاب ہے۔ اس قسم کی غلطیوں کو علماءِ تجوید (نے) لحنِ جلی قرار دیا ہے اور اسی کی حد تک قرآن مجید کو صحیح پڑھنا فرضِ عین ہے لحن جلی کے اِرتکاب میں عِقاب کی وعید ہے اور لحنِ خفی کے ارتکاب میں عقاب کا اندیشہ تسلیم کیا گیا ہے دوسرے لفظوں میں اوّل حرام ہے دوسری مکروہ۔ (اَلْجوَاہِرُ النَّقِیَّہ صفحہ ۷۳)

کسی حرف کا قصداً بدلنا

شیخ القراء حضرت مولانا قاری محمد شریفؒ فرماتے ہیں کہ: کسی حرف کو دوسرے حرف سے قصداً بدلنا معذور کیلئے بھی جائز نہیں خواہ دوسرا حرف ازرُوئے مخرج اس سے اقرب ہو یا بلحاظِ صوت وتلفظ اس کا مشابہ دونوں میں سے کوئی صورت بھی جائز نہیں۔

تنبیہ.... **مُشَابَہُ الصَّوت** حرف سے قصداً پڑھنے کی اجازت دے دیجائیگی تو پھر اسکا

مطلب یہ ہوگا کہ جو شخص عربی حروف کے ادا کرنے سے قاصر ہے اس کیلئے **قاف** کی جگہ **کاف** ، **طا** کی جگہ **تا**، **صاد** کی جگہ **سین** ،**عین** کی جگہ **ہمزہ** اور **حا** کی جگہ **ھا** پڑھنا جائز ہے۔

تنبیہ.....**قریب المخرج** حرف سے بدلنے کو جائز قرار دیں گے تو پھر اس سے یہ لازم آئیگا کہ **ذال** کی بجائے **زاء** ، **راء** کی بجائے **لام** ،**ذال** کی بجائے **دال** وغیرہ پڑھنا جائز ہے حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں۔

تنبیہ.....اگر کوئی شخص **ضاد** کے بارے میں معذور ہے تو اس کیلئے بھی یہ جائز نہیں کہ وہ اسکے بجائے اِرادتاً دوسرا حرف پڑھے بلکہ کوشش معذور کو بھی اسی بات کی کرنی چاہیئے کہ **ضاد** اپنے ہی مخرج سے تمام صفات کی رعایت کے ساتھ ادا ہو لیکن اگر باوجود اِرادہ اور سعیِ بلیغ (بھرپور کوشش) کے بھی صحیح طور پر ادا نہ ہو سکے تو پھر صحیح کے بجائے جو تلفظ بھی ادا ہوگا وہ بوجہ عذر کے معاف ہوگا۔

فائدہ.....تاہم پڑھنے والے کو اس کا خیال رکھنا چاہیئے کہ جس قدر ممکن ہو اس کا تلفظ فصیح اور صحیح **ضاد** سے قریب تر ہو۔ اگر مخرج سے نکالنے پر قدرت نہیں تو کم سے کم صفات کی رعایت تو رکھے تاکہ صحیح تلفظ سے کچھ تو قریب ہو ہی جائے۔ سبیل الرشاد طبع اوّل ص ۱۶۸/طبع دوم ۲۱۸

فائدہ..... یہ رُخصت صرف اُس معذور ہی کے حق میں ہے جو باوجود اِرادہ اور کوشش کے بھی صحیح ادا پر قادر نہیں ہو سکتا رہا وہ شخص جو **ضاد** اَدا کر سکتا ہے اس کیلئے یہ قطعاً جائز نہیں کہ لاپروائی یا کسی خوف کی وجہ سے اس کو کسی دوسرے حرف سے بدل کر پڑھے۔ اگر ایسا کریگا تو تحریف القرآن کے جرمِ عظیم کا مرتکب ہوگا اور اگر اس مُداہنت کی اجازت دیدی جائیگی۔ تو پھر دین کے ہر مسئلہ میں یہی صورت پیش آسکتی ہے۔

تنبیہ.....اگر اصحابِ علم ہی جُہّال کی من مانی کرنے لگ جائیں گے تو پھر ایک **ضاد** ہی کیا پورے دین سے ہاتھ دھونے پڑیں گے۔ اسلئے جو حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ **ضا** کو **دال** کے

مشابہ یادال یاظا کے مخرج سے ادا کرنا صحیح نہیں ان کا فرض ہے کہ وہ کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ کئے بغیر ضاد کو صحیح ادا کریں۔ اور کوئی خوف یا کوئی طمع ان کو حق کی راہ پر چلنے سے روک نہ دے۔ ورنہ وہ **خاطی فی الدین** سمجھے جائیں گے اور عنداللہ مسؤل (جواب دِہ) ہونگے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق کو حق سمجھنے اور اسکی پیروی کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور غلط کو غلط سمجھنے اور اس سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ایک **ضـــاد** ہی نہیں قرآن مجید کے ہر حرف اور اسکے ہر لفظ اور ہر کلمہ کو پوری صحتِ لفظی اور تجوید کے ساتھ پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین).

(سبیل الرشاد صفحہ ۱۶۸ /طبع دوم ۲۱۸)

تجوید اور علمِ تجوید میں فرق

استاذ القراء حضرت مولانا قاری محمد اسماعیلؒ فرماتے ہیں کہ: تجوید تو اُس عمل کا نام ہے جس کے کرنے سے حروف وکلمات صحتِ لفظی اور عمدگی کیساتھ ادا ہوتے ہیں۔ اور علمِ تجوید وہ علم ہے جس میں عمل کرنے کے اصول اور اسکے قواعد بیان کئے جاتے ہیں۔

(مُعَلِّمِ التَّجْوِیْد صفحہ ۴۹ حاشیہ/تذکرۂ قاریان ہند صفحہ ۱۳)

📖.....تجوید اور عمل بالتجوید منجانب اللہ اور منزل من عنداللہ ہیں اور تواتر سے ثابت ہے اور قواعدِ عربیہ اور اصطلاحاتِ مجودین اس کیلئے مبیّن وشرح ہیں۔ (تفہیم التجوید صفحہ ۲۱۴،۲۱۵)

ارکانِ تجوید

اَرکانِ تجوید چار ہیں: (۱).....مخارج (۲).....صفات (۳).....ترکیبی احکام وقواعد مثلاً اخفاء وادغام، مدوغیرہ (۴).....زبان سے ریاضت ومحنت کرنا۔ (کمال الفرقان صفحہ ۹/ المرشد صفحہ ۶۴)

باعتبارِ علم وعمل کے

ایک شخص مخارج کا علم تو حاصل کرلیتا ہے مگر کسی استاذ کے رُوبرُو مشق کر کے عملاً لفظوں

کو ادا کرنا نہیں سیکھ لیتا تو ایسے علم سے بجز جاننے کے اور کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ اور اس سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ عمل بغیر علم کے نہیں آتا۔

تنبیہ... اس میں اِس طرف اشارہ ہے کہ علم سے مقصود عمل ہے محض علم جب تک اسکے موافق عمل نہ ہو اس سے کوئی مفید نتیجہ نہیں نکلتا۔ (اَلتَّقْدِمَۃُ الشَّرِیْفِیَۃُ صفحہ ۴۵)

باعتبارِ ادا کے

قاری (تلاوت کرنے والے) کو چاہیئے کہ کسی لفظ کو جس عمدگی اور خوبی کے ساتھ پہلے موقع میں ادا کیا ہے، دوسرے اور تیسرے موقع میں، بلکہ سب ہی موقعوں میں اُسی کیفیت کے ساتھ ادا کرے۔ مثلاً کسی حرف مُفَخَّمْ کو تفخیم کے جس مرتبہ کے ساتھ یا غنہ اور مد کو جس مقدار کے ساتھ، یا با. جیم. دال اور ھمزہ وغیرہ کو جس درجہ کی قوت کے ساتھ پہلے موقع میں ادا کیا ہے، تو دوسرے اور تیسرے موقع میں بلکہ تلاوت کے آخر تک اُسی درجہ، اُسی مقدار اور اُسی قوت کے ساتھ ادا کرے۔ (اَلتَّقْدِمَۃُ الشَّرِیْفِیَۃُ صفحہ ۱۳۷)

تنبیہ.... ایک حرف جتنی جگہ بھی آئے اسکو ہر جگہ اُسی طرح عمدگی اور صحت کے ساتھ ادا کرنا چاہیئے جس طرح پہلی جگہ ادا کیا تھا اور یہ نہ ہو کہ ایک دو جگہ تو عمدگی سے ادا کریں اور باقی موقعوں میں اُسی حرف کو غلط طریقہ سے ادا کریں۔ (العطایا الوھبیہ صفحہ ۱۳۵)

تنبیہ.... ہر ایک حرف کو دوسری اور تیسری جگہ بلکہ ہر موقعوں میں اسی طرح صحت اور عمدگی سے ادا کریں جس طرح پہلی جگہ ادا کیا تھا۔ اور یہ نہ کریں کہ ایک ہی حرف کو ایک دو موقعوں میں تو عمدگی سے پڑھیں اور دوسرے موقعوں میں اسی حرف کا تلفظ ناپسندیدہ صورت میں کریں۔ اور یہ بھی نہ ہو کہ ترتیل سے اور آہستہ پڑھتے ہوئے تو حرف کو زیادہ سے زیادہ خوشنما بنانے کی کوشش کریں اور حدر اور تیزی سے پڑھتے ہوئے قواعد کے خلاف اور مخارج وصفات کی رعایت کے بغیر ناپسندیدہ طریق سے ادا کریں۔ نیز مخارج وصفات کی ہر جگہ پوری پوری رعایت رکھیں اور حقوق

کوضائع نہ ہونے دیں، نیز ادا کرنے میں تکلف اور بناوٹ سے بھی پرہیز کریں اور سختی اختیار کیے بغیر حروف کو پوری نرمی سے ادا کریں اور تجوید کے محاسن اور اسکی خوبیوں کا ہر جگہ خیال رکھیں اور تلاوت کو تجوید کے عیوب سے بھی پاک اور صاف رکھیں۔ (العطایاالوھبیہ صفحہ ۱۳۶)

مخارج اور صفات کا اِہتمام

استاذ فن حضرت مولانا قاری محمد شریفؒ فرماتے ہیں کہ: مخارج اور صفات کا جاننا اسلئے ضروری ہے کہ اگران کا اہتمام کر کے قرآن مجید کی تلاوت کی جائے تو وہ تلاوت بلحاظِ تلفظ عَرَبِ الْعَرْبَا بلکہ خود نبی کریم ﷺ کی تلاوت کے موافق ہو جاتی ہے۔

(التقدمة الشریفیہ صفحہ ۴۵)

📖....مخارج اور صفات کا اہتمام کرنے سے ایک تو حرف ذات صفات کے لحاظ سے کامل ادا ہوتا ہے اور دوسرے یہ کہ اہلِ عجم کا تلفظ اُن خالص عربوں کے تلفّظ کے موافق ہو جاتا ہے جن کی زبان میں قرآن مجید نازل ہوا تھا اور یہی مقصود ہے تجوید کا۔ (مُعَلِّمُ التَّجْوِیْد صفحہ ۱۰۶)

📖....(سب سے پہلے) مخارج اور صفاتِ لازمہ کی خوب مشق کر لی جائے اور پھر صفاتِ عارضہ کی مشق کی جائے، اکثر لوگ مخارج اور صفاتِ لازمہ کا اہتمام تو کرتے نہیں اور صفاتِ مُحَسِّنَہْ عارضہ کے التزام کو ضروری سمجھتے ہیں (جیسا کہ آجکل ہو رہا ہے۔ ابومعاویہ محمود کوٹی) جس کی وجہ یہ ہے کہ صفات (عارضہ) کی رعایت سے لہجہ اچھا بن جاتا ہے کیونکہ ان میں بعض صفات ایسی ہیں جن کی وجہ سے آواز میں ترنّم پیدا ہو جاتا ہے جیسا کہ غنّہ اور مد وغیرہ بخلاف صفاتِ لازمہ کے وہ چونکہ حروف کی ذات کے ساتھ ہی ادا ہو جاتی ہیں اسلئے ان کو ترنّم میں دخل نہیں لیکن تجوید اور ادا میں جو مرتبہ اور حیثیت مخارج اور صفاتِ لازمہ کی ہے وہ صفاتِ عارضہ کی نہیں اور اصل مقصود تجوید (مخارج اور صفاتِ لازمہ کی تحصیل کے ذریعہ سے) ہی ہے۔ (مُعَلِّمُ التَّجْوِیْد صفحہ ۱۰۷)

📖....ہر حرف ذات وصفات کے لحاظ سے کامل اور خالص فصیح عربی زبان کے موافق اسی

صورت میں ادا ہو سکتا ہے کہ ان دونوں (مخارج وصفات لازمہ کی) باتوں کو ملحوظ رکھا جائے ورنہ اگر ان دونوں باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی پائی جانے سے رہ گئی تو دو خرابیوں میں سے ایک خرابی ضرور لازم آئے گی۔

(۱) یا تو ایک حرف دوسرے حرف سے بدل جائے گا۔

(۲) یا (حرف) انتہائی ناقص ادا ہوگا۔ (مُعَلِّم التَّجوِید صفحہ ۱۰۵)

مخارج اور صفات کی حیثیت

استاذ القراء حضرت مولانا قاری محمد شریف فرماتے ہیں کہ علماءِ فن نے مخارج کو حروف کیلئے بمنزلہ میزان (ترازو) کے اور صفات کو بمنزلہ محک (کسوٹی، باٹ کے) قرار دیا ہے کہ مخارج سے تو حرفوں کی کمیت معلوم ہوتی ہے اور صفات کے ذریعہ حرفوں کی کیفیت کا پتہ چلتا ہے کہ وہ حرف کس طرح کا ہے آیا کھرا ہے یا کھوٹا۔

☆....مخرج سے تو حرف کی ذات کی تعیین ہوتی ہے کہ اگر اسمیں کچھ کمی ہو جائے تو حرف باعتبارِ ذات کے ناقص سمجھا جاتا ہے۔

☆....صفات کے ذریعہ حرف کی کیفیت متعین ہو جاتی ہے کہ ان کے ادا نہ ہونے سے حرف باعتبارِ کیفیت کے ناقص ادا ہوتا ہے یعنی وہ عمدگی اور صحت جو اس کیلئے ضروری ہے باقی نہیں رہتی اور کمالِ حرف (ترتیل) یہی ہے کہ وہ اپنی ذات وصفات دونوں ہی کے اعتبار سے کامل ادا ہو۔ (مُعَلِّم التَّجوِید صفحہ ۱۰۱)

تصحیح حروف کی مدّت

حکیم الامّت مرشدِ عالم حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ کل حروف اٹھائیس ہیں (محقق قول کی بنا پر انتیس ہیں یہ بات حضرت نے کسی وجہ سے فرمائی ہے ورنہ حضرت کے نزدیک بھی انتیس حروف ہی ہیں نہ کہ اٹھائیس ابومعاویہ محمود کوٹی غفرلہٗ) ان میں بعض بعض تو قریب

صحیح نکلتے ہیں انکو مستثنیٰ (الگ) کر کے جن میں اہتمام کی ضرورت ہے تقریباً ایک رُبع یعنی سات حرف ہیں جیسے ثا. حا. دال. صاد. ضاد. طا. ظا اور جو (لوگ) بالکل دیہاتی ہیں ان کیلئے اتنے ہی اور ہیں جیسے خا، زا، شین، عین، غین، قاف۔

فائدہ.... کسی ماہر (قاری) کو تلاش کر کے ایک گھنٹہ روزانہ مشق کیلئے نکالا جائے تو روزانہ ایک حرف کی ضرور مشق ہو سکتی ہے جن میں (شہری اور سمجھ دار لوگوں کیلئے) ایک ہفتہ اور دیہاتی (گاؤں کے رہنے والوں) کیلئے دو ہفتہ (کی مدّت) کافی ہے اگر احتیاطاً اس سے دوگنی مدّت لی جائے تو (شہری اور سمجھ دار لوگوں کیلئے آدھا اور دیہاتیوں کیلئے ایک) مہینہ زیادہ سے زیادہ خرچ ہوگا۔ تو کیا دین کی اتنی بڑی ضرورت کیلئے اپنی اتنی بڑی عمر میں سے اتنا حصّہ (وقت) بھی نہیں دے سکتے ہو؟ (یہ) کتنا بڑا غضب اور ستم ہے؟ اسی طرح فتحہ اور الف کی مقدار کا فرق اگر ایک پارہ میں اسکی درستگی ہو جائے تو تمام قرآن مجید کیلئے کافی ہے۔

فائدہ.... اگر ایک رکوع روزانہ دُرست کر لیا جائے تو یہ کام (تصحیح حروف وکلمات کا) پندرہ بیس روز سے زیادہ کا نہیں ہے پھر بقیہ قرآن مجید تھوڑا تھوڑا کر کے کسی ماہر (استاذ) کو سنا دینا جو متفرق اوقات میں نہایت سہولت سے ممکن ہے۔

تنبیہ.... بعض لوگوں کو ماہرِ قرآءت (کرنے والا قاری نہ ملنے کی صورت میں بہانہ مل جاتا ہے اوّل تو تھوڑی مہارت رکھنے والے اکثر جگہ ایک دو تو ضرور) پائے جاتے ہیں۔ بالفرض کوئی (شخص ایسی جگہ ہو اور وہاں پڑھانے والا) مُیَسَّر نہیں آتا تو چند (دیندار) آدمی مِلکر کسی ماہر (قاری) کو بُلا کر تنخواہ دیکر رکھ سکتے ہیں (لوگ اپنے دیگر دُنیاوی اُمور کیلئے بھی تو ہر قسم کے اِنتظامات کرتے رہتے ہیں اے کاش! اللہ سُبحانہٗ وتعالیٰ کے مقدّس کلام کو صحیح پڑھنے کیلئے اچھا انتظام کر لیتے بس فرق ضرورت اور عدمِ ضرورت کا ہے۔ ابو معاویہ غفرلہٗ)

فائدہ.... باہر سے ماہر قاری کو بُلا کر رکھا جائے یا بستی (گاؤں یا محلّہ) میں (سے) کسی کو (علم حاصل کرنے کیلئے باہر کسی مدرسہ ومکتب میں) بھیج کر ماہر بنوایا جائے تو اسمیں ایک بڑا فائدہ یہ

ہوگا اور ایسا ہونا بھی چاہیئے کہ بچے جس وقت قرآن مجید پڑھیں ۔ پڑھنے کے ساتھ اسکی تصحیح کا اہتمام رہے یعنی اسمیں ایک گونہ (ایک لحاظ سے) تکلیف ہے کہ غلط یاد کر کے پھر تصحیح کی جائے ۔ ابتداء ہی سے صحیح پڑھا جائے پھر بالخصوص زمانہ بچپن (چھوٹی عمر) میں تو یہ صحت (صحیح تلفظ) ان کیلئے مثل طبعی کے ہو جائے اور مَشَقَّتْ کا ایک بڑا حصہ مختصر ہو جائے ۔

(اِصلاحِ المسلمین معروف بہ اِرشادات حکیم الامت صفحہ ۹۰/ اِصلاح اِنقلابِ امت صفحہ ۴۱)

....بِالفرض کسی سے سب حرف صحیح نہ ادا ہوتے ہوں تب بھی دو دو چار چار حروف روزانہ صحیح کر کے (ایک) ہفتہ میں کل حروف صحیح کر کے (مزید) چند روز مشق کر لینا اور پورا کلام اللہ صحیح کر لینا کوئی مشکل (کام) نہیں کیونکہ تمام کلام اللہ میں یہی اُنتیس حرف ہیں کہیں کہیں ایک حرف دوسرے حرف سے (ایک جیسی آواز سے) ملکر بھی دُشوار معلوم ہوتا ہے اس سے جو جو حرف غلط ہوں جب صحیح ہو جائیں تو ایک دفعہ کلام اللہ (کسی ماہر استاذ کو) سنایا جاوے (اور) بس ۔ (تنویرُالمرِ اءت صفحہ ۳۴)

....اوّلاً تو ایسا نہیں کہ کسی شخص کے سب حرف غلط نکلتے ہوں لیکن بالفرض مُحال (مشکل سے) اگر ایسا ہو بھی تو ایسے لوگوں کیلئے جو آسان طریقہ بیان کیا گیا ہے اسی پر عمل کرنا چاہیئے تا کہ تجوید آسانی کے ساتھ حاصل ہو جائے ۔ کوششِ بلیغ کرنے کیلئے مدّت مہینہ ہفتہ دو ہفتہ یعنی ضرورتِ مشق کی وجہ سے جو زمانہ (وقت) صَرف ہوا اسکو بھی بطریقِ تخمینہ بیان کر دیا تا کہ جو لوگ اِس علم کو بہت مشکل سمجھتے ہیں ان کو معلوم ہو جائے کہ کوشش کرنے والوں کیلئے زیادہ نہ لگے لہٰذا اس علم (یعنی علمِ تجوید و عمل بالتجوید) کی طرف توجہ کریں ۔

ایک حرف دوسرے حرف سے ملکر دشوار معلوم ہو تو چاہیئے کہ مشق ہی کے وقت اسکو بھی ٹھیک کریں بہر حال اِنفرادی اور اِجتماعی حیثیت سے حرفاً حرفاً خوب مشق ہو جائے تو شروع سے آخر تک پورا قرآن مجید حرفاً حرفاً کسی معتمد اور مستند قاری کو سنا کر اطمینان کر لیا جائے تا کہ پورا کلام اللہ صحیح پڑھنے پر قدرت ہو جائے بس اسی پر تکمیلِ تجوید موقوف ہے ۔ (تنویر المراءات صفحہ ۳۵)

تجوید کے بارے میں کوتاہیاں

مجدّ دالملّت حکیم الامّت حضرت مولانا حافظ قاری محمد اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعض لوگ ہمیشہ (قرآن) پڑھتے بھی ہیں مگر اسکی تصحیح کی طرف توجہ نہیں فرماتے نہ مخارج کی طرف اور نہ ہی صفات کی طرف۔ کوئی صاحب ضا کو صاف مخرجِ ظا سے ادا کرتے ہیں۔ کوئی صاحب مخرجِ دال سے. ثا. سین .اور صاد میں ان کے نزدیک فرق ہے ہی نہیں۔ حالانکہ اس سے (یعنی غلط پڑھنے کی وجہ سے) بعض دفعہ معنٰی میں فساد ہو جاتا ہے۔

تنبیہ.... افسوس سے کہا جاتا ہے کہ اسکوتاہی (تجوید کے بارے) میں اہلِ علم (علماء، حفاظ) کا نمبر غیر اہلِ علم سے کچھ بڑھا ہوا ہے حتٰی کہ ایک صاحب سورۃ النّاس میں مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسُ کو اس طرح پڑھتے تھے مِنَ الْجِنَّاتِ وَالنَّسُ پس کتنی بڑی تباہی کی بات ہے؟ حرفوں کی تصحیح کرنا اور اسکے مطابق تلاوت کرنا واجب علی العین (یعنی فرضِ عین ہے)۔

اِصلاح المسلمین معروف بہ اِرشادات حکیم الامّت ص۹۰ اِصلاحِ اِنقلاب اِمّت ص۴۰

تنبیہ.... غلط پڑھنے کی صورت میں قرآن مجید کی عربیّت ہی باقی نہیں رہتی اور قرآن مجید چونکہ عربی زبان میں نازل ہوا ہے پس اسکے (عربی) نہ رہنے سے قرآن مجید نہ رہیگا پس اسکی ضرورت میں کیسے اِشتباہ (شبہ) ہو سکتا ہے؟

اِصلاح المسلمین معروف بہ اِرشادات حکیم الامّت صفحہ۹۰/ اِصلاحِ اِنقلاب اِمّت صفحہ۴۰

تصحیح حروف کیلئے وقت نکالیں

استاذ القراء حضرت مولانا قاری عبدالخالق علی گڑھی ثم سہارنپوریؒ فرماتے ہیں ہر شخص کو چاہیئے کہ قرآن شریف صحیح پڑھنے کی کوشش کرے اور دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں سے تھوڑا سا وقت نکال کر ضرور اس فن کے واقف کار (کہ جس کو قاری کہتے ہیں اس) سے سیکھے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ تھوڑے دنوں میں قرآن صحیح پڑھنا آجائیگا۔ (تیسیر التجوید صفحہ۱۰)

📖.....افسوس کی بات ہے کہ قرآن شریف اتنی مُهْتَمْ بِالشَّان کتاب ہے مگر اسکی طرف عوام تو عوام بہت سے خواص (اہلِ علم) کو بھی توجہ نہیں، لہٰذا حسب استطاعت قرآن شریف کی تصحیح کریں اور اپنے بچوں کو ایسے مدارس اور ایسے اساتذہ کی خدمت میں بھیجیں جو صحیح تعلیم قرآن شریف کی دے سکیں کیونکہ جو خود ناواقف ہے وہ دوسرے کو کیا بتلا سکتا ہے۔

(تیسیر التجوید صفحہ ۱۰)

ہر حرف کی خاص طرزِ اداء

حکیم الامت حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ: ہر زبان کی صحت اُسکے خاص طرزِ ادا پر موقوف ہے مثلاً پنکھا اور رنگ میں اِخفاء ہے اگر نون میں اِظہار کیا جاوے تو یقیناً لفظ غلط ہو جاوے گا۔

لفظ کھنبا اور دُنبہ میں (بطورِ ادا) اِقلاب ہے اگر اِقلاب نہ کیا جاوے گا تو لفظ یقیناً غلط ہو جاویگا مگر بات یہ ہے لوگوں میں (اہلِ علم و غیر اہلِ علم میں اس کا) اِدارک (فہم ہی) نہیں رہا۔

اِصلاح المسلمین معروف بہ ارشادات حکیم الامت صفحہ ۹۰/ اِصلاحِ اِنقلابِ امت صفحہ ۴۰

📖.....شاید یہ بات آپ کو عجیب معلوم ہوتی ہو کہ تجوید کے نہ ہونے سے عربیّت نہیں رہتی سب کو معلوم ہے کہ عربی، فارسی، اُردو جُدا جُدا زبانیں ہیں، اور ہر ایک کے خواص الگ الگ ہیں۔ (اشرف الجواب صفحہ ۲۹۳)

اَغلاط باعتبارِ مخرج کے

جس طرح کسی لفظ کے فارسی یا اُردو ہونے کیلئے تلفّظ کی صحت شرط ہے اسی طرح لفظ کے عربی ہونے کیلئے بھی تلفّظ کا صحیح ہونا شرط ہے مثلاً آپ ایک کپڑے کو ,,گاڑھا،، کہتے ہیں، اسمیں ,,ڑ،، کا ہونا اور ھــائے مخفی کا ہونا ضروری ہے اگر کوئی شخص اسکے بجائے ,,گارا،، کہے تو آپ اسکو غلط کہیں گے، کیونکہ گارا،، تو مٹی کا ہوا کرتا ہے، کپڑے کی کوئی قسم ,,گارا،، نہیں اسی طرح سمجھئے کہ عربی میں جو تلفّظ ،،ثا،، سے مرکّب ہے، وہاں ,,سین،، یا ,,صاد،، پڑھ

دینے سے یا ,,حا،، کی جگہ ,,ھا،، پڑھنے سے تلفّظ غلط اور معنٰی بدل جائیں گے، اس سے تو صحتِ الفاظ کی ضرورت معلوم ہوئی۔ (اشرف الجواب صفحہ ۲۹۳)

اغلاط باعتبارِ صفات کے

مرشدِ عالم حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ اب صفات کی بابت میں اُردو میں ایک لفظ ,,پنکھا،، ہے جس میں ،،نون ,,کے اِخفاء کیساتھ بولا جاتا ہے، اسی طرح ,,رنگ،، ''سنگ،، اور ''جنگ،، میں جو فارسی الفاظ ہیں ,,نون،، کو ظاہر کر کے نہیں پڑھا جاتا، اب آپ کہیں گے کہ کوئی پنکھے کو باظہارِ نون ,,پن کھا،، کہے، یا رنگ کو ''رن گ'' کہے تو آپ کہیں گے کہ اُردو، فارسی نہیں رہی (یعنی) مُہمل (بے معنٰی) لفظ ہو گیا، لیکن اسکے کہنے سے آپ بندھ گئے اس طرح کہ جب اس لفظ میں اِظہارِ نون سے آپ نے اِخفاء اس کا غلط ہونا اور اُردو زبان سے نکل جانا مان لیا تو جن لفظوں میں عربی زبان میں اِخفاء ہے، وہاں بھی ماننا پڑیگا کہ اظہارِ نون سے وہ لفظ عربی نہیں رہتا، تو کیا اب بھی تجوید کی ضرورت میں کسی کو کلام ہو سکتا ہے؟ (اشرف الجواب صفحہ ۲۹۳)

سِتم بالائے سِتم

مبلّغِ اسلام حضرت مولانا قاری حبیب الرحمٰن اعظمیؒ فرماتے ہیں کہ لوگ قرآن مجید (تو) پڑھتے ہیں اور **سین وصاد یا سین وشین** میں فرق نہیں کر پاتے **زا ضاد کو ذال وظا** یکساں طور پر ادا کرتے ہیں اور پڑھنے میں اس قدر عُجلت (جلد بازی) سے کام لیتے ہیں کہ سننے والے کو پتہ چلانا مشکل ہے کہ کیا پڑھا جا رہا ہے پڑھنے میں اس قدر جلدی کرنا کہ الفاظ کا پتہ نہ چلے بِالاتفاق مکروہ (ناپسندیدہ عمل) لکھا ہے اسمیں قرآن مجید کی بے حرمتی ہے اور ٹھہر ٹھہر کے پڑھنا سنّت ہے اسمیں اثر بھی زیادہ ہوتا اور قرآن کا اِحترام بھی پایا جاتا ہے۔

تنبیہ..... جو لوگ عربی زبان نہیں جانتے ان کو بھی ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا چاہیئے لیکن آجکل کے جاہلِ حفاظ (جو تجوید کے خلاف پڑھتے ہیں تو وہ) قرآن مجید کا ستیاناس کرتے ہیں کہ اَلْاَمَـــانُ

وَالْحَفِيْظِ جب یہ لوگ طوفان میل (تیز ٹرین) کی رفتار سے پڑھنا شروع کردیتے ہیں (تو) يَعْلَمُوْنَ اور تَعْلَمُوْنَ کے سوا درمیانی آیت کا پتہ چلانا محال نہیں تو مشکل ضرور ہے خود ہی پڑھتے ہیں اور خود ہی سمجھتے ہیں یہ لوگ بجائے نیکیوں کے اپنے سر گناہ لیتے ہیں۔ اور خود قرآن کی لعنت کے مستحق بنتے ہیں اِسی کا نام نیکی برباد گناہ لازم ہے۔ نہ معلوم ان رسمی حافظوں کو قرآن سے کیا ضد ہے ہمیشہ سنّت کے خلاف اور مکروہ بلکہ حرام طریقے سے ہی پڑھنے کو کمال سمجھتے ہیں اور اسی پر مُصِرّ (بضد) ہیں ایسے لوگ خود بھی گنہگار ہوتے ہیں اور اپنے مقتدیوں کو بھی گنہگار بناتے ہیں۔

تنبیہ.... ستم بالائے ستم یہ ہے کہ اپنی اس غلط خوانی (تجوید کے خلاف) اور طوفانِ روانی (جلدی پڑھنے کو) کمالِ حفظ سمجھتے ہیں اور ان کی یہی جہالت تجوید سیکھنے سے انہیں باز رکھتی ہے اور بسا اوقات تجوید کا مذاق اڑانے کی مُحَرِّک بن جاتی ہے یہ لوگ اپنے طور پر قرآن پڑھنے کو اپنی اصطلاح میں "سادہ قرآن" کہتے ہیں اور اسے ٹھیک سمجھتے ہیں یہ دراصل بڑی جہالت ہے بلکہ یقیناً جہلِ مرکّب ہے وہ پورے طور پر اس شعر کے مصداق ہیں۔

آنکس کہ نداند وبداند کہ بداند — درجہلِ مرکّب لبدًا لدّ ہر بماند

یعنی جو شخص کسی بات کو نہیں جانتا پھر بھی اپنے تئیں سمجھتا ہے کہ میں جانتا ہوں اسی کا نام جہلِ مرکّب ہے۔ ایسا شخص عمر بھر اپنی اصلاح نہ کر سکے گا لہٰذا اب تک (اگر) ہم نے فنِ تجوید نہ سیکھا ہو تو اس کی اہمیّت کے پیشِ نظر کسی ماہرِ فن سے سیکھنا چاہیئے ورنہ جب اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کی پوچھ ہوگی تو کیا جواب دیں گے؟ (قرآن اور اسکے حقوق صفحہ ۱۴۳)

مد کی دلیل

فقیہُ الامت حضرت سیّدنا عبداللہ بن مسعودؓ ایک شخص کو قرآن مجید پڑھا رہے تھے اس نے اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ (سورۃ توبہ) کو بغیر مد کے پڑھا تو آپؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے مجھے اس طرح نہیں پڑھایا۔ اس شخص نے دریافت کیا کہ پھر حضور ﷺ نے آپ کو کس طرح

پڑھایا ہے؟ آپؐ نے یہی آیت پڑھی اور لِلْفُقَرَ آءِ پر مد کیا (مدِ فرعی یعنی متصل سے پڑھا)

اَلْعَطَایَاالْوَھْبِیَّۃُ ص ۲۶۳ /اَلتَّقْدِمَۃُالشَّرِیْفِیَّۃُ ص ۲۸۱ معارِفُ التجوید ص ۱۱۳ /تفھیمُ التجوید ص ۴۸۷/ اَلْجَوَاھِرُالنَّقِیَّۃُ ص ۱۶۵ / کمالُ الفرقان ص ۱۱۷ / تاریخ علم تجوید ص ۲۷

تنبیہ: مقریٔ اعظم جزریٔ وقت استاذ الاساتذہ حضرت قاری رحیم بخش پانی پتیؒ فرماتے ہیں کہ دیکھو صرف ایک مَدّ کے چھوڑنے پر یہ فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے اس طرح نہیں پڑھایا یہاں سے وہ لوگ عبرت حاصل کریں جو بہت سے حروف کو بھی غائب کر دیتے ہیں مَدّ کا تو ذکر ہی کیا ہے نیز حروف کے صحیح کرنے کو ایک بے فائدہ کام سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ تو وقت ضائع کرنا ہے یہ صراحۃً نبی کریم (ﷺ) کے ارشاد کی خلاف ورزی ہے جس پر سخت وعید آئی ہے۔ (اَلْعَطَایَاالْوَھْبِیَّۃُ صفحہ ۱۳۰)

📖.... امامِ جزریؒ فرماتے ہیں ھٰذَا حَدِیْثٌ جَلِیْلٌ حُجَّۃٌ وَّنَصٌّ فِیْ ھٰذَا الْبَابِ وَرِجَالُہٗ ثِقَاتٌ:

رواہ الطبرانی فی معجم الکبیر اَلْعَطَایَاالْوَھْبِیَّۃُ ص ۲۶۳ کمالُ الفرقان ص ۱۱۷ اَلْجَوَاھِرُالنَّقِیَّۃُ ص ۱۶۵

📖.... یہ حدیث تمام مدات (مدِ فرعی کی نو قسموں) میں مد کرنے کے بارے میں دلیل و حجت ہے اور اس حدیث کے سب ناقلین ثقہ اور معتبر ہیں۔

(رواہ الطبرانی فی معجم الکبیر معارف التجوید صفحہ ۱۱۳)

📖.... علامہ جزریؒ فرماتے ہیں کہ مدِ متصل کی مقدار توسط کے وُجوب پر یہ حدیث حجتِ قطعی ہے۔ (تفھیمُ التجوید صفحہ ۴۸۷)

لحن کے لغوی معنیٰ

استاذ القراء حضرت مولانا قاری اظہار احمد تھانویؒ فرماتے ہیں کہ: لَحَنَ یَلْحَنُ لَحْنًا باب فَتَحَ سے ''غلطی'' کرنا، اور یہ تجوید کی ضد ہے۔ لحن بسکونِ حا کے معنیٰ ہیں کلامِ عربی کو اسکی عربیّت کی شان سے نکال کر غلط اور بھونڈے طریقہ پر ادا کرنا جو عربوں کی طبائعِ

سلیمہ کے بر خلاف ہو قرآن مجید اپنی عبارت میں متواتر ہے اسی طرح وہ اپنی طرزِ ادا اور پڑھنے کے طریقہ میں بھی متواتر ہے۔

تنبیہ.... جس طرح قرآن مجید کے کلمات وحروف میں تبدیلی نہیں کی جاسکتی اسی طرح اس کو پڑھنے کے انداز میں تبدیلی کرنا جائز نہیں ہوگا۔ ورنہ ڈر ہے کہ یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ یعنی یہ لوگ کلماتِ کتاب کو اپنے مقام سے بدل دیتے ہیں (سورۃ المائدہ) کی وعید میں داخل نہ ہو جائے۔ اور غلط پڑھنے والا اِس آیت کا اور وعید کا مِصداق نہ بن جائے۔
(اَلْمُرْشِدُ صفحہ ٦٨)

.... (لحن) یہ تجوید کی ضد ہے یعنی قرآن مجید کے صحیح طور پر پڑھنے اور اسکے حرفوں کو انکے مخارجِ مقررہ سے جمیع صفات کی رعایت کیساتھ ادا کرنے کو تو تجوید کہتے ہیں۔

غلط یعنی تجوید کے خلاف پڑھنا اس طرح کہ یا تو حرفوں کو انکے (صحیح) اصلی مخارج سے نہ نکالا جائے یا ان کی صفاتِ لازمہ یا عارضہ کو ادا نہ کیا جائے۔ یا حرکات وسکنات میں غلطی کی جائے تو یہ لحن کہلاتا ہے اور گو لحن کے دو معنٰی آتے ہیں۔

(۱) لب ولہجہ (۲) غلطی۔ مگر جب اس کو تجوید کے مقابلہ میں بولتے ہیں تو اس وقت اس سے غلطی والے معنٰی مُراد اور مُتعیّن ہوتے ہیں۔ (مُعَلِّمِ التَّجْوِیْد صفحہ ۱۸۱)

.... جاننا چاہئیے کہ لحن لغتِ عرب میں دو (۲) معنوں میں مستعمل ہے۔

(۱).... بمعنٰی تحسین وتزئینِ صورت جو مستحب ومستحسن ہے اور موجبِ ثواب۔

(۲).... بمعنٰی خطاء غلطی جو معیوب وممنوع اور مُوجبِ عِتاب وعذاب، یہاں لحن سے مراد ثانی الذکر (دوسرا نمبر مراد) ہے۔ اور وہ ایک ایسا نقص وخلل ہے جو حروف والفاظ پر طاری ہو کر درجہ فصاحت سے گرا دیتا ہے اور اسمیں سُقم (عیب) پیدا کر کے حدِّ تجوید سے خارج کر دیتا ہے اسی واسطے تجوید کے خلاف اور بے قاعدہ پڑھنے کو لحن کہتے ہیں۔ (تفہیم التجوید صفحہ ۲۶۴)

.... فِطری طور پر جو زبانوں کے طرز میں اختلاف ہوتا ہے قرآن کی عربیّت اس سے

مجروح ہوئی۔ لہٰذا تلاوتِ قرآن کو لحن (غلطی) سے محفوظ رکھنے کیلئے علماءِ اسلام کو حروف کے مخارج وصفات کی توضیح وتشریح کی ضرورت پیش آئی اور ان قواعد کی پابندی شریعتِ اسلامیہ کی روشنی میں ضروری قرار دی گئی تا کہ دنیائے اسلام کے تمام مسلمان قرآن کو لحن (غلطی) سے محفوظ رکھیں اور قرآن کی عربیّت اور اسکے لب ولہجہ کو زیادہ سنوار دیں۔

(اَلْمُرْشِدُ صفحہ ۷۰)

لحنِ جلی اور لحنِ خفی کی تعریف

استاذ الاساتذہ حضرت مولانا قاری محمد سلیمان دیوبندیؒ فرماتے ہیں کہ جو غلطی لفظ کو عارض ہو اور معنٰی کو اور اِعراب (حرکاتِ ثلاثہ) کو مُخِل (خلل ڈالنے والا) ہو جیسے مرفوع یا منصوب وغیرہ پڑھنا عام اس سے کہ معنٰی میں کوئی تغیّر واقع ہو یا نہ ہو تو یہ لحنِ جلی کہلاتی ہے۔

لحنِ خفی اس غلطی کو کہتے ہیں جو حرف کو مُخِل ہو جیسے اِخفا، وقلب (اِقلاب) واِظہار واِدغام وغنّہ کا ترک اور مثل ترقیق، مفخّم اور اس کا عکس، اور مَدِّ مقصور وقصرِ مُمدود وامثالِ ذالک کہ یہ (لحنِ خفی) یہ بلا شک فرضِ عین (تو) نہیں ہے کہ جس پر عقابِ شدید مرتّب ہو۔ البتہ اسمیں خوفِ عقاب وتہدید کا ہے۔ (فوائد مَرْضِیَّۃ صفحہ ۴۶)

📖.... لحنِ جلی کے معنٰی ہیں بھاری واضح غلطی، لحنِ جلی اسلئے کہتے ہیں کہ جس کا اِدراک ہر وہ شخص کرسکتا ہے جس کو عربی (زبان) سے معمولی سا لگاؤ بھی ہو۔

لحنِ خفی اسلئے کہتے ہیں کہ وہ اپنے قسیم (لحنِ جلی) کے مقابلہ میں ہلکی ہوتی ہے اور اسکو صرف وہی لوگ محسوس کرسکتے ہیں جو علمِ تجوید میں ماہر ہوں اور صرف عربی جاننے سے اس کا احساس نہیں ہوتا۔ (مُعَلِّمُ التَّجْوِیْد صفحہ ۱۸۴)

تنبیہ.... حضرت حکیم الامّت مرشدِ کامل حضرت تھانویؒ اپنی تصنیفِ لطیف جمال القرآن لمعہ (۲) میں لحنِ جلی کی (چار) صورتوں کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ ایسی غلطیوں میں اچھے خاصے لکھے پڑھے لوگ (اَہلِ علم) بھی مبتلا ہیں، اور اسکے حاشیہ میں استاذ القراء

استاذی حضرت قاری محمد شریفؒ فرماتے ہیں یہاں لکھے پڑھے لوگوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو عربی زبان سے واقف اور قرآن مجید کا ترجمہ جانتے ہیں اور یہ حضرات باوجود علم رکھنے کے ان غلطیوں میں جو مبتلا ہیں تو اسکی وجہ یہ ہے کہ محض کسی لفظ کا معنٰی اور اس کا مادّہ جان لینے سے اس لفظ کی صحیح ادائیگی نہیں آتی، اسکے لئے تو کسی مُجوِّد قاری سے ہی مشق کرنی پڑتی ہے۔

(ایضاح البیان حاشیہ جمال القرآن صفحہ ۸)

لحنِ جلی اور لحنِ خفی کا حکم

لحنِ جلی (کا حکم) حرام ہے اسلیئے کہ اس سے کلام اللہ میں تحریف (اصل معنٰی سے مختلف کرنا) اور اسکے حرفوں میں تغیرّ و تبدّل ہو جاتا ہے اور معنٰی بھی بدل جاتے ہیں اور بسا اوقات تو ایسے بدلتے ہیں کہ اس سے نماز بھی فاسد ہو جاتی ہے۔

لحنِ خفی مکروہ ہے اسلیئے کہ اس سے نہ تو نماز فاسد ہوتی ہے اور نہ ہی معنٰی بدلتے ہیں (البتہ) صِرف حرفوں کا حُسن اور ان کی خوبصورتی زائل (ختم) ہو جاتی ہے البتہ بچنا اس سے بھی ضروری ہے اور اسمیں بھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے مؤاخذہ (ڈانٹ ڈپٹ اور تنبیہ کا) اندیشہ ہے۔ (مُعلِّم التَّجوِید صفحہ ۱۸۴)

📖 ....ان غلطیوں (یعنی لحن خفی) سے بھی بچنے کی پوری پوری کوشش کرنی چاہئے تاکہ تجوید کا اعلیٰ درجہ حاصل ہو۔ (توضیحاتِ مرضیّہ صفحہ ۱۱)

غلط پڑھنے اور سننے کا حکم

امامِ فن استاذ الاساتذہ حضرت قاری عبدالرحمٰن مکّی ثم اِلٰہ آبادیؒ فوائد مکیہ میں فرماتے ہیں پڑھنا اور سننا دونوں کا ایک حکم ہے اس کی وضاحت فرماتے ہوئے استاذ القراء حضرت قاری محمد شریف لاہوریؒ فرماتے ہیں جب قرآن کا غلط خوان ناجائز اور ممنوع ہے تو ظاہر ہے کہ غلط خوان سے اِس کا سننا بھی خصوصاً جبکہ سننے والے کی نیت حصولِ ثواب کی ہو، ناجائز ہی

ہونا چاہیئے اسلیئے فرمایا کہ پڑھنا اور سننا دونوں کا ایک ہی حکم ہے واللہ اعلم۔

(تَوْضِیْحَاتِ مَرْضِیَّہْ صفحہ ۱۲)

....(لحنِ جلی) غلطی حرام ہے پڑھنا اور سننا دونوں کا ایک حکم ہے اسلیئے اس سے کلام اللہ میں تحریف اور اسکے الفاظ و حروف میں تغیرّ و تبدّل واقع ہو جاتا ہے اور معنٰی بھی بدل جاتے ہیں اور بعض دفعہ ایسے بدلتے ہیں کہ اس سے نماز بھی جاتی رہتی ہے مثلاً صَالِحَات کی جگہ طَالِحَات لیکن اگر بے اختیار اتفاقاً اسکی زبان سے نکل گیا تو اسکی نماز جائز ہوگی۔

(کمالُ الفرقان صفحہ ۱۳)

ترکِ تجوید کا نقصان

استاذ القراء حضرت مولانا قاری محمد شریفؒ فرماتے ہیں بطورِ مثال چند اَغلاط ذکر کرکے یہ بات سمجھائی جاتی ہے کہ تجوید کے ترک یا بالفاظِ دیگر لحن (غلطی) کے اِرتکاب سے معنٰی میں کس طرح کی تبدیلی واقع ہو جاتی ہے تا کہ تمہارے ذہنوں میں قرآن مجید کو تجوید کیساتھ پڑھنے اور لحن یعنی غلط پڑھنے سے بچنے کی اہمیّت خوب جاگزیں ہو جائے (اسکی کچھ تفصیل درج ذیل ہے۔ ابومعاویہ غفرلہٗ)

....ایک حرف کا دوسرے حرف سے بدل جانا جیسے عَلِیْمٌ کی بجائے اَلِیْمٌ یا اَلِیْمٌ کی بجائے عَلِیْمٌ پڑھ دیا جائے تو اس سے اگرچہ لفظ کی رُو سے تو صرف اتنی ہی تبدیلی ہوئی کہ عین ہمزہ سے اور ہمزہ عین سے بدل جائیگا لیکن معنٰی میں بہت بڑی تبدیلی واقع ہو جاتی ہے اسلیئے کہ عَلِیْمٌ کے معنٰی ہیں بڑا عالم اور خوب جاننے والا اور یہ صفت حق تعالیٰ کی ہے جیسے وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ اور اَلِیْمٌ کے معنٰی ہیں دردناک اور تکلیف دِہ یہ عذاب کی صفت ہے جیسے وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ۔

....کسی حرف کا کم یا زیادہ ہو جانا جیسے ضَرَبَ لَکُمْ کی بجائے ضَرَبَا لَکُمْ اور جَعَلَا لَہٗ کی بجائے جَعَلَہٗ پڑھ دیا جائے تو اس سے پہلی صورت میں بجائے واحد کے تثنیہ کا اور

دوسری صورت میں بجائے تثنیہ کے واحد کا صیغہ ہو جائے گا۔

📖....حرکت کا سکون سے بدل جانا جیسے اَنْشَاْ هَا کی بجائے اَنْشَاْ هَا پڑھ دیا جائے اگر چہ بظاہر تو صرف اتنی تبدیلی ہوگی کہ ہمزہ کا فتحہ سکون سے بدل جائے گا اور بس لیکن لفظ اتنا زیادہ متاثر ہوگا کہ کلمہ سرے سے مُہمَل (بے معنٰی) بن جائے گا۔

📖....سکون کا حرکت سے بدل جانا جیسے خَلَقْنَا کی بجائے خَلَقَنَا پڑھ دیا جائے تو اس سے اگرچہ لفظ کی رُو سے تو صرف یہی ہوگا کہ قاف کا سکون حرکت سے بدل جائے گا اور بس لیکن معنٰی میں بہت بڑی تبدیلی آجائے گی کیونکہ خَلَقْنَه بسکونِ قاف میں نا فاعل کی ضمیر ہے اور معنٰی یہ ہیں ہم نے (اللہ تعالیٰ نے) پیدا کیا اور خَلَقَنَه بفتحہ قاف میں نا مفعول کی ضمیر ہے اور فاعل ضمیر مُستَتِر (چھپی ہوئی) ہے اور معنٰی یہ ہو جاتے ہیں کہ اس نے (یعنی انسان نے) ہم (اللہ تعالیٰ) کو پیدا کیا (عیاذاً باللہ)

📖....ایک حرکت کا دوسری حرکت سے بدل جانا جیسے (سورۃ فاتحہ میں) اَنْعَمْتَ کی بجائے اَنْعَمْتُ پڑھ دیا جائے اِسمیں لفظ کی رُو سے تو صرف اتنا ہی ہوگا کہ تا کا فتحہ ضمہ سے بدل جائے گا اور باقی سارا کلمہ اُسی ہیئت (اصلی حالت) پر رہے گا لیکن حرکت کی اس تبدیلی سے معنٰی میں بہت بڑی تبدیلی واقع ہو جائے گی کہ اَنْعَمْتَ بفتحِ تا کی صورت میں تو فاعل حق تعالیٰ ہیں اور اَنْعَمْتُ بضمہ تا کی صورت میں فاعل خود متکلم ہی ہو جائے گا جو راہِ مستقیم کیلئے دعا کر رہا ہے اور اس معنٰی کا قبیح ہونا ظاہر ہے۔

📖....سُوْرَةُ الصّٰفّٰتِ کے دوسرے رکوع کے ختم کے قریب ایک لفظ اَلْمُنْذَرِيْنَ ذال کے فتحہ کیساتھ جس سے مُراد وہ کفار ہیں جن کو انبیاء علیہم السّلام نے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا تھا لیکن اگر اسکو ذال کے کسرہ سے اَلْمُنْذِرِيْنَ پڑھ دیا جائے تو معنٰی بالکل ہی بگڑ جاتے ہیں کیونکہ اس صورت میں اسکے معنٰی ہو جاتے ہیں ڈرانے والے جس سے مُراد انبیاء علیہم السّلام ہیں اور مطلب یہ ہو جائے گا کہ دیکھو انبیاء علیہم السّلام کا انجام کیا ہوا (عیاذاً باللہ) حالانکہ مقصود یہاں

کفار کے انجام کو بیان کرنا ہے۔ (مُعَلِّمُ التَّجْوِیْد صفحہ ۱۸۵)

تقابلی اور مثالی صورتیں

📖.... محقق العصر حضرت مولانا قاری محمد طاہر رحیمی مدنیؒ (لحن جلی کے بارے میں) فرماتے ہیں کہ ثا کی جگہ سین مثلاً اِثْمٌ (گناہ) کے بجائے اِسْمٌ (نام)

📖.... حا کی جگہ ھا مثلاً اَلْحَمْدُ (تمام تعریفیں) کے بجائے اَلْهَمْدُ (آگ کی حرارت کا ختم ہونا، فوت ہونا) وَانْحَرْ (آپ ذبح کیجئے) کے بجائے وَانْهَرْ (آپ ڈانٹیے)

📖.... ذال کی جگہ زا مثلاً اَنْذِرْ (اس نے ڈرایا) کے بجائے اَنْزِرْ (اس نے تھوڑا عطیہ دیا)

📖.... صاد کی جگہ سین مثلاً صَیْفِ (گرمی) کے بجائے سَیْفِ (تلوار) اور عَصٰی (اس نے نافرمانی کی) کے بجائے عَسٰی (ممکن ہے)

📖.... ضاد کی جگہ دال یا ظا مثلاً فَتَرْضٰی (پس آپ راضی ہو جائیں گے) کے بجائے فَتَرْدیٰ (پس آپ ہلاک ہو جائیں گے معاذ اللہ) یا فَتَرْظٰی (مہمل یعنی بے معنٰی)

📖.... ظا کی جگہ زا مثلاً مَحْظُوْرًا (روکا ہوا) کے بجائے مَحْزُوْرًا (تخمینہ لگایا ہوا)

📖.... عین کی جگہ ھمزہ مثلاً عَلِیْمٌ (جاننے والے) کے بجائے اَلِیْمٌ (دردناک)

📖.... قاف کی بجائے کاف مثلاً قَلْبٌ (دل) کے بجائے کَلْبٌ (سگ، کتا) اور قَدِیْرٌ (قدرت والا) کے بجائے کَدِیْرٌ (کدورت والا) (کمالُ الفرقان صفحہ ۱۲)

تنبیہ: ان لفظوں کا فرق صیغہ کے ذریعہ بھی سمجھئے جیسے اِنَّ . اِنَّا . کُنَّ . کُنَّا . مِمَّ . مِمَّا عَمَّ عَمَّا وغیرہ۔

(ضروری اطلاع) تقابلی اور مثالی صورتیں ہی اس کتاب کی تالیف کا سبب بنی ہے۔

(ابومعاویہ غفرلہٗ)

﴿باب چہارم﴾

استاذ کی بہر حال ضرورت ہے

مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیو بندیؒ (متوفی ۱۳۹۶ھ) فرماتے ہیں کہ جس طرح محض الفاظ کے سمجھنے سے کوئی فن حاصل نہیں ہوتا، اسی طرح نظری وعلمی طور پر فن حاصل ہو جانے سے اس کا استعمال اور کمال حاصل نہیں ہوتا جب تک کسی مُرَبّی کے زیرِ نظر اس کی مشق کر کے عادت نہ ڈالے۔ (معارفُ القرآن جلد ا صفحہ ۳۳۶ کراچی)

...انسان کی صحیح تعلیم وتربیت کیلئے نہ صرف کتاب کافی ہے نہ کوئی مربی انسان، بلکہ ایک طرف آسمانی ہدایات اور الٰہی قانون کی ضرورت ہے جس کا نام کتاب یا قرآن ہے، دوسری طرف ایک معلّم اور مربّی انعان کی ضرورت ہے جو اپنی تعلیم وتربیت سے عام انسان کو آسمانی ہدایات سے روشناس کر کے ان کا خوگر بنائے، کیونکہ انسان کا اصلی معلّم انسان ہی ہوسکتا ہے، کتاب معلّم یا مربّی نہیں ہوسکتی، ہاں تعلیم وتربیت میں معین ومددگار ضرور ہے۔ معارفُ القرآن جلد ا ص ۳۳۶ کراچی

....حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرماتے ہیں کہ محض مخارج وصفات حروف کے دیکھ کر اپنی ادا کے صحیح ہونے کا یقین نہ کر بیٹھے، اس میں (بہر حال) ماہر مشاق استاذ کی ضرورت ہے البتہ جب تک ایسا اُستاذ مُیسّر نہ ہو، بالکل گوارا ہونے سے (فی الحال) کتابوں ہی سے کام چلانا غنیمت ہے (اس سے کم از کم علم تجوید کے اصول وضوابط تو یاد ہو جائیں گے)

(جمال القرآن لمعہ ۵، فائدہ ۲)

....(حضرت مولانا قاری محمد شریفؒ فرماتے ہیں) تجوید صرف کتابوں ہی کے پڑھ لینے

سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ یہ فن اساتذہ کی زبان سے سننے اور پھر اسکے موافق ادا کرنے کی مشق سے حاصل ہوتا ہے ہاں جب تک استاذ مُیسّر نہ آسکے اس وقت تک کتابوں ہی سے اِستفادہ کرتا رہے تا کہ اگر عمل نہیں تو کم از کم علم (تجوید) سے محروم تو نہ رہے۔
(ایضاح البیان حاشیہ جمال القرآن صفحہ ۳۸)

مَنْ یَّاْخُذِ الْعِلْمَ عَنْ شَیْخٍ مُّشَافَهَةً　　یَکُنْ عَنِ الزَّیْغِ وَالتَّصْحِیْفِ فِیْ حَرَمٍ

جو شخص علم کو کسی استاذ سے رُوبرو حاصل کرتا ہے وہ گمراہی اور غلطی سے محفوظ رہتا ہے۔

وَمَنْ یَّکُ اٰخِذًا لِّلْعِلْمِ عَنْ صُحُفٍ　　فَعِلْمُهٗ عِنْدَ اَهْلِ الْعِلْمِ کَالْعَدَمِ

اور جو (شخص) علم کو محض کتابوں سے سیکھتا ہے اس کا علم اہلِ علم کے نزدیک کالعدم اور نہ ہونے کے درجہ میں ہے۔ (تفہیم التجوید صفحہ ۲۵۲/ کمالُ الفرقان صفحہ ۶۳/ اَلْمُرْشِد صفحہ ۶۴)

فارسی شاعر نے کہا

ہر آں کارے کہ بے استاد باشد　　یقیں مِیداں کہ بے بنیاد باشد

یعنی ہر وہ کام جو استاذ کے بغیر ہو یقین جان کہ وہ بے بنیاد و بے اِعتبار ہوتا ہے۔

نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا　　سو بار جب عقیق کٹا تب نگیں ہوا

مت سہل انھیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں　　تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

📖.... آئمہ قرآآت ومشائخِ ادا (مجودینِ قراء نے) حصولِ قرآآت کیلئے محض سَماعت کو کافی نہیں سمجھا جیسا کہ حدیث میں ہوتا ہے کہ ایک آدمی پڑھ لیتا ہے اور باقی تمام حضرات سَماعت کرتے ہیں بلکہ قرآآت میں یہ شرط لگائی گئی ہے کہ طالب علم شیخ (استاذ) سے سننے کے بعد اسکے رُوبرو اپنی زبان سے ادا بھی کرے اسلئے کہ حدیث میں مقصد معنٰی کا حصول ہوتا ہے اور قرآن مجید میں معنٰی کے علاوہ کیفیت وہیئتِ خاصہ مطلوبہ مُنَزَّلَہٗ سے ادا کرنا مقصود ومطلوب ہوتا ہے جو استاذ سے سننے اور اسے سنانے کے بغیر حاصل نہیں ہوتا اِسی بناء پر حافظ ابو العلاء ھمدانیؒ وغیرہ حضرات مطلقاً سماعت پر قرآآت کی اجازت نہیں دیتے

تھے اور یہی حق وصواب ہے۔ (کمال الفرقان صفحہ ۶۳/تفہیم التجوید صفحہ ۲۵۲)

تعلیم حاصل کرنے کی صورتیں

استاذ القراء حضرت مولانا قاری محمد شریف ؒ فرماتے ہیں کہ شیوخ (اساتذہ سے تعلیم) حاصل کرنے کی دو صورتیں ہیں۔

(۱)....استاذ پڑھے اور شاگرد سنے ''یہ مُتقدّمین'' کا طریقہ ہے۔

(۲)....شاگرد پڑھے اور استاذ سُنے یہ ''متأخرین'' کا طریقہ ہے۔ پھر اسمیں اختلاف ہے کہ ان دونوں میں سے کونسا طریقہ اوْلیٰ (بہتر) ہے۔

🕮....بعض کی رائے پر اوّل بہتر ہے۔

🕮....بعض ثانی کو اوْلیٰ بتاتے ہیں اور ہمارے زمانے کے محققین دونوں کو جمع کر لیتے ہیں۔

🕮.... پہلے استاذ پڑھتا ہے اور شاگرد پوری توجہ اور دھیان سے سنتا ہے اور پھر شاگرد اُسی طرح پڑھتا ہے اور استاذ سنتا ہے اور شاگرد کی ادا میں جو غلطی ہوتی ہے اسکی اصلاح کرتا ہے۔

🕮....استاذ موقع بموقع کہیں کہیں سے پڑھتا ہے اور شاگرد اوّل سے آخر تک پورا قرآن حرفاً حرفاً سناتا ہے۔ اسلئے ''سند الفراغہ'' میں استاذ کی طرف سے شاگرد کے بارے میں یہ الفاظ لکھے جاتے ہیں ''قَرَأَ عَلَیَّ الْقُرْاٰنَ کُلَّهٗ حَرْفاً حَرْفاً وَّسَمِعَ مِنِّیْ طَرَفاً طَرَفاً'' (یعنی شاگرد نے مجھے قرآن مجید پورا سنایا اور مجھ سے تھوڑا تھوڑا سنا)

🕮....اُستاذ کے پڑھنے سے مقصود شاگرد کو پڑھنے کا انداز اور اسکی کیفیت بتانا ہوتا ہے اور بس۔ اسلئے اسکو (استاذ کو) حرفاً حرفاً پڑھنے کی ضرورت نہیں ہوتی بخلاف شاگرد کے' کہ اسکا مقصد چونکہ صرف اصلاح لینا ہی نہیں ہوتا' بلکہ اسکے علاوہ استاذ کے رُوبرو اوّل سے آخر تک ختم کرنا بھی مقصود ہوتا ہے' اسلئے اسکو (شاگرد کو) حرفاً حرفاً سنانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ (اَلتَّقْدِمَةُ الشَّرِيْفِيَّةُ صفحہ ۱۳۴)

📖 ....ایک یہ کہ کتابوں سے یعنی اُس فن کے ماہرین کی عبارتوں سے حاصل کیا جائے۔ دوسری یہ کہ عبارتیں یاد نہ کی جائیں، صرف استاذ کی تعلیم سے ہی حاصل کیا جائے مثلاً استاذ انگلی رکھ کے بتادے کہ اس حرف کو یہاں سے، ادا کرو اور اس کو یہاں سے اور ایسے ہی یہ بتادے کہ اس حرف کو اس طرح ادا کرو اور اس کو اس طرح، وغیرہ وغیرہ، اور کسی مخرج یا صفت کا نام نہ لے۔ یا یہ کہ کوئی ذہین اور ہوشیار بچہ اپنے استاذ کے عمل سے ہی حاصل کرلے اور استاذ کو جس طرح ادا کرتے ہوئے سنے، اُسی آواز اور اُسی تلفظ کے ساتھ ادا کرنے لگے۔

پس عمل کا مدار بہر حال علم پر ہی ہے۔ خواہ جس صورت اور جس ذریعہ سے بھی حاصل ہو۔

(اَلتَّقْدِمَۃُ الشَّرِیْفِیَّۃ صفحہ ۴۶)

📖 ....اُستاذ القراء حضرت مولانا قاری محمد اسمٰعیل لاہوریؒ فرماتے ہیں کہ جب طالبِ تجوید و قراءۃ کو شیخِ کاملِ مشاق وحاذِق (ماہرِ فن) اور محسن و مُشفق ماہر بہ علومِ تجوید و قراءت مُیَسَّر آجائے تو آدابِ قرآن وآدابِ شیخ بجالاتے ہوئے شیخ کے رُوبرو بیٹھیں اور شیخ اپنے تلمیذ (شاگرد) کو اپنی طرف متوجہ کرکے حروفِ ہجاء (مفرداتِ حروف) کی تعلیم حرفاً حرفاً (ہر ایک حرف کی الگ الگ سے تعلیم) شروع کرائے۔

📖 ....(اسی طرح) ہر حرف کو ساکن کر کے بَوساطتِ ہمزہ متحرک، متحرک تلفظ بتلاتا جائے تلفظ کرتے وقت مخارجِ حروف کی نشاندھی کرتا جائے (اگر پڑھنے والے چھوٹے بچے ہوں تو ان کو علمی چیزیں نہ سمجھائے کیونکہ اس وقت ان کے دماغ اِن چیزوں کے سمجھنے کے متحمل نہیں بلکہ عمل سے کام لے اور یہی مقصود ہے تعلیم کا: ابو معاویہ محمود کوٹی غفرلہٗ)

(اسی طرح) ہر حرف ساکن و مشدّد میں فرق بتلاتے ہوئے اِحتِباسِ صوت فی المخرج کی کیفیت سمجھاتا جائے (جن حرفوں کے اداء کے وقت آواز بند ہوان کے) نیز صفاتِ لازمہ اور جو کچھ صفاتِ لازمہ سے متفرّع (صفاتِ عارضہ) ہوں اسکی طرف راہنمائی کرتا جائے تلمیذ خُلوصِ نیّت سے شیخ کے منہ کی طرف دیکھتا رہے اور شیخ کے تلفّظ واداء کے مطابق

تلفظ کرتا رہے اور (استاذ کے) بتلائے ہوئے مخارج سے حروف ادا کرنے کی کوششِ بلیغ کرتا رہے۔

صفاتِ لازمہ اور مَایَتَفَرَّ عُ مِنَ الصِّفَاتِ الاَّزِمَۃِ پر شیخ کی ہدایت کے مطابق عمل (مشق) کرتا رہے تاوقتیکہ حروفِ ہجاء و سکونِ خالص اور تشدیدِ کامل کے ساتھ ادا کرنے میں مہارتِ تامہ حاصل کرلے (کیونکہ سکون اور تشدید باعتبارِ ادا کے مشکل ہیں) اور شیخ تصحیحِ حروف اور تکمیلِ صفات پر اطمینان ظاہر کردے۔

بعد ازاں شیخ حرکاتِ ثلاثہ (زبر، زیر، پیش) کے ساتھ حروفِ ہجاء کی اصوات (ہر ایک حرف کی جُدا جُدا آواز کی صورت میں) حرفاً حرفاً بتلاتا جائے اور منہ کی کیفیاتِ ثلاثہ یعنی (فتحہ) اِنفتاحِ فم و صوت (منہ اور آواز کے کھلنے سے) (اور کسرہ) اِنخفاضِ فم و صوت (منہ اور آواز کے پست ہونے سے) اور (ضمہ) اِنضمامِ شفتین (دونوں ہونٹوں کے گول ہونے سے) و اقامتِ صوت (بلند آواز) کی طرف توجہ دلاتا رہے۔

حرکت معروف و مجہول (صحیح و غلط) اور حرکتِ مشعبہ و غیر مشعبہ (کھڑی پڑی حرکات کی ادائیگی) میں فرق بتلاتا جائے۔ اسی طرح تفخیم و ترقیق حروف کی مشق کراتا جائے۔ تاوقتیکہ (حروفِ) مفردات کے تمام (حروف باعتبارِ مخارج و صفاتِ لازمہ و عارضہ کے) مراحل مکمل ہوجائیں (تو) تلمیذ نہایت مستعدی (پوری توجہ) کے ساتھ شیخ کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے انتہائی اِستقلال کے ساتھ مشق کرتا رہے تاوقتیکہ حروفِ مفردہ کی اصوات پورے معیار پر آجائیں اور شیخ بہ طیبِ خاطر (پورے وُثوق سے) حرکاتِ ثلاثہ (زبر، زیر پیش) کے صحیح ہونے کی تصدیق کردے۔

(جب) مفردات کا مرحلہ طے ہوجائے اور حروف و حرکات کَمَا نَزَلَ (ادائے صحیحہ یعنی) صحیح ہوجانے کے بعد اب شیخ (حروف) مرکّبات یعنی کلمات و جُمل (اب کلموں و جملوں) کی (صورت میں) تعلیم شروع کرائے اور (استاذ) پڑھ پڑھ کر سناتا جائے اور تلمیذ

رشید (فرمانبردار طالب علم) بگوش (کان سے) اور ہوش (عقل وسمجھ سے) سنتا جائے۔

شیخ کی ادائے حروف وصفاتِ لازمہ اور صفاتِ عارضہ (یعنی ادغام، اقلاب، اخفا، غنہ، مد، تفخیم وترقیق) کا اندازہ لگاتا رہے۔

جو احکام ومسائل (قواعدِ تجوید) اور صفاتِ عارضہ ترکیبِ حروف وکلمات سے پیدا ہو کر ظہور میں آئیں ان میں شیخ کی اداء ذہن نشین کرتا رہے اور (استاذ کے منہ کی طرف) دیکھتا رہے کہ اظہار وادغام اقلاب واخفا کرتے وقت شیخ کا اندازِ اداء وکیفیتِ اداء کیا ہے۔

(اسی طرح) مد واقسامِ مد میں مقادیرِ مدود (مدّوں کی مقداروں کا بھی) جائزہ لیتا رہے۔ اسی طرح تحقیق وتسہیلِ ہمزہ، رَوم واِشمام، محلِ وقف، کیفیتِ وقف اور قسمِ وقف کو پورے طور پر دل ودماغ میں محفوظ کرتا جائے۔

فائدہ.... شیخ کے کمالاتِ فن اور عربی لب ولہجہ کو سمجھنے کی کوشش کرتا رہے شیخِ مشفق (مہربان استاذ) کے اَسماع اور سنانے کے بعد اب تلمیذ پڑھ کر سنائے اور شیخ غور سے سنے اور اِشاروں کنایوں سے مندرجہ بالا اُمور واحکام (قواعدِ تجوید) کی طرف توجہ دلاتا جائے۔

نقائص (تجویدی غلطیوں) پر تنبیہ کرتا رہے نہ سمجھیں تو زبان سے بتلائے اور یہ سلسلہ تعلیم و تعلّم اور اخذِ قرآءت عن فم الشیخ (استاذ کی بتلائی ہوئی اداء کے مطابق) وقتاً فوقتاً عرصہ دراز تک جاری رہے حتیٰ کہ تلمیذ کی ادا مِنْ کُلِّ الْوُجُوْہ (اداکے اعتبار سے) شیخ کی ادا کے عین مطابق ہو جائے اور شیخ بغیر (کسی) لیت ولعل (عذر) کے اسکے ماخوذ (شاگرد اپنے استاذ کے پڑھنے کے مطابق ادائیگی) کی صحت (صحیح) پڑھنے کی تصدیق کردے۔ (تفہیم التجوید صفحہ ۲۲۲)

تجوید سے پڑھنے کا طریقہ

استاذ الاساتذہ حضرت مولانا قاری محمد شریفؒ فرماتے ہیں کہ: تجوید کے موافق پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ پڑھنے والا دو باتوں کا خیال رکھے۔

(۱)..... یہ کہ حرفوں کو اُنہی جگہوں سے ادا کرے جو اُن کیلئے مقرر ہیں اور اُن جگہوں کو حرفوں کے مخارج کہتے ہیں۔

(۲)..... یہ کہ اُنہی آوازوں اور اُنہی نزاکتوں کے ساتھ ادا کرے جن سے اُنکا عربی حروف ہونا معلوم ہوتا ہے ان آوازوں اور نزاکتوں کو صفات کہتے ہیں۔

📖 ..... علم تجوید تین چیزوں کے جاننے سے حاصل ہوگا۔ (۱)..... مخارج (۲)..... صفاتِ لازمہ (۳)..... صفاتِ عارضہ۔ ان تینوں چیزوں کا تعلق تو حرفوں کی تجوید اور ان کی صحتِ لفظی سے ہے ان کے علاوہ دو چیزوں کا جاننا اور بھی ضروری ہے۔ (۱)..... یہ کہ پڑھتے پڑھتے جب درمیان میں ٹھہرنے کی ضرورت پیش آئے تو کیسے ٹھہریں۔

(۲)..... یہ کہ کہاں ٹھہریں۔ پہلی چیز کو کیفیتِ وقف کہتے ہیں دوسری چیز کو محلِّ وقف کہتے ہیں پس یہ کل پانچ چیزیں ہوئی جن کا جاننا ہر اس شخص کیلئے ضروری ہے جو قرآن مجید کو صحیح پڑھنا چاہتا ہے۔ چھٹی (۶) چیز جو عملی یعنی کرنے کی ہے اس کو بھی ان کے ساتھ ملاؤ اور وہ یہ ہے کہ قواعد اور مسائل صرف یاد کر لینے سے ہی کام نہیں چلتا جب تک کہ کسی ماہر اور کامل اُستاذ کے سامنے بیٹھ کر مشق نہ کی جائے۔ اور اس سے پڑھنا نہ سیکھا جائے۔

(زینۃ القرآن صفحہ ۱۷)

📖 ..... مخارج اور صفات کا جاننا اسلئے ضروری ہے تا کہ قرآنی حرفوں کو فصیح ترین لغت یعنی خالص عربی تلفظ کے موافق ادا کیا جا سکے مگر تجوید چونکہ صرف انہی دو چیزوں کے اہتمام کرنے کا نام نہیں بلکہ ان کے علاوہ کچھ چیزیں ایسی اور بھی ہیں، جن کا قراء کو اہتمام کرنا پڑتا ہے اور ان کو ملحوظ رکھنے سے تجوید عمدہ ہو جاتی ہے اور اس میں حسن آ جاتا ہے، ان سب کے علاوہ وقف اور ابتداء کے موقع میں معنوی مناسب کو ملحوظ رکھنا بھی ضروری ہوتا ہے کیونکہ یہ تجوید کا تتمہ اور ترتیل کا تیسرا جزو ہے جیسا کہ " **الترتیل ھو تجوید الحروف ومعرفة الوقوف** " سے ظاہر ہے۔ (اَلتَّقْدِمَۃُ الشَّرِیْفِیَّۃُ صفحہ ۳۹)

پانچ چیزوں کا جاننا

استاذ القراء حضرت مولانا قاری محمد شریف ؒ فرماتے ہیں کہ: پانچ چیزوں کا جن کا جاننا قراء کیلئے ضروری ہے۔

(۱)....حروف کے مخارج۔(۲)....حروف کی صفاتِ لازمہ۔(۳)....وہ قاعدے جن سے تجوید عمدہ ہوتی ہے اوران کی رعایت سے اسمیں حُسن آجاتا ہے اور یہ وہی قاعدے ہیں، جن کو اہلِ فن ''صفاتِ عارضہ'' سے تعبیر کرتے ہیں۔

(۴)....وقف اور ابتداء کا محل وموقع۔(۵)....رسم عثمانی۔ اَلتَّقْدِمَۃُ الشَّرِیْفِیَّۃُ صفحہ ۴۰

مُجَوِّدُ بننے کا طریقہ

(مجوّد بننے کے متعلق) امام المجوّدین شیخ القرآء حضرت مولانا قاری المقری محمد شریف ؒ فرماتے ہیں کہ انسان (طالب علم) کسی شیخِ کامل (ماہرِ اُستاذ) کے سامنے زانُوئے تَلَمُّذُ (شاگردی) طے کرے اور پھر اسکی دی ہوئی ہدایات کی روشنی میں ایک مدت تک حروفِ قرآنیہ کو ادا کرنے کی مشق کرتا رہے تو ''مجود'' بن سکتا ہے پس تجوید کا علم تو کتابوں سے حاصل ہوتا ہے اور اسکی عملی مشق اَفواہِ مَشائخ (ماہرینِ فن کے منہ) سے (نکلے ہوئے حروف کی آواز کو) سُن کر اسکی نقل کرنے سے آتی ہے کیونکہ کسی استاذ سے ہدایات حاصل کئے بغیر بطورِ خود ریاضت (محنت ومشق) کرنے کے تو کوئی معنٰی ہی نہیں۔ اَلتَّقْدِمَۃُ الشَّرِیْفِیَّۃُ ص ۱۴۵

📖....علّامہ دانی ؒ فرماتے ہیں کہ میرے علم میں اعلیٰ درجہ مجوّد اور مصحّح بننے کا طریقہ یہ ہے کہ محسن (دانشِ فن) کے منہ سے جو کچھ حاصل ہوا ہے اس (کو اپنی زبان) سے ریاضت (مشق) اور مجاہدہ (محنت) کرتا رہے اور بار بار دُہراتا رہے اور رِیَاضَۃُ امْرِیءٍ بِفَکِّہٖ کا مطلب بھی یہی ہے (یعنی بار بار مشق کرتا رہے تاکہ مجوّدِ کامل کا درجہ نصیب ہو)

(اَلتَّقْدِمَۃُ الشَّرِیْفِیَّۃُ صفحہ ۱۴۵/ اَلْعَطَایَا الْوَھْبِیَّۃُ ۱۴۸)

📖.... جب استاذ کامل پڑھ کر سناوے تو غور سے سنے خود استاذ کو سناوے تو اس کی کوشش کرے کہ جس طرح سنا ہے اُسی طرح پڑھے اور حرفوں کو ادا کرے۔ اور جو جو غلطیاں استاذ بتلائے ان کے صحیح کرنے کی زیادہ کوشش کر کے مشق کرے تا کہ پھر کبھی غلطی نہ ہو اس طرح ان شاء اللہ تعالیٰ بہت جلد ترتیل آ جائیگی۔ (تنویر المراۃ صفحہ ۳۳)

📖.... تجوید محض مطالعہ سے نہیں آتی بلکہ عرصہ دراز تک مشائخ سے مشق کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ (اَلعَطَایَاالوَھبِیَۃ صفحہ ۱۴۵)

📖.... حضرت مولانا مفتی محمد عاشق الٰہیؒ فرماتے ہیں کہ تجوید بہت ضروری علم ہے اور اس ضروری چیز کو حاصل کرنے کیلئے بڑے بڑے مال خرچ نہیں کرنے پڑتے اور نہ ہاتھی گھوڑا جوڑنے کی تکلیف اٹھانی پڑتی ہے۔ البتہ منہ کو ہلانا پڑتا ہے یعنی استاذ سے سُن کر صحیح مشق کرنے میں منہ کو استعمال کرنے کی ذرا سی محنت (ضرور) کرنی پڑتی ہے۔ پس مجوّد اور غیر مجوّد ہونے میں اسی محنت کرنے نہ کرنے کا فرق ہے (یعنی) جس نے محنت کر لی (وہ تو) تجوید کیساتھ صحیح پڑھنے لگا (اور) جس نے سُستی کی وہ غلطی میں مبتلا رہا اور یہ محنت چونکہ منہ کی محنت ہے اسلئے ہر امیر و غریب عالم اور عامی اور بچہ، جوان، بوڑھا، شہری، دیہاتی، سخی اور کنجوس، طاقتور اور ضعیف غرضیکہ ہر شخص کر سکتا ہے اور انتیس (۲۹) حروف کو مخارج اور صفات کے ساتھ ادا کرنے کی مشق جلدی ہو سکتی ہے مگر صرف کتابیں دیکھ کر استاذ سے مشق کئے بغیر مجوّد نہیں ہو سکتا، خوب سمجھ لو۔ (اَلتُّحفَۃُ المَرضِیَّۃ صفحہ ۵۱)

محنت اور بدمحنتی کا نتیجہ

استاذ القراء حضرت مولانا قاری محمد سلیمان دیوبندیؒ فرماتے ہیں کہ: استاذ القراء حضرت مولانا قاری محمد سلیمان دیوبندیؒ فرماتے ہیں کہ تجوید کے حاصل کرنے اور نہ کرنے میں کوئی ایسا فرق نہیں کہ جس سے تجوید کا حاصل کرنا دشوار اور مشکل معلوم ہو صرف کچھ عرصہ

تک مشق اور ریاضت (محنت و مشق) کرنی پڑتی ہے اور اپنے مَشائخ (ماہرِ اساتذہ) کی زبان سے الفاظِ قرآنی کوسُن کران کو اسی طرح ادا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے لیکن پوری پابندی اور پوری توجہ کیساتھ ورنہ پھر اسکا حاصل کرنا مشکل ہے۔ فوائد مَرْضِیَّہ ص ۵۱

📖....قرآن مجید کو بلا تجوید اور تجوید سے پڑھنے میں جو فرق ہے وہ زبان سے محنت کرنے اور نہ کرنے کا ہی ہے۔ پس جو محنت کرتا ہے وہ بفضلہٖ تعالیٰ تجوید سے پڑھنے لگ جاتا ہے۔

جو محنت نہیں کرتا وہ (شخص) اس دولت سے محروم رہتا ہے اور قرآن کو بلا تجوید اور اسی طریق کے خلاف پڑھتا ہے جس (طریق) پر وہ نازل ہوا ہے (یہاں ان لوگوں کا رد ہے) جو صرف کتابوں سے کام چلانا چاہتے ہیں اور چند رسائل دیکھ کر اپنے (آپ) کو ماہرِ تجوید سمجھنے لگتے ہیں۔ (اَلْعَطَایَاالْوَھْبِیَّۃُ صفحہ۱۴۵)

📖....ماہر استاذ کے سامنے جتنے عرصہ بھی تمرین و مشق کرنے کا موقع مل جائے غنیمت سمجھے (تجوید میں پختگی پیدا کرنے کی) کتابت کی سی مثال ہے کہ جتنی بھی مشق کر لی جائے اتنا ہی لکھنے میں صفائی وعمدگی پیدا ہوتی ہے، نیز ترتیل وحدر دونوں میں مشق کرے کیونکہ مُجوِّد کو دونوں میں ماہر ہونا چاہیئے۔ (اَلْجَوَاھِرُ النَّقِیَّۃُ صفحہ۸۳)

📖....فنِ تجوید کو عمل و مشق سے حاصل کرنا زیادہ اہم ہے حضرت دانیؒ نے اس پر بہت زور دیا ہے کہ تجوید میں مہارت وکمال حاصل کرنا ہے تو زبان ودہن (منہ) سے محنت و مشق کیئے جاؤ ضرور کامیاب ہو جاؤ گے۔

کام میں مشق جتنی زیادہ ہوتی ہے اتنی ہی صفائی پیدا ہوتی جاتی ہے تلوار کاٹتی کیسے ہے یہ علمی حیثیت سے تھوڑی دیر میں معلوم ہو سکتا ہے مگر جب تک سیکڑوں بار کاٹ کر صحیح گرفت، وقت ومحل کا صحیح اندازہ بہم نہ پہنچایا جائے ہاتھ میں صفائی اور کام میں مہارت پیدا نہیں ہوتی۔

(تذکرۂ قاریانِ ہند صفحہ۱۳)

کمالِ تجوید

استاذ نا المقری حضرت قاری محمد شریف لاہوریؒ فرماتے ہیں کہ کمالِ تجوید یہ ہے قاری حروفِ قرآنیہ کو ان کے مخارج سے صفات کی رعایت کیساتھ بغیر کسی قسم کے تکلف کے ادا کرے یعنی اس کو حروف کے صحیح ادا کرنے میں مشکل پیش نہ آئے اور وہ بلا تکلّف حروف کو نہایت لطافت اور عمدگی کیساتھ ادا کرتا چلا جائے۔ (مُعَلِّمُ التَّجوِیْد صفحہ ۵۰)

📖....کمالِ حرف (یعنی تجوید کے ساتھ پڑھنے کا حق) یہی ہے کہ وہ اپنی ذات وصفات دونوں ہی کے اعتبار سے کامل ادا ہو۔ (مُعَلِّمُ التَّجوِیْد صفحہ ۱۰۱)

📖....استاذ القراء حضرت مولانا قاری اِظہار احمد تھانویؒ فرماتے ہیں کہ کمالِ تجوید یہ ہے کہ حروف مخارج سے صفاتِ لازمہ وعارضہ کے ساتھ بے تکلّف، بے تکان ادا ہوتے چلے جائیں۔

تنبیہ....اداء کے صحیح راستہ پر ایسی اِستقامت ہو کہ اسمیں اِفراط وتفریط (کمی بیشی) کا نشان نہ ہو۔ اگر پڑھنے میں یہ عیوب پائے جائیں کہ بتکلّف (ہر حرف کو سمجھ سمجھ کر) تو صحیح پڑھ لیتا ہے مگر مشاق نہ ہونے کی وجہ سے بے خیالی میں بار بار غلطیاں کرنے لگتا ہے تو سمجھنا چاہیئے کہ ابھی (اس کو) مزید مشق وریاضت (محنتِ شاقہ) کی ضرورت ہے کمال کا درجہ ابھی نصیب نہیں ہوا۔

کمالِ اداء کا درجہ بے تکلّف حدر (خصوصاً تراویح) پڑھنے میں کُھلتا ہے ورنہ عُموماً مستند طلبا بھی حدر (خواہ خود تلاوت کر رہے ہوں یا تراویح کے) پڑھنے میں خام (پڑھت میں کمزور) ہوتے ہیں۔ اور نہایت فحش غلطیاں کرتے ہیں شروع میں بمشقت صحیح پڑھنے کا اہتمام کرنے اور بار بار مشق کرنے سے کمال کا درجہ نصیب ہوتا ہے جس میں یقیناً بڑی لطافت وحلاوت (لذّت) پیدا ہو جاتی ہے پھر یہ حالت ہوتی ہے کہ قاری سوتے ہوئے بھی

پڑھے تو بھی (وہ یقیناً) صحیح ہی پڑھتا ہے۔ (اَلْجَوَاہِرُ النَّقِیَّۃُ صفحہ ۸۱)

عملی مشق

شیخ القراء حضرت مولانا قاری عبداللہ مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ مدرس شعبہ تجوید و قراءت کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ کا معمول کہ روزانہ درس کے علاوہ ایک گھنٹہ تجوید کی خود مشق کیا کرتے اور اکثر فرمایا کرتے کہ جب تک مزاولت اور مشق نہ ہو آواز اور ادائی پر قابو نہیں رہتا۔ ہر قاری کو چاہیے کہ روزانہ کی مشق ترک نہ کرے۔

(تذکرۂ قاریانِ ہند جلد ا صفحہ ۲۳۳/حسن المحاضرات فی رجال القراءت صفحہ ۲۱۳)

اپنے کو کامل سمجھنا

حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ جس طرح یہ بے پروائی کی بات ہے کہ تجوید میں کوشش نہ کرے اسی طرح یہ بھی زیادتی ہے کہ (تجوید کے) تھوڑے سے قاعدے یاد کر کے اپنے کو کامل سمجھنے لگے اور دوسروں کو حقیر، اور ان کی نماز کو فاسد جاننے لگے یا کسی کے پیچھے نماز ہی نہ پڑھے۔ (جمال القرآن لمعہ ۵ رفائدہ ۵)

اِمتحان کا اصل موقع

استاذ الاساتذہ حضرت مولانا قاری محمد شریفؒ فرماتے ہیں کہ جو لوگ تجوید کے ساتھ پڑھنے کو ضروری سمجھتے ہیں اور پڑھتے بھی ہیں اور باقاعدہ طور پر اس فن کی تحصیل بھی کرتے ہیں، دیکھا گیا ہے کہ وہ لوگ تراویح کے اندر تجوید اور صحتِ لفظی کو بالائے طاق رکھ کر اور اس کی پرواہ کیئے بغیر جلدی جلدی غلط سلط جیسے بن پڑتا ہے پڑھ کر ختم کردیتے ہیں، یہ بہت بری بات ہے۔ حالانکہ تراویح ہی وہ موقع ہے جس میں حدر پڑھنا ضروری ہے اور پڑھنے والی کی یادداشت اور اسکی تجوید کے امتحان کا موقعہ دراصل ہے ہی تراویح کی تلاوت۔ اگر تراویح ہی میں غلط سلط پڑھا اور گڈمڈ کی تو پھر وہ کونسا موقع ہے جس میں صحتِ لفظی کا خیال رکھنا اس سے زیادہ ضروری ہے۔

تنبیہ.....ایک آدھ رکوع ترتیل میں مشق کر کے مجمعوں میں پڑھ دینا، یہ تو کوئی کمال نہیں اور نہ اس سے تجوید کا حق ہی ادا ہوتا ہے۔

فائدہ.....خوبی کی بات تو یہ ہے کہ جب تراویح میں قرآن کریم پڑھا جائے تو اوّل سے آخر تک ساری تلاوت میں تجوید کا خیال رکھا جائے۔ (قَوَاعِدُھِجَآءِ الْقُرْاٰن صفحہ ۲۲۸)

عادتِ ثانیہ

استاذ القراء حضرت مولانا قاری اظہار احمد تھانویؒ فرماتے ہیں کہ شیخ القراء حضرت مولانا قاری عبدالمالک علی گڑھیؒ فرمایا کرتے تھے کہ تجوید کیساتھ قرآن مجید پڑھنے والے ماہر قاری کو قراءت کے دَوْران مخارج وصفات کا خیال ہی نہیں ہوتا صحیح پڑھنا اسکی عادت ثانیہ بن جاتی ہے وہ بغیر کسی تردّد (شک) کے مخارج وصفات کی جانب دھیان کئے بغیر تمام قرآن مجید صحیح پڑھتا چلا جاتا ہے حتیٰ کہ اگر سوتے میں بھی قرآن مجید کی تلاوت کرے تو وہ بھی صحتِ تلفّظ کے ساتھ ہوتی ہے (جیسا کہ بعضوں کو نیند کی حالت میں پڑھتے ہوئے سنا گیا ہے) اور یقیناً یہی وہ مرحلہ ہے جہاں آ کر علمِ تجوید فنِ تجوید بن جاتا ہے۔

(المرشد صفحہ ٦٦)

📖.....(امام القراء حضرۃ مولانا قاری عبدالمالکؒ) فرماتے ہیں (کہ) امام غزالیؒ نے نماز میں قراءتِ قرآن کے وقت خشوع کے کمال میں یہ فرمایا کہ مخارج وصفات کی طرف دھیان لگانا اور صحتِ تلفّظ کی طرف توجہ رہنا خشوع کے منافی ہے، گویا اس دھیان سے نماز کے ثواب میں کمی واقع ہوتی ہے۔

(غالباً اسی کے جواب میں) حضرت مولانا تھانویؒ نے فرمایا کہ نماز میں قراءت نماز کا رُکن ہے اور قراءت کا مامور بہ درجہ یہ ہے کہ تلفّظ صحیح ہو مخارج وصفات کیساتھ حروف کو صحیح ادا کیا جائے اور مامور بہ کا اہتمام یہ عین خشوع ہے اس کو خشوع کے منافی نہیں کہا جا سکتا۔

فائدہ.... میں (اشرف علیؒ) کہتا ہوں کہ تجوید کیساتھ قرآن پڑھنے والے ماہر قاری کو قراءت کے دوران، مخارج وصفات کا خیال ہوتا ہی نہیں صحیح پڑھنا اس کی عادتِ ثانیہ بن جاتی ہے وہ بغیر کسی وسوسہ کے اور مخرج وصفات کی طرف دھیان دیئے بغیر تمام قرآن صحیح پڑھتا چلا جاتا ہے حتیٰ کہ اگر وہ سوتے ہوئے بھی قرآن کی تلاوت کرے وہ بھی صحتِ تلفظ ہی کیساتھ ہوگی۔ غرض صحیح پڑھنے میں مخارج وصفات کی طرف دھیان کا جانا غیر ماہر کیلئے تو ضروری ہے مگر ماہر کیلئے یہ مسئلہ نہیں، لہٰذا اس کی تلاوت میں صحتِ اداء کا وسوسہ پیدا ہی نہیں ہوتا۔ (تذکرۂ منبع علوم وفنون صفحہ ۳۲۶)

مُجوِّدِ کامل کی پہچان

ماہر فن الشیخ المقری القاری محمد شریفؒ فرماتے ہیں مُجوِّدِ کامل وہی ہے جو حرفوں کو ان کے مخارج سے جملہ صفات کو ملحوظ رکھتے ہوئے بلا تکلّف ادا کرے یعنی پڑھتے وقت اسکے چہرے سے کسی قسم کے آثار ظاہر نہ ہوں، بلکہ یوں محسوس ہو کہ قواعدِ تجوید کی پابندی اس کی طبیعتِ ثانیہ ہے اور حروف اس سے (پڑھنے والے کی زبان) سے نہایت عمدگی اور خوبی کیساتھ خود بخود ادا ہوتے چلے جائیں۔ (اَلتَّقْدِمَۃُ الشَّرِیْفِیَّۃُ صفحہ ۱۳۸)

📖.... جو قاری قرآن مجید کو بلا تکلّف پڑھے بس وہی مُجوِّدِ کامل ہے۔ مُعَلِّمُ التَّجْوِیْد ص ۵۰

📖.... جب انسان (طالب علم) اپنے منہ کے ذریعہ مشق کرتا ہے تب تجوید میں ماہر بنتا ہے۔ (اَلْعَطَایَا الْوَھْبِیَّۃُ صفحہ ۱۴۸)

فائدہ.... اگر ایک شخص قرآن کو قواعدِ تجوید کے موافق یعنی صحیح تو پڑھتا ہے مگر لہجہ نہیں بنا سکتا تو وہ مجوّد کہلانے کا حق دار ہے۔

تنبیہ.... اگر ایک شخص لہجہ تو خوب جانتا ہے مگر قرآن کی تلاوت تجوید کے موافق نہیں کرتا تو اس کو مجوّد کہنا کسی طرح صحیح نہیں۔ اور اگر دونوں چیزیں جمع ہو جائیں تو کیا کہنا۔

(کمال الفرقان صفحہ ۹)

آج کل کے قاری

استاذ الاساتذہ حضرت مولانا قاری محمد اسماعیل پانی پتیؒ فرماتے ہیں کہ: آج کل قاری اس کو کہتے ہیں جو سبعہ یا عشرہ قراءات کی سند متصل الی الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم) رکھتا ہو اور چاہئے قاری صاحب حَمْدُ کی حا کی جگہ ھا ہی پڑھتے ہوں اور تجوید الحروف و معرفۃ الوقوف کی ہوا بھی نہ لگی ہو۔ حالانکہ ہر قراءت کیلئے تجوید الحروف و معرفۃ الوقوف کا سیکھنا اور اس پر عمل کرنا فرض عین ہے۔ یا آجکل سب سے بڑا اور اعلیٰ درجہ کا قاری اُسے کہتے ہیں کہ جو کسی نغمہ کیساتھ مجمع عام میں ریڈیو یا فونوگراف کی پلیٹ پر ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگاتے ہوئے گلا پھلا کر اتنی بلند آواز سے ایک رکوع یا زیادہ پڑھے کہ قاری صاحب کی آنکھیں سرخ ہوجائیں اور سامعین کی گردنیں بھی ہلنے لگیں۔ اگر پڑھتے ہوئے اتفاقیہ کسی خاص انداز دلکش سے قاری صاحب کفِ دست (ہاتھ) رُخسار پر آجائے اور سامعین میں سے کوئی شاگرد یا معتقد رقیقِ قلب یا کوئی دل جلا اللہ تعالیٰ کا بندہ جو جذب و کیفیت کو ضبط نہ کرتے ہوئے صبر و سکون کو خیر باد کر کے زور سے اِلَّا اللّٰه کا نعرہ بھی لگادے تو سبحان اللہ کیا کہنے۔ پھر تو تمام حاضرین مجلس مثل شیر اور قاری صاحب مثل بالائی ہیں۔ اور ہر طرف سے مرحبا مرحبا کی صدائیں اور آسمان سے شور و غل کی ندائیں گونج اٹھتی ہیں اور (ایسا) کیوں نہ ہو قاری صاحب کی قراءت (تلاوت) میں وہ کون سا قرآن مجید کا کلمہ ہے کہ جس میں نغمہ کی آواز نہ ادا ہوتی ہو اور اس کی رعایت کرتے ہوئے حرفوں کی ادائیگی میں افراط و تفریط (کمی و زیادتی) ہو کر لحن جلی (بڑی غلطی) کا ایک گلدستہ نہ بن جاتا ہو اور سامعین نابلد (بے سمجھ) جس کی بوئے نغمہ و زمزمہ سے مست و بے خود نہ ہوجاتے ہوں۔

اللہ اللہ متحرکات میں حروفِ مشدد اور ساکن کے ماقبل حروفِ مدہ کی طرف میلان

بھی ہوتا ہے ادغام مع الغنہ اور مدّ ات میں لغزش اور آواز میں ترقیص بھی ہوتی ہے، جا بجا سکتات بھی ہوتے ہیں غرضیکہ نغمہ بغیر تو لہجہ بنتا ہی نہیں۔ عذار القرآن صفحہ ۴۲

حدیث : اَفۡضَلُ الۡعِبَادَةِ لِاُمَّتِیۡ تِلَاوَةُ الۡقُرۡاٰنِ ۔ (کنز العمال) کے مطابق فرائض و واجبات کے بعد نبی اکرم ﷺ کی امت کیلئے سب عبادتوں سے بہتر عبادت قرآن مجید کی تلاوت ہے لیکن جب تک قرآن مجید وَرَتِّلِ الۡقُرۡاٰنَ تَرۡتِیۡلًا کے تحت میں نہ پڑھا جائے تو قابل قبول اور منتج ثواب نہیں ہوسکتا۔ خوش آواز اور لہجہ سے پڑھنا اور بھی زیادہ ثواب کا باعث ہے کیونکہ خوش آوازی اور لہجہ سے قرآن مجید پڑھنے کی بابت احادیث میں بہت تاکید آئی ہے۔

چنانچہ امام دارمیؒ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اچھا کرو قرآن مجید (کی تلاوت) کو اپنی آوازوں کیساتھ بے شک اچھی آواز زیادہ کرتی ہے قرآن مجید میں خوبصورتی ۔لیکن اچھی آواز سے قرآن مجید میں خوبصورتی کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ خوش آوازی کی پابندی کر کے گانے کی طرح پڑھا جائے۔ جیسا کہ اکثر نافہم (بے سمجھ لوگ) سمجھے ہوئے ہیں کہ ان کے نزدیک جو گانے کے طرز پر قرآن مجید پڑھے تو وہ سب سے بڑا قاری کہلانے کا مستحق ہے۔ چاہے قاری صاحب حآءِ حُطِیُ کو ھَاءِ ھَوَّزُ اور عین مهملہ (بے نقطے والی) کو ہمزہ پڑھتے ہوں، پس جو لوگ ایسا سمجھے ہوئے ہیں وہ سخت مغالطے اور گمراہی میں ہیں۔ حالانکہ خوش آوازی اور لہجہ جزوِ تجوید یا لوازمِ تجوید سے نہیں۔

اور تجوید واجب بلکہ بعض علماء کے نزدیک فرضِ عین ہے، پس معلوم ہونا چاہئے کہ لہجہ کس کو کہتے ہیں اور نغمہ کس کو؟

نغمہ میں قواعدِ موسیقیہ کا قائم رکھنا بالقصد مقصود ہوتا ہے۔ حسنِ صوت کیساتھ جو اس کیلئے لازمی اور ضروری ہے اور جس میں آواز کو کہیں بڑھانا، کہیں گھٹانا، کہیں بلند کرنا، کہیں بالکل ہی پست کر دینا، کہیں (آواز کو) کپکپانا، لچکانہ کہیں گلے کو اینٹھنا، کہیں گلے میں آواز کو

پھرانا، کہیں گنگناہٹ کرنا اور کہیں سختی، کہیں نرمی، کہیں جھٹکے سے کام لیا جاتا ہے اور کہیں اس قدر جلدی کی جاتی ہے کہ سامعین بعض الفاظ کو پورے طور سے اپنے ذہن میں بھی نہ لا سکے اور کہیں اتنی دیر کی جاتی ہے کہ حروف جدا جدا ہونے کے لیے کلمہ کی اصلیت ہی بگڑ جاتی ہے اور کہیں لفظ کے درمیان سانس بھی لے لیتے ہیں، کہیں رونے کی سی آواز نکالنا یہ تمام باتیں موسیقی میں جائز و درست ہوتی ہیں اور حروف کی اصلیت کا قائم رکھنا ضروری اور لازمی نہیں سمجھا جاتا بخلاف تجوید کے۔ عذار القرآن ص ۲۳۰

پہلی وحی

استاذ الاساتذہ حضرت مولانا قاری محمد اسماعیل لاہوریؒ فرماتے ہیں کہ: جاننا چاہیئے کہ جب ربّ العٰلمین نے رحمة للعٰلمین ﷺ کو مبعوث فرمایا اور آپ ﷺ پر تنزیلِ قرآن کا اِرادہ فرمایا اور سیّد الملائکہ حضرت جبرئیل علیہ السّلام کو واسطہ بنا کر بھیجا اور وُہ اوّلاً وحیِ الٰہی لیکر آئے اور نبی ﷺ پر ابتداءً بذریعہ وحی غارِ حراء میں آیاتِ قرآنی اُتارنے لگے تو نبی ﷺ سے مخاطب ہوئے اور کہا. اِقْرَاْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْکَ .اَیْ اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْکَ مِنَ الْکِتَابِ يَا مُحَمَّدُ .اے محمد (ﷺ) پڑھیئے جو کچھ آپکی طرف وحی کی جاتی ہے قَالَ مُحَمَّدٌ مَآ اَنَا بِقَارِیٍٔ آپ ﷺ نے فرمایا میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں حضرت جبرئیل علیہ السّلام نے آپ ﷺ کو (اپنے) سینہ (مبارک) سے لگا کر بھینچا، دبایا اور چھوڑ کر کہا اِقْرَاُ الْقُرْاٰنَ يَا مُحَمَّدُ، وَاِنْ کُنْتَ اُمِّيًّا اے محمد! پڑھیئے قرآن اگرچہ آپ اُمّی ہیں قَالَ مُحَمَّدٌ مَآ اَنَا بِقَارِیٍٔ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں پڑھنا نہیں جانتا (تو) حضرت جبرئیل علیہ السلام نے پھر آپکو (دوسری مرتبہ اپنے) سینہ سے لگا کر بھینچا، دبایا اور چھوڑ کر کہا. اِقْرَاْ کَمَآ اَنَا اَقْرَاُ عَلَيْکَ الْقُرْاٰنَ، وَاَسْمَعُ لَکَ يَا مُحَمَّدُ اے محمد ﷺ پڑھیئے جیسا کہ میں آپ پر قرآن پڑھتا ہوں اور آپکو (قرآن) پڑھ کر سناتا ہوں قَالَ مُحَمَّدٌ: مَآ اَنَا بِقَارِیٍٔ حضرت ﷺ نے فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں.

اور نہ ہی کچھ پڑھنا جانتا ہوں (تو) حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کو (تیسری مرتبہ اپنے) سینہ سے لگا کر خوب دبایا اور چھوڑ کر کہا اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ. خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ. اِقْرَاْ وَرَبُّکَ الْاَکْرَمُ. اَلَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ. عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ تو (مذکورہ بالا آیات کو) حضرت محمد ﷺ نے الفاظِ وحی پر تلفّظ (پڑھنا) شروع فرمالیا اور آیاتِ قرآنی فمِ جبرئیل علیہ السلام سے اخذ کرنے لگے۔ اَخذِ تجوید وقراءۃ عنِ الشیخ کا یہ پہلا واقعہ (پہلی وحی کا) تھا جو سنِ ولادت کے چالیس (۴۰) سال بعد قُربِ مکہ میں جبلِ نُور پر غارِ حراء کے اندر رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں وُقوع پذیر ہوا۔ تنزیلِ قرآن کا یہ سلسلہ وقتاً فوقتاً جاری رہا اور حَسبِ حالات بقدرِ ضرورت حضرت جبرئیل علیہ السلام تھوڑا تھوڑا بذریعہ وحی اُتارتے رہے اور نبی کریم ﷺ نُزولِ وحی کے وقت آیاتِ قرآنی تجوید وقراءۃ (قرآن کو صحیح پڑھنے) کے اصول کے مطابق فمِ جبرئیل علیہ السلام سے اخذ کرتے رہے۔ (تفہیم التجوید صفحہ ۲۳۰)

📖.... قرآن کا نُزول نَجْمًا نَجْمًا (ضرورت کے تحت تھوڑا تھوڑا) ہوتا رہا اور اخذِ تجوید وقراءۃ کا سلسلہ بدستور جاری رہا جس قدر سال بھر میں نازل ہوجاتا اور جمع ہوجاتا اور اِختتامِ سال پر رمضان المبارک میں حضرت جبرئیل امین علیہ السلام رسولِ اکرم ﷺ کے ساتھ از سرِ نو (پھر سے دوبارہ) دَوْر کرتے رہے۔ اور ایک دوسرے کو سناتے رہے۔ جس سے اَخذِ تجوید وقراءۃ کا سلسلہ سال بہ سال تازہ ہوتا رہا حتیٰ کہ بائیس مرتبہ دَور وُقوع پذیر ہوا۔ اور تیئسویں سال جدید اِہتمام واِنصرام (ہمیشہ کیلئے پختہ انتظام) کیساتھ دو مرتبہ دَوْر کیا گیا (جسکو عرضۂ اخیرہ کہتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ اب الحمد سے لیکر والناس تک ایسا پختہ کرایا گیا ہے کہ ہر لحاظ سے یہ قرآن مجید بغیر کسی کمی بیشی کے محفوظ کرلیا گیا ہے) اور رسولِ اکرم ﷺ کی معیّت میں حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو بھی

(بطورِ گواہ کے) شمولیت کا شرف حاصل ہوا (اللہ تعالیٰ کے علم میں تھا کہ آنے والے وقت میں جب قرآن مجید کو جمع کیا جائے گا تو یہ خدمت چونکہ حضرت زید بن ثابت انصاریؓ کے مقدّر میں لکھی تھی تا کہ وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن سن لیں کہ جس قرآن کو بمشورہ حضرت ابوبکرؓ وحضرت عمرؓ و دیگر جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم جمع کیا جارہا ہے یہ وہی قرآن ہے جس کو میں نے ان دو حضرات سے بغیر کسی کمی و زیادتی کے سنا تھا تو جمیع صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا آپ رضی اللہ عنہ کے جمع کرنے پر اِتفاق ہوا بایں معنٰی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے وحی لکھتے تھے اور پھر آخری دَوْر کو بھی سنا یہ سب سے بڑی قوی دلیل ہے۔ ابومعاویہ محمود کوٹی) اور اَخذِ تجوید و قراءۃ عن فمِ جبرئیل علیہ السلام کا موقع ملا۔ اور کیفیتِ تعلیم وتعلّم اور اَخذِ عنِ الشیخ کا طریقہ ملاحظہ کیا (یعنی زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر دو حضرات سے قرآنی تعلیمات کو سمعاً وبصراً یعنی سیکھنے اور سیکھانے کا طریقہ معلوم کرلیا)

📖 .... حضرت مسروقؒ سے روایت ہے وہ سیّدہ عائشہؓ سے (اور) وہ سیّدہ فاطمہؓ سے روایت کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے چپکے سے فرمایا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام میرے ساتھ ہر سال ایک دفعہ (قرآن مجید) کا دَوْر کیا کرتے تھے یعنی مجھے درس دیا کرتے تھے قرآن کریم کا۔ پس اس سال مجھے دو مرتبہ دَوْر کرایا اسلئے میں محسوس کرتا ہوں کہ میرا وقتِ وصال قریب تر آرہا ہے...اور اخذِ تجوید و قراءۃ (یعنی پڑھنے پڑھانے اور معانی ومطالب کے لحاظ سے ان کی) یاد تازہ کرارہے ہیں یہاں تک کہ سالِ آخر (رمضان المبارک) میں دو مرتبہ دَوْر کرایا گیا تا کہ امّت میں قارئینِ قرآن اور آخذِینِ تجوید و قراءۃ سنّتِ جاریہ اور آخذِینِ فن کیلئے صحتِ دائمہ باقی رہے۔ (تفہیم التجوید صفحہ ۲۳)

سیّدنا اُبی بن کعبؓ بحیثیتِ متعلّم

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ کو حکم فرمایا کہ وہ سیّدنا اُبیؑ بن کعب رضی اللہ عنہ کو احکامِ تجوید یعنی مخارج وصفاتِ حروف اور احکامِ قرأت متواتر اس طرح سکھلائیں جس طرح خود نبی کریم ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السّلام سے اخذ کیا پھر حضرت اُبیؑ بن کعبؓ نے حفظِ قرآن وَمَا یَنْبَغِیْ لَہٗ یعنی تجوید وقرأت میں خوب جِدّ وجُہد کی اور سعیٔ بلیغ فرمائی حتیٰ کہ انتہاء درجہ کے عظیم الشان امام القراءۃ قرار پائے۔

حضرت اُبیؑ بن کعبؓ نے فَم (یعنی نبی کریم ﷺ کے دہنِ مبارک) سے (سنا اور) کس ذوق وشوق سے پڑھا اور کس حد تک اَخذ (یعنی حاصل کیا اسکا اندازہ خود نبی کریم ﷺ ہی کے مبارک) الفاظ میں ملاحظہ کیجئے آپ ﷺ فرماتے ہیں اَقْرَءُ کُمْ اُبَیٌّ (کہ تم میں سے زیادہ بہتر قراءت حضرت اُبیؑ بن کعبؓ کی ہے یعنی (میری اُمّت کے) بڑے قاری حضرت اُبیؑ بن کعبؓ ہیں۔

فائدہ.... حضرت اُبی بن کعبؓ سے صحابہؓ اور تابعینؒ کے ایک جمِ غفیر (کافی تعداد میں) اور جماعتِ کثیرہ نے اَخذ کیا ہے۔ (تفهيم التّجويد صفحه ٢٣٧)

ادائے نبوی (ﷺ)

عَنْ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ اُمِّ سَلَمَۃَؓ کَانَ اِذَاقَرَاَقَطَّعَ قِرَآءَ تَہٗ اٰیَۃً اٰیَۃً یَقُوْلُ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ .ثُمَّ یَقِفُ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ثُمَّ یَقِفُ (ابوداؤد) اُم المؤمنین حضرت سلمہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ تلاوت میں ایک ایک آیت پر وقف کرتے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھتے اور ٹھہر جاتے پھر آپ ﷺ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ پڑھتے اور ٹھہر جاتے۔ (المرشد صفحہ ۳۹۹/۴۰۱)

سیّدہ اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا نے تلاوتِ نبویہ کی صفت میں مُفَسَّرَۃً حَرْفًا حَرْفًا

(ایک ایک حرف کے لحاظ سے صاف اور واضح تلاوت کا) ارشاد فرمایا ہے۔

سیّدہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وَسَلَّمَ یَقْرَاُ السُّوْرَۃَ حَتّٰی تَکُوْنَ اَطْوَلَ مِنْ اَطْوَلَ مِنْھَا یعنی حضور ﷺ کسی سورت کی تلاوت اِس طرح ٹھہر ٹھہر کر فرماتے تھے کہ وہ طویل سے طویل تر سورت محسوس ہوا کرتی تھی۔

سیدنا حضرت انس رضی اللہ عنہ قرات نبویہ کا تعارف کراتے ہوئے فرماتے ہیں کَانَتْ مَدًّاثُمَّ قَرَاَ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یَمُدُّ بِسْمِ اللّٰہِ وَیَمُدُّ بِا الرَّحْمٰنِ وَیَمُدُّ بِالرَّحِیْمِ یعنی آپ (ﷺ) کی تلاوت شد و مد (حرفوں کی مضبوطی اور قدرے لمبی آواز) سے ہوتی تھی اِس طرح کہ بِسْمِ اللّٰہِ پر مد (اصلی جس کی مقدار ایک الف کے برابر ہے) فرماتے اَلرَّحْمٰنِ پر مد (اصلی) فرماتے اور اَلرَّحِیْمِ پر مد (عارض وقفی) فرماتے۔

سیدہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں مَا رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یُصَلِّیْ فِیْ سُبْحَتِہٖ جَالِسًا حَتّٰی اِذَاکَانَ قَبْلَ مَوْتِہٖ بِعَامٍ فَکَانَ یُصَلِّیْ فِیْ سُبْحَتِہٖ جَالِسًا فَیَقْرَاُالسُّوْرَۃَ فَیُرَتِّلُھَا حَتّٰی تَکُوْنَ اَطْوَلَ مِنْ اَطْوَلَ مِنْھَا یعنی میں نے کبھی حضور اقدس ﷺ کو نفل نماز بیٹھ کر ادا کرتے ہوئے نہیں دیکھا حتّٰی کہ جب آپ کی رحلت مقدسہ کو ایک سال باقی رہ گیا اُس وقت آپ نفل نماز بیٹھ کر ادا فرماتے تھے اور کسی سورۃ کی اس طرح ترتیل واطمینان سے تلاوت فرماتے کہ وہ سورت طویل سے طویل تر محسوس ہوا کرتی تھی۔ (فضائلِ حُفّاظِ القرآن صفحہ ۲۳۲ ملتان/صفحہ ۱۴۹ حاصل پور/ فضائل قرآن صفحہ ۲۲)

📖 ....تجوید نام ہے قرآن مجید کی صحت لفظی اور اِس کے اُس خالص عربی تلفظ کا جس کے موافق مَھْبَطِ قرآن حضرت محمد ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسکے الفاظ کو ادا فرمایا کرتے تھے نیز فرماتے ہیں اَلتَّجْوِیْدُ ھُوَ اَدَآءٌ کَاَ دَاءِ الرَّسُوْلِ یعنی تجوید نام ہے نبی اکرم ﷺ کی اداء کا۔ (اَلتَّقْدِمَۃُ الشَّرِیْفَۃُ صفحہ ۱۲۷)

خوش آوازی اللہ تعالیٰ کی نعمت

خوش آوازی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے پیغمبر جس طرح خوبصورت اور خوب سیرت ہوتا ہے اسی طرح اس کی آواز بھی خوبصورت ہوتی ہے نبی کریم (ﷺ) تمام انسانیت بلکہ انبیاء علیہم لسّلام سے بڑھ کر خوبصورت اور خوب سیرت تھے آپ (ﷺ) بہت ہی عمدہ آواز سے قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تھے آپ کی تلاوت سن کر کئی ایک لوگ مسلمان ہوئے۔

امّت محمدیہ (ﷺ) میں ہزاروں بلکہ لاکھوں، کروڑوں لوگ ایسے گزرے ہیں جنہوں نے عمدہ آواز سے قرآن مجید پڑھا۔ بعض تو ایسا پڑھتے تھے کہ لوگ سن کر مسلمان ہوجایا کرتے تھے جس پر تاریخ شاہد ہے ان سب کے نام اور حالات لکھنے سے کتاب کی ضخامت بڑھ جائیگی البتہ دو چار صحابہ کرامؓ جن کی مسحور کُن آواز اور تلاوت کی تعریف خود نبی کریم (ﷺ) نے فرمائی۔ (ابومعاویہ محمود کوٹی)

نبی کریم علیہ السّلام کے زمانہ میں تمام قبیلوں میں سے قبیلۂ اشعر کے لوگوں کی آوازیں بھی عمدہ تھیں جس کی تعریف خود نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی ہے۔

فائدہ.....قبیلہ اشعری کے لوگ خصوصیّت سے بڑے خوش الحان تھے اور اپنی خوش آوازی میں ممتاز تھے خود نبی (ﷺ) کا ارشاد ہے کہ جب قبیلۂ اشعری کے لوگ آتے ہیں تو میں (ﷺ) ان کی قرآن خوانی ہی سے ان کی قیام گاہ کو پہچان لیتا ہوں۔ (قرآن اور اسکے حقوق صفحہ ۱۴۹)

📖.....سیّدنا حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ قرآن مجید نہایت خوش الحانی سے پڑھتے تھے، نبی اکرم ﷺ کو سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا پڑھنا بہت پسند تھا جہاں انہیں پڑھتے ہوئے سنتے کھڑے ہوجاتے۔ (قرآن اور اسکے حقوق صفحہ ۱۴۹)

سیّدنا حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ

عَنْ اَبِی مُوْ سیٰ اَنَّ رَسُوْ لَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم قال لہٗ یاابا مُو سٰی لَوْرَاَیْتَنِی وَاَنَااَ سْتَمِعُ لِقِرَاءَ تِکَ الْبَا رِ حَۃَ لَقَدْ اُوْ تِیْتَ مِزْ مارً امِنْ مَزَا مِیْرِ اٰلِ دَاوٗدَ فَقَالَ اَمَا وَاللّٰہِ لَوْ عَلِمْتُ اَنَّکَ تَسْتَمِعُ قِرَا ءَ تِیْ لَحَبَّرْ تُھا لکَ تَحْبِیْرًا (رواہ مسلم) (حضرت) ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے اُن سے فرمایا اے ابوموسیٰ! اگر تم گذشتہ رات مجھے دیکھ لیتے کہ میں تمہاری قراءت سُن رہا ہوں تو تم کیا کرتے؟ اے ابوموسیٰ! یقیناً تمہیں داؤ دی نغموں میں سے ایک نغمہ دیا گیا ہے (یعنی تمہاری تلاوت سے لحنِ داؤ دی کی یاد تازہ ہوگئی) ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا واللہ! اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ آپ (ﷺ) میری قراءت سُن رہے ہیں تو میں آپ کی خوشی کیلئے اور زیادہ اچھا کر کے پڑھتا۔

فضائلِ حُفاظِ القرآن ص ۸۳۵ ملتان، ص ۴۵۱ حاصل پور/ اَلمُرْ شِد ص ۵۳/ قرآن اور اسکے حقوق ص ۱۵۰

📖 .... (حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ) جس طرح حضرت داؤد علیہ السلام خوش الحان تھے اور خوش آوازی سے اللہ تعالیٰ کی کتاب زبور پڑھتے تھے ویسے ہی تم خوش الحان ہو اور یہ قدرت کا عطیہ ہے۔ (تفہیم التجوید صفحہ ۱۱۴/۱۱۷)

📖 .... (سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ) ایک مرتبہ مسجد نبوی (ﷺ) میں عشاء کی نماز میں بلند آواز سے قراءۃ کر رہے تھے آپ رضی اللہ عنہ کی آواز سن کر ازواجِ مطہرات رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُنَّ اپنے اپنے حجروں میں پردوں کے پاس کھڑی ہو کر سننے لگیں صبح کو جب انھیں (یعنی ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو) خبر ہوئی تو فرمایا اگر اس وقت مجھے معلوم ہو جاتا تو میں ان کو قرآن کا اس سے بھی زیادہ مشتاق بنا دیتا۔

حضرت عبداللہ بن قیس (ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ) نہایت خوش آواز تھے ایک دن وہ

نماز میں قرآن مجید پڑھ رہے تھے نبی (ﷺ) نے سنا تو فرمایا یہ کون ہیں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یہ عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ (ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ) ہیں نبی کریم (ﷺ) نے فرمایا ان کو لحنِ داؤدی عطا کیا گیا ہے۔

حضرت ابوعثمان نہدیؒ کا بیان ہے کہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی اتنی سُریلی آواز اور دلکشی تھی کہ چنگ و بَرْبَط (ساز باجا) میں بھی وہ دلکشی نہیں۔ (قرآن اور اسکے حقوق صفحہ ۱۵۰)

خوش نصیب انسان

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ ابْنِ مَسْعُوْدٍقَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِقْرَاعَلَیَّ فَقُلْتُ ااَقْرَاُعَلَیْکَ وَعَلَیْکَ اُنْزِلَ فَقَالَ اِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ اَسْمَعَهٗ مِنْ غَیْرِیْ قَالَ فَافْتَتَحْتُ سُوْرَۃَ النِّسَآءِ

فَلَمَّا بَلَغْتُ "فَکَیْفَ اِذَاجِئْنَامِنْ کُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِیْدٍوَّجِئْنَابِکَ عَلٰی هٰٓؤُلَآءِ شَهِیْدًا" قَالَ فَرَاَیْتُهٗ وَعَیْنَاهُ تَذْرِفَانِ دُمُوْعًافَقَالَ لِیْ حَسْبُکَ (متفق علیہ)"

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے مامور (حکم) فرمایا کہ مجھے قرآن مجید سناؤ پس میں نے عرض کی یا رسول اللہ! میں آپ (ﷺ) کو قرآن سناؤں؟ حالانکہ قرآن آپ پر نازل ہوا ہے پس آپ ﷺ نے فرمایا میں پسند کرتا ہوں کہ اسے (قرآن مجید کو) دوسروں سے (بھی) سنوں! سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے سورۃ النّسآء شروع کی پس جب لفظ شَهِیْدًا پر پہنچا تو آپ ﷺ نے فرمایا بس کر کافی ہے (اس حدیث) میں ایک قسم کا اشارہ ہے کہ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما انتہائی خوش آواز تھے"۔ (تفہیم التجوید صفحہ ۱۱۶/ اَلْمُرْشِدُ صفحہ ۳۹۷)

📖 .... نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص اس بات کو پسند کرے کہ قرآن مجید کو بالکل تروتازہ اور صحیح وعمدہ ہونے کی حالت میں اُسی طرح تلاوت کرے، جس طرح وہ اُترا ہے تو وہ اُس کو ابن اُم

عبد (یعنی ابن مسعودؓ) کی قراءت کے موافق تلاوت کرے، کیونکہ آپ کو قرآنِ کریم کی تجوید وتحقیق اور ترتیل سے بہرۂ وافر عطا ہوا تھا۔ (تاریخ علمِ تجوید صفحہ ۲۷)

📖 ....حضرت ابوعثمان نہدیؒ فرماتے ہیں کہ (ایک دن) ابن مسعود ﷜ نے مغرب کی نماز میں **قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ** (سورۃ اخلاص) کے ساتھ پڑھائی اور ان کے حُسنِ صوت اور ترتیل کی وجہ سے ہم چاہتے تھے کہ (اے) کاش وہ **سُوْرَةُ الْبَقَرَة** ہی پڑھ لیتے۔
(تفہیم التجوید صفحہ ۱۱۶/ تاریخ علمِ تجوید صفحہ ۶)

📖 ....سیدنا حضرت علقمہؒ کہتے ہیں مجھے اللہ تعالیٰ نے تلاوتِ قرآن میں خوش آوازی سے نوازا تھا اور ابن مسعودؓ مجھے بلوا کر قرآن مجید سنتے تھے جب میں تلاوت سے فارغ ہوجاتا تو فرمایا کرتے تجھ پر میرے ماں باپ قربان ہوں اور سناؤ۔
(فضائلِ حُفّاظِ القرآن صفحہ ۲۳۲ ملتان/صفحہ ۱۵۰ حاصل پور/ معارفُ القرآن جلد ۸ صفحہ ۵۹۰ کراچی)

سیّدنا سالمؓ کی قراءت

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ اَبْطَاْتُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً بَعْدَ الْعِشَاءِ ثُمَّ جِئْتُ فَقَالَ اَيْنَ كُنْتِ ؟ قُلْتُ كُنْتُ اَسْمَعُ قِرَاءَةَ رَجُلٍ مِنْ اَصْحَابِكَ لَمْ اَسْمَعْ مِثْلَ قِرَاءَتِهٖ وَصَوْتِهٖ مِنْ اَحَدٍ قَالَتْ فَقَامَ وَقُمْتُ مَعَهٗ حَتّٰى اسْتَمَعَ لَهٗ ثُمَّ الْتَفَتَ اِلَيَّ فَقَالَ هٰذَا سَالِمٌ مَوْلٰى اَبِيْ حُذَيْفَةَ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ جَعَلَ فِيْ اُمَّتِيْ مِثْلَ هٰذَا [رواه ابن ماجة] سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ کے عہدِ مبارک میں ایک رات عشاء کے بعد مجھے (کچھ) دیر ہوگئی پھر میں حاضر ہوئی تو فرمایا (نبی ﷺ نے اے عائشہؓ) آپ کہاں تھیں؟ (تو) میں نے عرض کیا میں آپ کے صحابہؓ میں سے ایک ایسے صحابیؓ کی قرآءت سن رہی تھی کہ آج تک میں نے انکے برابر کسی کی قرآءت (حُسنِ صوت کے اعتبار سے) آواز نہیں سُنی۔ سیّدہ عائشہؓ فرماتی ہیں یہ بات سُن

کر نبی کریم (ﷺ) اٹھے اور آپ (ﷺ) کے ساتھ میں بھی اٹھ گئی حتیٰ کہ اس صحابی رضی اللہ عنہ کی قرآءت سُنی پھر میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا یہ سالم رضی اللہ عنہ ہیں جو ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں (پھر نبی ﷺ نے فرمایا) اللہ کا شکر ہے جس نے میری امّت میں ان جیسا خوش آواز آدمی بنایا۔

(فضائلِ حُفاظِ القرآن صفحہ ۸۳۰ ملتان/صفحہ ۴۴۸ حاصل پور)

ہُد ہُد کا قصّہ

حضرت امام تقی الدین محمد ابن احمد الصائغ المصری ایک استاذِ تجوید تھے انھوں نے ایک روز صبح کی نماز میں پڑھا "وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَالِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ" اور اس آیت کو مکرر پڑھا، اس دوران میں ایک چڑیا قراءت سننے کے شوق میں شیخ کے سر کے اُوپر اتری، حتیٰ کہ شیخ نے نماز مکمل کر کے اسکی طرف نگاہ اٹھائی تو دیکھا کہ وہ ھُد ھُد تھا (تاریخ علمِ تجوید صفحہ ۷) اسی طرح ایک استاذ شیخ الامام الکبیر ابو محمد عبداللہ بن علی بن عبداللہ البغدادی المعروف بہ سبط الخیاط (صاحب المبہج فی القراءت الثمان والکفایۃ فی القراءات الست وغیرہما ۵۴۱ھ) کا ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں حظ وافر عطا فرمایا تھا حتی کہ صرف ان کی قراءت سن کر اور ان کے حُسنِ صوت سے متاثر ہوکر یہود و نصاریٰ کی ایک جماعت نے ان کے ہاتھ پر اِسلام قبول کرلیا تھا، کہاں تک لکھا جائے (تاریخ علمِ تجوید صفحہ ۷) یہ تو سلف کی ایک دو مثالیں ہیں، آج بھی اگر تلاش کریں تو ایسے بہت سے لوگ مل جائیں گے جو اگر ایک طرف اِنتہائی طور پر خوش آواز ہیں تو دوسری طرف فن پر قابو یاب اور مہارت تامہ رکھنے والے ہیں جنکی قراءت اور آواز کے مقابلہ میں بلا مبالغہ دنیا کی ہر آواز ہیچ معلوم ہونے لگتی ہے۔

(نفحة العنبريه صفحه ۲۱۹)

قاریہ بدر النساءؒ

بدر النساء بیگم شہنشاہ اورنگ زیبؒ کی پانچویں لڑکی تھی نواب بائی بیگم کے بطن سے ۱۰۵۷ھ میں پیدا ہوئی طباع و ذہین تھی کم عمری میں ایک ضعیف شریف زادی معلّمہ سے تجوید

وقراءت کی تعلیم دِلوائی ،اس قابل اُستانی کے زیرِ نگرانی بدرالنساء نے پانچ سال کی عمر میں پڑھنا شروع کیا اور دُو سال میں حفظ کی تکمیل کی۔ قاری سننے والا وجد کرنے لگے۔ ایک روز عالمگیرؒ صبح کی نماز کے بعد ٹہلتا ہوا چمن میں نکل گیا تو اس نے بدرالنساء کو خوش الحانی سے تلاوت کرتے سنا صبح کا سُہانا سمان، قرآنی آیات کی دل آویزی اور خوش الحانی ان سب نے مل کر اورنگ زیب پر محویت طاری کردی ،آدھے گھنٹے تک مبہوت ہو کر سنتا رہا۔ جب بدرالنساء نے تلاوت ختم کی تو عالمگیرؒ سامنے آیا۔ باکمال بیٹی کی پیشانی پر بوسہ دیا۔ اس کی مہارت کی داد دیتے ہوئے بہت سی دعائیں دیں۔ ضعیف معلّمہ کو بھی اِنعام واِکرام سے نوازا۔ اور اس روز سے بدرالنساء کی تعلیم کا خاص اِہتمام ہونے لگا۔ چند روز میں بدرالنساء نے عربی کی درسی کتابیں ختم کیں۔ دوسرے علوم پر بھی عبور حاصل کیا۔ مگر اس کو قدرتی طور پر قرآن مجید ہی سے شغف رہا۔ بدرالنساء ۳۳ سال کی عمر میں ۱۰۸۰ھ میں انتقال کرگئی اور اس کے دو حقیقی بھائی محمد سلطان اور محمد معظم شاہ عالم بھی حافظ وقاری تھے۔ (تذکرۂ قاریانِ ہند حصہ ۲ صفحہ ۱۸۷)

حقِ تلاوت

ارشادِ باری تعالیٰ ہے اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰھُمُ الۡکِتٰبَ یَتۡلُوۡنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ (پ۱ البقرہ رکوع ۱۴) یعنی جن لوگوں کو ہم نے کتاب عنایت کی وہ اس کو ایسا پڑھتے ہیں جیسا اسکے پڑھنے کا حق ہے۔

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ حقِ تلاوت یہ ہے کہ تلاوت میں زبان وعقل اور دل تینوں شریک ہوں پس زبان کا حصّہ حروف کی تصحیح ،عقل کا حصّہ معانی ومطالب کی تفسیر اور دل کا حصّہ اِطاعت ونصیحت پذیری ہے۔ (کمال الفرقان صفحہ ۱۰/ تاریخ علمِ تجوید صفحہ ۲۳)

جنت میں تلاوتِ قرآن

ترتیل کے فضائل میں سے ہے کہ قیامت کے روز صاحبِ قرآن سے کہا جائیگا اِقۡرَاۡ وَارۡتَقِ وَرَتِّلۡ کَمَا کُنۡتَ تُرَتِّلُ فِی الدُّنۡیَا فَاِنَّ مَنۡزِلَتَکَ عِنۡدَ اٰخِرِ اٰیَةٍ

تَـقْـرَؤُهَـا یعنی پڑھتے جاؤ اور اُسی طرح ترتیل سے پڑھو جس طرح تم دنیا میں ترتیل سے پڑھا کرتے تھے کیونکہ تمہارا آخری ٹھکانہ ومقام وہیں ہے جہاں تم آخری آیت پڑھ کر ٹھہر جاؤ گے۔ (فضائلِ حُفّاظِ القرآن صفحہ۲۳۲ ملتان/صفحہ ۱۵۰ حاصل پور/ فضائل قرآن صفحہ ۲۲)

تلاوتِ قرآن کا حُسن

استاذ القراء حضرت مولانا قاری محمد شریف ؒ فرماتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ جس طرح تجوید تلاوتِ قرآن کا حُسن اور اس کی زنیت ہے اسی طرح لہجہ تجوید کی زینت اور اس کا حُسن ہے اگر ایک شخص تلاوت میں قواعدِ تجوید کی پابندی تو کرتا ہے لیکن لہجہ سے الگ رہتا ہے تو بلا شبہ اس کی تجوید تلاوت میں وہ حُسن پیدا نہیں کر سکتی جو حُسنِ لہجہ کی رعایت کے ساتھ قواعدِ تجوید سے پیدا ہوتا ہے یہ ایک وِجدانی اور ذوقی چیز ہے جس کو لفظوں میں نہیں سمجھایا جاسکتا جس کا جی چاہے دونوں طرح کی تلاوت کا مُوَازَنَہ کر کے اس بیان کی تصدیق کرلے۔ (تَوضِیحَاتِ مَرضِیَۃ صفحہ ۱٦۷)

📖.... اگر تجوید، تلاوت کا حسن اور اس کا زیور ہے اور یقیناً ہے، تو پھر اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ عربی لہجہ اور خوش آوازی، تجوید کا حسن اور اس کا زیور ہے۔ جس کا جی چاہے دونوں قسم کی تلاوت کا موازنہ کر کے تجربہ کرلے۔ پھر یہ کہ لہجہ تجوید میں حائل بھی نہیں بلکہ اسکے لئے ممد و معین ہے۔ چنانچہ عام طور پر مشاہدہ میں آیا ہے کہ جس شخص کی آواز میں لہجہ اخذ کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے اور وہ عمدہ لہجہ میں اور خوش آواز کے ساتھ تلاوت کرتا ہے تو اس کی تجوید اس شخص کی نسبت عمدہ ہوتی ہے جو خوش آوازی کے ساتھ اور عمدہ لہجہ میں تلاوت نہیں کرسکتا۔ (التَّقدِمَۃُ الشَّرِیفِیَّۃ صفحہ ۱۴۱)

قرآن مجید کا زیور

سیدنا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ہر چیز کا ایک

زیور ہوتا ہے اور قرآن مجید کا زیور اچھی آواز ہے۔

(فضائلِ حُفاظِ القرآن صفحہ ۸۳۴ ملتان/صفحہ ۴۵۰ حاصل پور/ فضائلِ حفظ القرآن صفحہ ۱۲۷)

....قرآن مجید ایک مؤثر کلام ہے اسلئے اُسکی تلاوت میں ایک خاص دلکشی ہے کہ پڑھنے والے کی طرف از خود مائل ہو جاتا ہے اور اگر اسکے ساتھ خوش الحانی اور حُسنِ ترنّم بھی ہو تو سونے پر سہاگہ ہے اور لوگوں کی توجّہات اس کی طرف اور بھی زیادہ مُنعطِفْ (متوجہ) ہوتی ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے حکم فرمایا زَیِّنُوا الْقُرْاٰنَ بِاَصْوَاتِکُمْ یعنی قرآن مجید کو اپنی آوازوں سے (تلاوت کے وقت) مزیّن کرو۔

دوسری روایت میں زَیِّنُوْ آاَصْوَاتَکُمْ بِالْقُرْاٰنِ بھی آیا ہے۔ جس کا معنٰی یہ ہوگا کہ اپنی آوازوں کو قرآن سے مُزیّن کرو کیونکہ جب آواز کو مزیّن کیا جائیگا تو قرآن بھی مُزیّن ہوگا اور قرآن کو مزیّن کیا جائیگا تو آواز مزیّن ہوگی ایک مطلب یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید کو لہجے (عمدہ انداز) سے پڑھو۔

فائدہ....جو شخص قرآن مجید کو بنا کر سنوار کر پڑھتا ہے اللہ تعالٰی اسکے اُوپر اپنا فضل وکرم اور رحمت کی بارش نازل فرماتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ (ﷺ) نے ارشاد فرمایا قرآن مجید کو اپنی آوازوں سے اچھا کرو اس واسطے کہ اچھی آواز قرآن مجید کے حُسن کو دُوبالا کر دیتی ہے۔

(التَّقْدِمَۃُ الشَّرِیْفِیَّۃ صفحہ ۱۴۲ / مُعلِّمُ التَّجْوِیْد صفحہ ۲۳۹/ قرآن اور اسکے حقوق صفحہ ۱۴۵)

....جب قرآن کی زبان عربی ہے اور تجوید کی حقیقت بھی یہی ہے کہ اس کے حروف وکلمات کو اُس تلفظ اور اُس کیفیت کے ساتھ ادا کیا جائے، جس طرح خود آنحضرت ﷺ اور آپ کے صحابہ کرامؓ ادا فرمایا کرتے تھے تو پھر جس لہجہ میں اِس کی تلاوت کی جائے، وہ بھی اگر عربی لہجہ ہی ہو تو یہ تلاوت نورٌ علیٰ نور کا مصداق بن سکتی ہے۔ التَّقْدِمَۃُ الشَّرِیْفِیَّۃ ص ۱۴۱

تنبیہ....خوش الحانی اور ترنّم ایسی چیز ہے جس کی طرف انسان فطری طور پر مائل ہوتا ہے۔ چنانچہ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں جگہ بہترین خوش الحان گویّا (گانے والا) آیا ہوا ہے اور اسکا گانا ہوگا تو لوگ اپنے دسئیوں کام کا حرج (نقصان) کر کے اور مشقتیں برداشت کر کے وہاں جاتے ہیں (جیسا کہ دیکھا اور سنا گیا ہے) یہ سب کچھ محض اسلئے ہوتا ہے کہ گانے کی طرف انسان طبعًا راغب ہوتا ہے۔

تنبیہ.... یاد رکھنا چاہئے کہ تلاوت میں خوش الحانی اور ترنّم سے مراد یہاں شاعروں اور گویّوں کی طرح آوازیں بنا بنا کر گانا مراد نہیں کیونکہ قرآن کو گانے کی آواز میں اور موسیقی قواعد کے مطابق پڑھنا شریعت میں ممنوع (اور حرام) قرار دیا گیا ہے بلکہ شریعت نے قواعدِ موسیقی کی رعایت کے بغیر محض اچھی آواز کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے کو جائز قرار دیا ہے۔

تنبیہ....افسوس کہ آجکل قرآن مجید کو گانے کے طرز پر پڑھنے کو خوش الحانی کے ساتھ پڑھنا کہا جاتا ہے اور جو (قاری) پڑھنے میں جتنا تکلّف کرے اور آواز میں زیر و بم (سُریلی آواز میں اُتار چڑھاؤ) پیدا کرے اس کو اتنا ہی اچھا قاری سمجھا جاتا ہے خواہ وہ (قاری صاحب) تجوید کے قواعد کے لحاظ سے کتنا ہی غلط پڑھتا ہو۔

(قرآن اور اسکے حقوق صفحہ ۱۴۷)

📖....مسلمانوں نے قرآن پاک کے الفاظ کی صحیح ادائیگی کے تحفظ کیلئے بھی فنِ تجوید و قراءت ایجاد کیا (یعنی قرآن مجید و قراءت کے اُصول و قواعد جمع کئے) کہ مختلف اُقوام کے اِختلاط سے (جن کے لہجے ایک دوسرے سے بالکل مختلف تھے) قرآن مجید کے الفاظ کا تلفّظ متأثر نہ ہوا۔ اور گو اِسلام نے موسیقی کو حرام قرار دیا لیکن حُسنِ صوت اور خوش آوازی کے ساتھ قرآن پاک پڑھنے کے ذریعہ ذوقِ نغمہ کی تسکین بھی کی اور روح کی بھی غذا کا سامان بہم پہنچایا۔

📖.... حفظِ قرآن۔ تجوید قرآن۔ حُسنِ صوت بالقرآن۔ قراءتِ قرآن ان تمام

چیزوں سے کلام اللہ کی بلندی اور دوسری آسمانی کتابوں کے مقابلہ میں قرآن پاک کی امتیازی خصوصیّت ظاہر و نمایاں ہوتی ہے۔ (فضائلِ حُفاظِ القرآن صفحہ ۲۹۵ ملتان/صفحہ ۱۸۹ حاصل پور)

📖.... ارشادِ نبوی (ﷺ) ہے کہ قرآن مجید کو اپنی آوازوں کے ذریعہ خوبصورت بناؤ لیکن گانے کے طریق پر پڑھنا جس سے حروف میں کمی یا زیادتی آجائے حرام ہے۔

(فضائلِ حُفاظِ القرآن صفحہ ۳۱۳ ملتان/صفحہ ۲۰۰ حاصل پور)

📖....اپنی آواز کو ذرا عمدہ بنانا تا کہ اسمیں دردمندی پائی جائے اور دل میں جلدی اثر کرے اور مقصود جلد از جلد بر آئے کیونکہ جو مضمون خوش آوازوں سے دل تک پہنچتا ہے اس سے روح کو لذّت حاصل ہوتی ہے اور قویٰ (اعضاء) بھی اس کو جلدی سے جذب کر لیتے ہیں۔

(فضائلِ حُفاظِ القرآن صفحہ ۳۱۴ ملتان/صفحہ ۲۰۱ حاصل پور)

عَرَبی لَہجَہ کی اہمیّت

تلاوت عربی لہجہ میں کی جائے قرآن مجید جبکہ نازل بھی عربی میں ہوا اور جس پیغمبر اعظم ﷺ پر اُترا وہ بھی عربی ہیں اور جس سرزمین میں نازل ہوا وہ بھی سرزمینِ عرب ہے اور اس کا تلفّظ بھی وہی معتبر ہے جو اُن خالص عربوں کے تلفّظ کے موافق ہو جن کی زبان میں قرآن مجید نازل ہوا تھا تو پھر اس کی تلاوت بھی عربی لہجہ میں ہونی چاہیئے۔

فائدہ....اگر حق تعالیٰ کی توفیق کسی کے شاملِ حال ہو جائے اور وہ قرآن پاک کو تجوید کے ساتھ پڑھنا سیکھ لے تو بیشک یہ ایک بہت بڑی نعمت اور نور ہے اور اگر تحصیلِ تجوید کے ساتھ ساتھ وہ عربی لہجہ کو بھی سیکھ لے اور اس میں تلاوت کرنے پر قادر ہو جائے تو یہ نُورٌ عَلٰی نُوْرٍ ہے۔ (مُعَلِّمُ التَّجْوِید صفحہ ۲۳۸)

📖....صوت و آواز خالقِ کائنات کا ایک خاص عطیہ ہے جو ہر فرد بشر کو حسبِ فطرت وخِلقت حصہ بقدرِ جُثہ کے اُصول پر کم و بیش عطا کی جاتی ہے اور قدرت جس قدر جس طرح چاہتی ہے احسن الصوت اور جسے چاہتی ہے اکرہ الصوت بنا دیتی ہے

وھو احسن الخٰلقین۔ (تفہیم التجوید صفحہ ۱۰۳)

📖 .... اَقْـرَؤُا الْقُراٰنَ بِلُحُوْنِ الْعَرَبِ وَاَصْوَاتِهَا: کہ تم قرآن کریم کو لحونِ عرب سے پڑھو. اس میں تحریص بلحونِ عرب ہے یعنی تم لوگ لحونِ عرب سے مطابقت و مشابہت پیدا کرو اور مشق کرتے کرتے عین اس مقام پر پہنچو جو اہلِ عرب کو طبعی اور جبلّی (پیدائشی) طور پر حاصل ہے۔ (تفہیم التجوید صفحہ ۱۰۴)

📖 .... ہر ملک و خطہ کے الحان و لہجات میں باہم فرق و امتیاز ہے نیز جیسا کہ ہر ملک و خطہ کے الحان و لہجات میں تمایز و تفاوت ہے ایسا ہی ہر فرد کا لحن و لہجہ بھی الگ الگ ہے۔
(تفہیم التجوید صفحہ ۱۰۵)

📖 .... جس خطہ کے لحن اور لب و لہجہ کو تخیل اور تصور میں رکھ کر مشق کی جائے اور اسکے ساتھ مطابقت یا مشابہت پیدا کی جائے وہ اسی خطہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور لہجہ حجازی، مصری، مدنی وغیرہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ (تفہیم التجوید صفحہ ۱۰۵)

📖 .... ہر شخص کا ایک مخصوص لحن اور خاص لب و لہجہ ہوتا ہے جس میں وہ بلا تکلف پڑھتا ہے اور اپنے انداز میں دوسروں سے ممتاز ہو جاتا ہے پس ایسے طبعی انداز اور روانگی اور پختگی کو لہجہ عربی یا لحنِ عربی کہتے ہیں خواہ کسی خطۂ عرب یا کسی فرد سے مطابقت و مشابہت ہو یا نہ ہو۔
(تفہیم التجوید صفحہ ۱۰۶)

📖 .... اگر بلا قصد کسی شخص کی قرآءۃ کا کوئی جز و کسی قاعدہ موسیقی پر بھی طبیعت کے تناسب یا موزونیت کی وجہ سے منطبق ہو جاوے تب بھی وہ گانے میں داخل نہیں۔
(تفہیم التجوید صفحہ ۱۰۸)

📖 .... ہر زبان کا ایک لب و لہجہ ہوا کرتا ہے کہ اگر اس لب و لہجہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے لہجہ میں اس زبان کے الفاظ کو ادا کیا جائے، تو یہ بات اس زبان کے جاننے والوں کے نزدیک مُضحِکہ خیز اور انتہائی معیوب سمجھی جاتی ہے، اور اس صورت میں اس زبان کی وہ آن اور وہ شان

بھی باقی نہیں رہتی جسے اہلِ زبان ضروری سمجھتے ہیں، اسی طرح قرآن مجید کی تلاوت کیلئے بھی وہی لب ولہجہ معتبر ہوگا جس میں قراءِ عرب تلاوت کرتے ہیں اور اس لہجہ کو چھوڑ کر اپنی طرف سے نیا لہجہ ایجاد کر لینا اور اس میں تلاوت کرنے کو ضروری سمجھنا اور عربی لہجہ کو جس سے قرآن کی عظمت دوبالا ہوتی ہے اور وہ لوگوں کے قرآن کی طرف مائل ہونے کا سبب بنتا ہے اس کو گانے سے تعبیر کرنا جیسا کہ بعض لوگوں کا وہم ہے، یہ سراسر غلط اور خود پسندی ہے علاوہ ازیں عربی لہجہ میں تلاوت کرنے کی حدیث میں بھی بہت تاکید آئی ہے۔ (مُعلِّم التَّجوِید صفحہ ۲۳۹)

📖 ....استاذ القراء حضرت قاری محمد شریف لاہوریؒ فرماتے ہیں کہ عربی لہجہ میں اور خوش آوازی کے ساتھ تلاوت کرنا تکلّف میں داخل نہیں۔ (التقدمة الشريفيه صفحه ۱۴۱)

قواعدِ تجوید اور عربی لہجہ

استاذ القراء حضرت مولانا قاری محمد شریف لاہوریؒ فرماتے ہیں کہ قاری کا تو صرف یہی کام ہونا چاہیئے کہ قواعدِ تجوید کی پابندی کو اپنا وظیفہ بنائے اور بقدرِ امکان خوش آوازی اور عربی لہجہ کا اہتمام کرے اور بس۔

(تَوضِيحَاتِ مَرضِيَّة صفحه ۱۶۷ /طبع جديد صفحه ۱۷۸)

اَلحان اور اَنغام کا مطلب

اَلحان اور اَنغام ایک ہی کیفیت کے دو نام ہیں اور اَنغام، اَلحان ہی کو کہا گیا ہے جیسا کہ (فوائد مکیہ میں) فرمایا قرآن شریف کو اَلحان اور اَنغام کے ساتھ پڑھنے میں اختلاف ہے بعض حرام، بعض مکروہ، بعض مباح، بعض مستحب کہتے ہیں۔

(تَوضِيحَاتِ مَرضِيَّة صفحه ۱۶۲ /طبع جديد صفحه ۱۷۲)

📖 ....اَلحان تو عربوں کی طرزِ طبعی کا نام ہے اور اَنغام آواز کے مدوجزر اور اُتار چڑھاؤ کی اُس کیفیت کو کہتے ہیں جو قواعدِ مُوسِیقِیَہ کے تحت پیدا کی جاتی ہے۔ الحان اور لہجہ کا استعمال قرآن

مجید ہی کے ساتھ مخصوص ہے اور نغمہ کا استعمال قرآن کیلئے نہیں ہوتا، اس کا استعمال شعر اور غزل وغیرہ کے ذوق شوق اور ترنّم کے ساتھ پڑھنے پر ہوتا ہے۔

اِستحباب و اِباحت کا حکم الحان اور لہجہ ہی سے متعلق ہے۔ ورنہ اَنغام یعنی قواعدِ مُوسِیقِیہ کے تحت قرآن شریف پڑھنا قطعاً نادرست اور ممنوع ہے اسکے مستحب یا مباح ہونے کی کوئی گنجائش نہیں۔

اگر قاری کے اِرادہ یا اختیار کے بغیر ازخود مُوسِیقِی کا کوئی قاعدہ پایا جائے تو اس پر ان شاء اللہ مواخذہ نہیں ہوگا۔ بشرطیکہ قاری قواعدِ تجوید کی پوری پوری پابندی کرے۔ اور تحسینِ صوت اور لہجہ کے اہتمام میں اُن اصول اور قواعد کو نظرِ انداز نہ کرے جو آئمہ ادا سے منقول ہیں۔ (تَوضِیحَاتِ مَرضِیَۂ صفحہ ۱۶۴/طبع جدید صفحہ ۱۷۴)

حُسنِ صوت کا اِظہار

اگر تحسینِ صوت مستحسن ہے تو لہجہ بھی یقیناً مستحسن و مستحب ہی ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ حُسنِ صوت کا اِظہار بغیر لہجہ کے نہیں ہوسکتا پھر یہ کہ حدر میں تلاوت کرنے والا تو لہجہ سے ایک حد تک گریز کر بھی سکتا ہے لیکن تدویر اور بالخصوص ترتیل میں تلاوت کرنے والے کیلئے تو لہجہ سے کسی طرح بھی مَفَرّ (اس سے مستغنی) نہیں ہوسکتا۔

اہلِ فن جانتے ہیں کہ جس طرح حَدْرُ (دال بالسکون) میں پڑھنا مشائخ کا معمول ہے اسی طرح تدویر اور ترتیل میں پڑھنا بھی مشائخ ہی کا معمول اور پسندیدہ انداز ہے۔ (تَوضِیحَاتِ مَرضِیَۂ صفحہ ۱۶۵/طبع جدید صفحہ ۱۷۵)

📖.....حضرت ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ تحسینِ صوت سے مراد ایسی آواز ہے جو دل میں نرمی پیدا کرے اور خضوع وخشوع حاصل ہو خشیت پیدا ہو اور جس سے حضورِ قلب نصیب ہو احکام کی تعمیل کیلئے شوق کو اُبھارے سننے والے کا دل اس سے متاثر ہو۔ (تذکرۂ قاریان ہند صفحہ ۱۹)

طرزِ طبعی کا نام لہجہ نہیں

شیخ القراء حضرت مولانا قاری محمد شریف لاہوریؒ فرماتے ہیں کہ ہر شخص کی طرزِ طبعی کا نام لہجہ نہیں بلکہ صرف اُن خالص عربوں ہی کی طرزِ طبعی کو لہجہ کہیں گے جن کے اندازِ گفتگو اور اندازِ قرآن خوانی کو عجمیت نے متاثر نہ کیا ہو، رہے عجمی لوگ سو اُنہیں تو عربی لہجہ سیکھنے کیلئے مشق کرنی ہی پڑیگی۔ (تَوضِیحَاتِ مَرضِیَۃ صفحہ ۱۶۵/طبع جدید صفحہ ۱۷۵)

📖 ....اگر ہر شخص کی طرزِ طبعی کو لہجہ کا نام دیدیا جائیگا تو ظاہر ہے کہ اس سے بِلُحُونِ الْعَرَبِ کی قید بالکل بیکار ہو کر رہ جائیگی اور ہر قرآن پڑھنے والا خواہ وہ پنجابی ہو یا بنگالی، سندھی ہو یا افغانی پشتون ہو یا ایرانی، اپنے ماحول کی نغمہ سرائی کو قرآنی لہجہ ہی سے موسوم (نام دیکر منسوب) کریگا اور اس کا غلط ہونا ظاہر ہے یہی وجہ ہے کہ مجودین (ماہر قراء حضرات) جہاں اپنے طلبا کو الفاظِ قرآنیہ کی صحتِ ادا سکھلاتے ہیں وہاں وہ انکو بڑے اہتمام کے ساتھ عربی لہجوں کی مشق بھی کراتے ہیں چنانچہ حسینی. مصری. حجازی. رکبی. مایه. محطّا. عُشّاقی یہ سب عربی لہجوں ہی کے نام ہیں۔

(تَوضِیحَاتِ مَرضِیَۃ صفحہ ۱۶۵/طبع جدید صفحہ ۱۷۶)

لحونِ عرب سے مراد

شیخ القراء حضرت مولانا قاری اظہار احمد تھانویؒ فرماتے ہیں کہ لحونِ عرب سے مراد وہ مخصوص عرب لہجے ہیں جو سلف صالحینؒ سے متواتر ہم تک پہنچے ہیں اور یہ لہجے ہم نے اپنے استاذ (شیخ القراء امامِ فن حضرت قاری المقری عبدالمالک علی گڑھیؒ) کو بھی پڑھتے ہوئے سنا حضرتؒ فرماتے تھے کہ یہ لہجے تواتر کے ساتھ منقول ہیں اور ہم نے اپنے اساتذہ کرام سے سیکھے ہیں۔

آپ (قاری عبدالمالکؒ) بَرِّصغیر پاک و ہند میں ان لہجوں کو متعارف کروانے والے

تھے آپ نے یہ لہجے حضرت قاری عبداللہ مکی رحمۃ اللہ علیہ (مدرس شعبہ تجوید وقراءت مدرسہ صولتیہ مکۃ المکرّمہ) سے حاصل فرمائے اور بعدازاں حضرت استاذؒ نے یہ لحون (لہجے) اپنے شاگردوں کو منتقل فرمائے ان عربی لہجوں میں حجازی. حسینی. یمنی. مایہ. عُشّاقی. دوکا. سِیکا. حرب. رکب. مصری اور محطّا وغیرہ کے نام بہت نمایاں ہیں۔

(اَلْمُرْشِدْ صفحہ ۵۶)

لحونِ عرب سے مراد طرزِ طبعی ہے یعنی حروف وحرکات کو اس طرح ادا کریں جس طرح سلیم الطبع اور ماہر اساتذہ سے حاصل کرنے والے عرب حضرات نہایت لطافت و پاکیزگی کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ (اَلنَّفحۃُ العَنبَرِیَّۃ صفحہ ۲۱۸)

بے تکلّف تلاوت

استاذ القراء حضرت مولانا قاری محمد شریفؒ فرماتے ہیں کہ تجوید کامل وہی ہے جس کی ناظمِ علّام (اِمامِ جزریؒ) نے (لفظ) مُکَمِّلاً میں تعلیم دی ہے کہ پڑھنے میں قاری کسی قسم کے تکلّف اور بے راہ رَوِی سے کام نہ لے اور خود کو مَشقت میں مبتلا کئے بغیر حروفِ قرآنیہ کو عمدگی اور لطافت کیساتھ ادا کرتا چلا جائے۔ ہاں عربی لہجہ میں اور خوش آوازی کیساتھ تلاوت کرنا تکلّف میں داخل نہیں۔ (اَلتَّقدِمَۃُ الشَّرِیفِیَّۃُ صفحہ ۱۴۱)

تنبیہ.... قاری لہجہ بنانے میں تکلف اور بناوٹ سے کام نہ لے کہ اس طرح محسوس ہو کہ قاری گویا کسی مشقت میں مبتلا ہے اور وہ کسی بوجھ تلے دبا ہوا ہے، بلکہ جس طرح حرفوں کی اداء اور تجوید تکلف سے پاک ہونی چاہیئے، اسی طرح لہجہ بھی تکلف اور بناوٹ سے پاک ہونا چاہیئے۔

(اَلتَّقدِمَۃُ الشَّرِیفِیَّۃُ صفحہ ۱۴۲)

تنبیہ.... استاذ القراء حضرت مولانا قاری ابوالحسن اعظمی مدظلہٗ (صدر مدرّس شعبہ تجوید وقراءات دارالعلوم دیوبند) فرماتے ہیں کہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ معلّمین اور قراء جب تلاوت کرتے ہیں تو چہرے کا عجیب حال ہوتا ہے رگیں پھولتی ہیں تکلف اور تصنع کا کھلا اِظہار ہوتا ہے جبکہ یہ

معائبِ تلاوت میں سے ہے، دورانِ قراءت وتلاوت ادائیگی بے تکلف ہونی چاہیئے حدِ اِعتدال سے باہر نہ ہو۔

تنبیہ.....زلفوں میں پیچ وخم حُسن کا باعث سمجھا جاتا ہے اور چہرے پر گوراپن آدمی کو حسین بنا دیتا ہے مگر یہ جبکہ اِعتدال کے اندر ہو، یہی پیچ وخم جب زیادہ ہو جائے تو وہ ''قَــطَـطْ'' الجھے ہوئے بال کہلاتے ہیں پسندیدہ نہیں رہتے، اسی طرح سفیدی بھی حد سے بڑھ کر ''برص'' مرض بن جاتی ہے پس جو قراءت حدِ اِعتدال میں نہ رہے وہ صحیح اور کامل قراءت نہیں رہتی، تلاوت کے محاسن اور معائب کو مدنظر رکھتے ہوئے قراءت وتلاوت کرنی چاہیئے۔

(حسن المحاضرات فی رجال القراءت جلد۲ صفحہ ۲۶۷)

.....استاذ القراء حضرت قاری محمد شریف لاہوریؒ فرماتے ہیں کہ عربی لہجہ میں اور خوش آوازی کے ساتھ تلاوت کرنا تکلّف میں داخل نہیں، چنانچہ ہمارے شیخ حضرت مولانا قاری عبدالمالک صاحبؒ انکی تلاوت جہاں تکلّف سے اتنی پاک ہوتی تھی کہ نتھنوں کے پھولنے تک کو بھی معیوب اور تکلّف قرار دیتے تھے، وہاں آپ خوش آوازی اور عربی لہجوں کو بھی بڑی اہمیت دیتے تھے۔

.....شیخ القراء حضرت مولانا قاری فتح محمد صاحبؒ ''عنایات رحمانی شرح شاطبیہ'' کے مقدمہ میں آپ کی بابت تحریر فرماتے ہیں ''قرآءۃ میں تکلّف اور بناوٹ سے بہت نفرت ہے ''سادگی'' کے ساتھ خوش الحانی کو پسند فرماتے ہیں'' سادگی سے مراد ''بے تکلّفی'' ہے لہجہ سے اِعراض مراد نہیں، کیونکہ لہجوں میں تو آپ پڑھتے ہی تھے اور نہ صرف خود پڑھتے تھے بلکہ شاگردوں کو بھی لہجوں کی مشق کراتے تھے، مگر کیا مجال کہ لہجہ آپ کی تجوید پر اثر انداز ہو۔ بلکہ اسکے برعکس جہاں آپ کا لہجہ نہایت شیریں اور لذیذ تھا، وہاں آپ کی تجوید بھی یقیناً بے مثل اور امتیازی خصوصیت کی حامل تھی۔ (اَلتَّقْدِمَۃُ الشَّرِیْفِیَّۃُ صفحہ ۱۴۱)

اہلِ فن کیلئے انمول تحفہ

استاذ الاساتذہ حضرت مولانا قاری تقی الاسلام دہلوی مدظلہ فرماتے ہیں کہ عربی لہجوں کے ناموں کا مجموعہ "بِحُمُرٍ دَسَج" اسمیں سات حروف ہیں۔

(حرف با) اس سے بجکاہ لہجہ مراد ہے۔ اس میں آواز کی لہریں اور آواز کا جھومنا نمایاں ہوتا ہے لیکن یہ کیفیت اتنی زیادہ نہ ہو کہ ترعید ہو۔ یہ لہجہ دو خانوں سے زیادہ خانوں سے پڑھا جاتا ہے۔ اس میں احتیاط ضروری ہے کہ حرف فرعی نہ پیدا ہو۔

(حرف حا) اس سے حربی لہجہ مراد ہے۔ یہ چاک و چوبند آدمی کے چستی کے انداز میں پڑھا جاتا ہے۔

(حرف میم) اس سے مایہ لہجہ مراد ہے۔ یہ خشوع اور حزن کے انداز میں پڑھا جاتا ہے۔

(حرف را) اس سے رکبی لہجہ مراد ہے۔ اسمیں موجوں کا تلاطم ہوتا ہے۔ حضرت قاری عبدالوہاب صاحب مکیؒ کی روایت ہے کہ اس لہجہ میں نبی کریم ﷺ اکثر تلاوت فرماتے تھے۔ (واللہ اعلم بالصواب) اس لہجہ میں یوں معلوم ہوتا ہے جیسے قاری سواری کے سرور میں محو ہے۔

(حرف دال) اس سے دوکاہ لہجہ مراد ہے اُردو میں اس کو پکا راگ کہتے ہیں۔ یہ آواز کے دو خانوں سے پڑھا جاتا ہے۔

(حرف سین) اس سے سیکاہ لہجہ مراد ہے۔ یہ باریک انداز میں پڑھا جاتا ہے اور اس میں آواز تیز ہوتی ہے۔

(حرف جیم) اس سے جارکاہ لہجہ مراد ہے۔ اس میں اوامر ونواہی والا تحکمانہ انداز ہوتا ہے۔ اور خوشخبری اور ڈرانے میں بھی یہی انداز ہوتا ہے۔

(آٹھواں لہجہ عُشاقی ہے) یہ کئی لہجوں کا مجموعہ ہے اور مایہ سیکاہ لہجوں کا غلبہ ہوتا ہے اس انداز

میں بیقراری اور اضطراری حالات میں پڑھا جاتا ہے۔ نیز یہ خاص اوقات میں نمایاں ہوتا ہے۔ شباب کو خطاب کرنے کیلئے سیکاہ اور معمر کو خطاب کرنے کیلئے مایہ لہجہ کا انداز ہوتا ہے "هٰذَا هُوَ مَاجَاءَ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ"۔

(ماہنامہ رسالہ "القاری" لاہور: از قاری محمد تقی الاسلام دہلوی مدظلہ)

محض لہجہ

شیخ التجوید استاذ القراء حضرت مولانا قاری محمد شریف ؒ فرماتے ہیں کہ قواعدِ مُوسیقِیَہ سے قواعدِ تجوید اسی صورت میں بگڑتے ہیں جب قاری حروف کی صحتِ ادا سے قطع نظر کر کے محض لہجہ ہی کے درپے ہو جائے اور آواز کے مدوجزر اور اسکے اُتار چڑھاؤ ہی کو اپنا مقصود بنا لے۔ ورنہ جو لہجہ تجوید کی حدود کے اندر رہ کر بنایا جاتا ہے اس سے تو مشق میں پختگی پیدا ہوتی ہے اور قواعدِ تجوید یہ پر عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ (تَوضِیحَاتِ مَرضِیَہ صفحہ ۱۶۴ / طبع جدید صفحہ ۱۷۴)

نَغمَہ اور لَهجَہ

نغمہ قواعدِ مُوسِیقِیَہ کے تابع ہے اور لہجہ قواعدِ تجوید کے تابع مطلب یہ ہے کہ پڑھنے والا اگر آواز میں اُتار چڑھاؤ اور مدوجزر اُن قواعد کے تحت پیدا کرے جو علمِ مُوسِیقِی کے مُوجِدِین نے وضع کئے ہیں تب تو یہ انغام کہلائے گا۔

اگر پڑھنے والا اپنے آپ کو قواعدِ تجوید کا پوری طرح پابند بنا کر آواز میں حسن پیدا کرے تو یہ اَلحان کہلائیگا۔ اور اسکے مستحسن اور مستحب ہونے میں کوئی شک نہیں خواہ یہ الحان خود بخود اور قاری کے ارادہ واختیار کے بغیر کسی درجہ میں قواعدِ مُوسِیقِیَہ کے ساتھ منطبق (از خود) ہی کیوں نہ ہو جائے۔ (تَوضِیحَاتِ مَرضِیَہ صفحہ ۱۶۶ / طبع جدید صفحہ ۱۷۶)

📖 ....کوئی آواز اَنغام سے خالی نہیں ہوتی۔ خصوصاً جب کوئی چیز ذوق وشوق کی کیفیت میں پڑھی جائے تو ایسی حالت میں اس کی آواز میں نغمہ کا پایا جانا اور بھی ناگزیر (ضروری)

ہوتا ہے۔ اور قرآن مجید کو ذوق وشوق کے ساتھ پڑھنے کی ممانعت آئی نہیں۔

(تَوۡضِیۡحَاتِ مَرۡضِیَّۃۡ صفحہ ۱۶۶ /طبع جدید صفحہ ۱۷۷)

📖....اگر بلا قصد کسی کی قراءت کا کوئی جزو کسی قاعدہ مُوۡسِیۡقِیۡ پر بھی طبیعت کے تناسب یا موزنیت کی وجہ سے منطبق ہو جائے تب بھی وہ کا گانے میں داخل نہیں۔ (عماد الدّین صفحہ ۱۴۸)

تصحیحِ حروف کے بعد لہجہ

طلباء کو چاہیئے کہ پہلے تصحیح حروف کی مشق کریں اور پھر لہجہ کو سیکھیں بعض لوگ حروف کو صحیح ادا کرنے کی کوشش تو کرتے نہیں اور شروع ہی سے لہجہ کے پیچھے پڑ جاتے ہیں بلکہ اسی کو مقصود سمجھتے ہیں یہ بات بھی خلافِ قاعدہ اور نادرست ہے۔

تنبیہ.... بعض لوگوں نے اپنی خوش آوازی اور لہجہ کے ذریعہ لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے اور انکی توجہ کو اپنی طرف مُنۡعَطِفُ (متوجہ) کرانے کی غرض سے خواہ مخواہ تکلّف کر کے لہجہ میں طرح طرح کی چیزیں ایجاد کرلی ہیں۔ جو بہت ہی نامناسب اور معیوب ہیں۔

(مُعَلِّم التَّجۡوِیۡد صفحہ ۲۴۰)

تنبیہ.... بعض لوگ صرف لہجہ کا نام قراءت سمجھ کر اسی کا اہتمام کرتے۔ پھر یا تو خود کوئی طبعی لہجہ اِختراع کرتے ہیں اور یا کسی مشّاق کی نقل اُتار لیتے ہیں، اور اُتار چڑھاؤ اور صحت وزن میں اس قدر غلو کرتے ہیں کہ بعض ضروریات یا مُسۡتَحۡسِنَاتِ قِرۡاءَۃ بھی فوت ہو جاتے ہیں یعنی حروف گھٹا بڑھا دیتے ہیں یا غنہ یا مد حذف کردیتے ہیں تا کہ وزن ٹھیک رہے۔ (عماد الدّین صفحہ ۱۴۷)

خوش آوازی کی مخالفت

استاذ الاساتذہ حضرت مولانا قاری محمد شریفؒ فرماتے ہیں کہ جو لوگ تَغَنِّیۡ بِالۡقُرۡاٰنِ یعنی قرآن مجید کو خوش آوازی کے ساتھ پڑھنے کی مخالفت کرتے ہیں، وہ سنت کے خلاف پر ہیں، ہاں خوش آوازی اور عربی لہجہ کے اہتمام کے ساتھ ساتھ قواعدِ تجوید کی رعایت

اوران کی پابندی کرنا بھی ازبس ضروری ہے کیونکہ اصل مقصود یہی ہے۔

تنبیہ.... اگر قاری لہجہ کے بنانے میں ایسا منہمک ہوا کہ قواعدِ تجوید کی پابندی نہ کی، اور لہجہ ہی کو مقصود سمجھ لیا، تو یہ بیشک درست نہیں پھر اس کی دو صورتیں ہیں۔

(۱)....ایک یہ کہ حرفوں کے مخارج اوران کی صفاتِ لازمہ کا خیال نہ رکھا یا حرکت وسکون میں غلطی کی، یعنی لحنِ جلی لازم آگئی تو ایسا پڑھنا ناجائز اور حرام ہے۔

(۲)....دوسرا یہ کہ صفاتِ عارضہ میں کوتاہی کی یعنی لحنِ خفی لازم آئی تو مکروہ ہے پڑھنا اور سننا دونوں کا ایک ہی حکم ہے۔ خلاصہ یہ کہ خوش آوازی اور لہجہ اس صورت میں مستحسن اور مستحب ہے جبکہ قواعدِ تجوید کی رعایت اور انکی پابندی بھی کی جائے ورنہ حرام یا مکروہ ہے۔

(مُعَلِّمُ التَّجوِیْد صفحہ ۲۴۰)

تنبیہ.... بعض حضرات کا یہ کہنا کہ تجوید اور حسنِ صوت میں ضدیت ہے اور یہ دونوں چیزیں ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتیں، سراسر غلط بلکہ مردود ہے اسلئے کہ یہ کون نہیں جانتا کہ آنحضرت ﷺ جہاں سب سے بڑے مجود تھے، وہاں آپ ﷺ سب سے زیادہ خوش آواز بھی تھے۔ اس سب کے علاوہ خوش آوازی کے ساتھ اور عربی لہجوں میں تلاوت کرنے کی آپ ﷺ نے تاکید بھی فرمائی۔ (التَّقْدِمَةُ الشَّرِیْفِیَّۃ صفحہ ۱۴۲)

﴿باب پنجم﴾

ترتیل کا دوسرا جز یعنی معرفۃ الوقوف

ترتیل کے دو جز

آیتِ کریمہ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلاً میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو ترتیل کیساتھ پڑھنے کا حکم فرمایا ہے اور پھر یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ ترتیل کے دو (۲) جز ہیں۔

- ...تجویدُالحروف۔
- ...معرفۃُ الوقوف پس اس سے معلوم ہوا کہ معرفۃ الوقوف کا حاصل کرنا بھی اسی طرح ضروری ہے جس طرح تجوید الحروف کا حاصل کرنا ضروری ہے اور اسکے حاصل ہوئے بغیر ترتیل نامکمل رہتی ہے۔ (مُعَلِّمُ التَّجْوِیْد صفحہ ۱۸۸)

📖 ....مخارج اور صفات کا جاننا اسلئے ضروری ہے تاکہ قرآنی حرفوں کو فصیح ترین لغت یعنی خالص عربی تلفظ کے موافق ادا کیا جائے مگر تجوید چونکہ صرف انہی چیزوں کے اہتمام کرنے سے نہیں بلکہ ان کے علاوہ کچھ چیزیں ایسی اور بھی ہیں جن کا قراء کو اہتمام کرنا پڑتا ہے اور ان کو ملحوظ رکھنے سے تجوید عمدہ ہو جاتی ہے اور حُسن آجاتا ہے۔

وقف اور ابتداء کے موقع میں معنوی مناسبت کو محفوظ رکھنا بھی ضروری ہے کیونکہ (وقف) تجوید کا تتمہ اور ترتیل کا دوسرا جز ہے جیسا کہ اَلتَّرْتِیْلُ هُوَ تَجْوِیْدُ الْحُرُوْفِ وَمَعْرِفَةُ الْوُقُوْفِ (کی عبارت) سے ظاہر ہے۔ (اَلتَّقْدِمَةُ الشَّرِیْفِیَّةُ صفحہ ۳۹)

📖....قرآن کی تلاوت کرنے والے کیلئے یہ امر نہایت ضروری ہے کہ مسائلِ تجوید سیکھنے کی طرح وقف کے مسائل بھی سیکھے .پھر یہ کہ جس آیتِ کریمہ (وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا) سے تجوید کا ضروری ہونا اور اس کا حاصل کرنا ثابت ہوتا ہے اسی آیت سے وقف کے احکام کا سیکھنا بھی ثابت ہوتا ہے۔

اگر علمِ تجوید کے ذریعہ قرآن مجید کے حرفوں کی تصحیح ہوتی ہے تو معرفتِ وقف کے ذریعہ قرآن کے معانی کی تفہیم ہوتی ہے۔ کیونکہ قرآن مجید کا وقف کے محل اور اس کی رعایت سے پڑھنا تفہیمِ معنٰی اور تحسینِ قراءت کا باعث ہوتا ہے۔

قاری کو چاہیئے کہ تلاوت کرتے وقت قواعدِ تجوید کی طرح وقف کے قواعد کی بھی پابندی کرے تاکہ اس کی تلاوت کا حُسن دُوبالا ہو۔ نیز بے موقع وقف کرنے سے خلافِ مرادِ معنٰی کا جو ایہام (وہم) ہوتا ہے وہ بھی نہ ہو۔ (مُعلِّم التَّجوِید صفحہ ۱۸۸)

📖....جس طرح قواعدِ تجوید کی پابندی سے حروفِ قرآنیہ کی تصحیح ہوتی ہے۔ اسی طرح مناسب اور صحیح موقع محل پر وقف کرنے اور مناسب جگہ سے ابتدا کرنے سے قرآن مجید کے معانی کی تفہیم ہوتی ہے۔ (تَوْضِیحَاتِ مَرْضِیَۃٌ صفحہ ۱۳۶ /طبع جدید صفحہ ۱۴۳)

📖....اگر قاری حروف کو تو تجوید کیساتھ ادا کرے لیکن وقف بے محل اور بے قاعدہ کرے تو اس سے کلام اللہ کا حُسن اور اس کا ربط فوت ہو کر بے لطفی اور بے مزگی پیدا ہو جاتی ہے جس کا اِدراک (سمجھ) وہی کر سکتے ہیں جو قرآن کے معانی سے واقف ہیں۔ اور اسمیں کوئی شک نہیں کہ بعض دفعہ بے موقع وقف کرنے سے خلافِ مرادِ معنٰی کا ایہام (وہم پیدا) ہو جاتا ہے۔ (مُعلِّم التَّجوِید صفحہ ۱۸۸)

وقف کی اہمیّت

سیّدنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب قرآن مجید کی کوئی سورت نازِل ہوتی تو جہاں ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکے حلال وحرام کو سیکھتے وہاں ہم حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اُس کے

وُقوف کو بھی سیکھتے۔

تَوضِیحَاتِ مَرضِیَۃ ص ۱۳۶ طبع جدید ص ۱۴۳ اِعذارُ القرآن ص ۲۰۲/ اَلعَطَایَاالوَھبِیَّۃ ص ۲۷۳

📖.... حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم (یعنی صحابہ کرامؓ) نے اپنی زندگی کا ایک طویل زمانہ اِس طرح گزارا ہے کہ ہم میں سے ہر شخص پر قرآن پڑھنے سے پہلے اس پر ایمان لانا ضروری ہوتا تھا یعنی یہ یقین کرنا کہ یہ قرآن اللہ پاک کا آخری اور با عظمت کلام ہے تاکہ اسکے سیکھنے کی زیادہ سے زیادہ فکر اور سعی ہو اور ہماری یہ عادت تھی کہ جب نبی کریم (ﷺ) پر کوئی سورت نازل ہوتی تو ہم سب آنحضرت (ﷺ) سے اسکے حلال وحرام اور اَحکام سیکھتے اور وقف وابتداء کے وہ موقع (بھی) سیکھتے جن پر دَوْرانِ تلاوت وقف کرنا مناسب یا ضروری ہوتا جس طرح کہ تم آج قرآن کے الفاظ سیکھتے ہو۔

آج ہم بہت سے لوگوں کو دیکھتے ہیں کہ ایمان ویقین کی پختگی سے پہلے ہی ان پر قرآن پیش کیا جاتا ہے۔ اور وہ **سورۂ فاتحہ** سے لے کر **والنّاس** تک پڑھ تو جاتے ہیں، مگر انہیں نہ تو قرآن کے اَوامر ونواہی (اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کا حکم فرمایا اور جن چیزوں سے منع فرمایا ہے ان) کا علم ہوتا ہے اور نہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ کہاں وقف کرنا مناسب یا ضروری ہے اور کہاں وقف کرنے سے بچنا ضروری ہے۔ (مُعَلِّمُ الْاَدَاءِ صفحہ ۳۹)

📖.... (یہ حدیث) اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ صحابہ کرامؓ وُقوف کے مَواقع بھی اُسی اہتمام سے سیکھتے تھے جس اہتمام سے قرآن سیکھا کرتے تھے نیز یہ حدیث اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ وُقوف کے مواقع جاننے اور سیکھنے سکھانے کی اہمیّت وضرورت پر صحابہ کرامؓ کا اِجماع ہے۔ (مُعَلِّمُ الْاَدَاءِ صفحہ ۴۱/ المرشد صفحہ ۳۸۵)

📖.... شیخ الاسلام حضرت ابوزکریا انصاریؒ (متوفیٰ ۹۲٦ھ) فرماتے ہیں کہ قاری کیلئے علمِ وقف وابتداء کا سیکھنا سنت سے ثابت ہے یعنی نبی کریم (ﷺ) صحابہ کرامؓ کو اس علم کی باقاعدہ تعلیم دیا کرتے تھے۔ (مُعَلِّمُ الْاَدَاءِ صفحہ ۵۴)

📖....سیدنا حضرت جریرؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم (ﷺ) نے ہم سے اس بات پر بیعت لی کہ ہم ہر مسلمان کیساتھ خیر خواہی اور بھلائی کریں۔اور خیر خواہی کرنے کی وضاحت بھی نبی کریم (ﷺ) نے خود ہی فرمادی کہ ہم لوگوں کو قرآن پڑھائیں ۔ اور انکو قرآن کی تعلیم دیں۔اور وقف کے مواقع بھی بتائیں جن کی دَوْرانِ تلاوت ضرورت پڑتی رہتی ہے۔اور اِبتداء و اِعادہ کے مواقع بھی بتائیں۔ (مُعَلِّمُ الاَدَاءُ صفحہ۴۳)

📖....حضرت علامہ دانیؒ لکھتے ہیں کہ حدیث ابن عمرؓ اس بات کی دلیل ہے کہ تعلیمِ وقف تَوقِیفِی ہے یعنی نبی کریم (ﷺ) نے اس کی با قاعدہ صحابہ کرامؓ کو تعلیم دی ہے۔اوراس پر صحابہ کرامؓ کا اِجماع ہے پس یہ علم اِجتہادی اور قیاسی نہیں۔ (مُعَلِّمُ الاَدَاءُ صفحہ۴۱)

📖....علمائے اُمت نے جس طرح قرآن کو ہر قسم کی غلطیوں سے پاک اور محفوظ رکھنے کیلئے متعدد علوم مدوّن کئے :اور کئی علوم وضع کئے ،ایسے ہی قرآن کو وقف وابتداء کی غلطیوں سے محفوظ رکھنے کیلئے علمِ وقوف کی تدوین فرمائی۔اور آئمہ فن نے تصریح کی ہے کہ یہ مقدس علم جو کہ جامع العلوم ہے توقیفی ہے۔ (مُعَلِّمُ الاَدَاءُ صفحہ۲۷۰)

فائدہ....حضرت ابن عمرؓ والی حدیث اس بات کی قوی حُجت (دلیل) ہے کہ علمِ اوقاف کا سیکھنا اِجماع صحابہ کرامؓ سے ثابت ہے پس اِجماع صحابہ کرامؓ اسکے وُجوب کی (بَیِّن) دلیل ہے۔

(مُعَلِّمُ الاَدَاءُ صفحہ۴۱)

📖....وقف تلاوت کا زیور ہے علمِ وقف کا ثمرہ یا فائدہ یہ ہے کہ کلامِ الٰہی کی معرفت حاصل ہو اوراس کا مفہوم واضح ہو نیز مرادِ الٰہی کے خلاف کلام اللہ میں پیدا ہونے والے مفہوم سے محفوظ رہا جا سکے۔ (المرشد صفحہ۳۹۱)

📖....حضرت اِمام جزریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ کا قول اَلتَّرْتِیْلُ هُوَ تَجْوِیْدُ الْحُرُوْفِ وَمَعْرِفَةُ الْوُقُوْفِ اس بات کی دلیل ہے کہ علمِ اوقاف کا سیکھنا واجب ہے۔

(اَلْمُرْشِدُ صفحہ ۳۹۱)

📖 ....اگر علمِ تجوید سے قرآن کی صحت ہوتی ہے تو علمِ وقف سے قرآنِ کریم کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

تنبیہ....موجودہ زمانہ میں ایسے لوگ بھی ہیں جو قرآن مجید کو تجوید کیساتھ عمدہ پڑھتے ہیں لیکن جس وقت اَوقاف کی غلطی کرتے ہیں تو سُن کر بڑی کُلفت (تکلیف) ہوتی ہے۔

📖 ....ہر قاری کو علمِ تجوید، علمِ قراءت، علمِ رسم، علمِ وقف کا جاننا بھی ضروری ہے حتیٰ کہ اسی پر قاری کی تکمیل موقوف ہے اس سے علمِ وقف کی اہمیّت ظاہر ہے۔ (جامع الوقف صفحہ ۶)

📖 ....حضرت اِمام دانیؒ فرماتے ہیں اَلتَّجْوِيْدُ لَا يَحْصِلُ لِلْقَارِئِ اِلَّا بِمَعْرِفَةِ الْوُقُوْفِ (یعنی قاری کو وُقوف کی معرفت کے بغیر تجوید کماحقہٗ) حاصل نہیں ہوتی۔

(کمالُ الفرقان صفحہ ۱۶۴)

📖 ....حضرت امام ابوحاتمؒ فرماتے ہیں مَنْ لَّمْ يَعْرِفِ الْوَقْفَ لَمْ يَعْرِفِ الْقُرْاٰنَ (یعنی جو وقف کی معرفت نہیں رکھتا وہ قرآن مجید نہیں جانتا) (کمالُ الفرقان صفحہ ۱۶۴)

📖 ....حضراتِ صحابہ کرامؓ کا وقوفِ (قرآنی) کی تعلیم پر جو اِہتمام تھا، یہ اُن کا اپنا فعل نہیں قرار دیا جاسکتا ہے بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ اُن کا یہ معمول تعلیمِ رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے تھا۔ لہٰذا اِن آثار کو احادیثِ مرفوعہ (وہ حدیث جس کے راویوں کا سلسلہ رسول اللہ ﷺ تک پہنچتا ہو) کے حکم میں سمجھنا چاہیئے۔ (اَلْجَوَاهِرُ النَّقِيَّةُ صفحہ ۱۹۱)

📖 ....حجۃ الاسلام وفقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (متوفی ۱۳۲۳ھ) نے لکھا ہے (کہ) اوقاف ہی تفسیرِ قرآن ہیں کہ فصل و وصل سے معنٰی قرآن کے واضح ہوجاتے ہیں۔

(مُعَلِّمُ الْاَدَاءِ صفحہ ۵۴)

من حیث الاداء

آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پڑھ کر بتلایا کہ جیسا کہ احادیث میں آنحضرت ﷺ سے متعدد مواقع پر وقف کرنا معلوم ہوتا ہے۔ (المرشد صفحہ ۳۹۳)

من حیث القواعد

حضرت علامہ جزریؒ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے علم وقف کو مدوّن کرنے والے امام شیبہ بن نصاح المدنی الکوفی (م ۱۳۰ ہجری) ہیں۔ان کے علاوہ بہت سے قراء اور نحویین نے اس فن پر کتب تالیف فرمائیں ہیں قراء میں سے جیسے امام ضرار بن صرد المقریؒ۔ امام ابوعمرو بصریؒ۔امام حمزہ کوفیؒ۔امام نافع مدنیؒ وغیرھم۔اور نحویین میں سے امام ابوجعفر محمد بن ابی سارہؒ (استاذ امام کسائیؒ وفراءؒ) یحیٰ بن زیاد بن عبداللہؒ المعروف فراءؒ۔الاخفش نحویؒ۔ امام جعفر النحاسؒ۔ابوحاتمؒ اور علامہ سجستانیؒ وغیرہ۔ (المرشد صفحہ ۳۹۳)

وقف اور اِعادَہ

امام فن شیخ المجوِّدین حضرت مولانا قاری محمد شریفؒ فرماتے ہیں کہ: وقف و ابتدا کی معرفت کی اہمیت اور اس علم (علمِ وقف) کی ضرورت کا اِحساس کرنے کیلئے اتنی بات ہی کافی ہے کہ تَجوِیْدُ الْحُرُوْفِ کی طرح مَعْرِفَةُ الْوُقُوْفِ بھی ترتیل کا ایک جز اور اسکا ایک حصّہ ہے اور اسکے بغیر ترتیل کامل نہیں ہوتی۔ چنانچہ ترتیل کے جو معنٰی حضرت علیؓ سے منقول ہیں اَلتَّرْتِیْلُ هُوَ تَجْوِیْدُ الْحُرُوْفِ وَ مَعْرِفَةُ الْوُقُوْفِ اس سے یہ حقیقت پوری طرح ثابت ہوجاتی ہے۔ (تَوْضِیْحَاتِ مَرْضِیَۃ صفحہ ۱۳۵)

📖....قاری کیلئے جس طرح یہ ضروری ہے کہ وہ وقف کے بارے میں حُسنِ موقعہ کا خیال رکھے، ایسے ہی اس کیلئے یہ بھی ضروری ہے کہ ابتداء میں بھی حسن محل کو ملحوظ رکھے۔

(اَلتَّقْدِمَۃُ الشَّرِیْفِیَّۃُ صفحہ ۴۷)

📖....جب کوئی شخص محلِ وقف اور محلِ اِبتداء کو نہ پہچانے تو وہ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ میں جو امر (حکم) ہے اس پر پھر عاملِ (عمل کرنے والا) نہیں ہوسکتا۔ (خلاصۃُ البیان صفحہ ۲۵۲)

📖....علمِ وقف و ابتداء وہ علم ہے جس کے سیکھنے کی تمام مسلمانوں کو ضرورت ہے اسلئے کہ

دورانِ تلاوت سانس لینے کیلئے سب ہی کو ضرورت پڑتی ہے۔

اللہ نے قرآن مجید کی شان میں فرمایا ہے بِلِسَا نٍ عَرَ بِيّ مُّبِيْنٍ یعنی قرآن کو فصیح عربی زبان میں اُتارا ہے پس اس کی فَصَاحَت کو باقی رکھنے کیلئے حروف کی عمدہ صحتِ اداء اور حُسنِ وقف وابتداء دونوں ہی واجب اور ضروری ہیں۔ (مُعَلِّمُ الْاَدَاءُ صفحہ ۵۰)

📖 .... جس طرح قرآن مجید کو تجوید یعنی عمدہ صحتِ ادا کیساتھ پڑھنا ضروری ہے اسی طرح اسکے مُرادمعانی کو سمجھنے کیلئے علمِ وقف وابتداء کا حاصل کرنا بھی ضروری ہے۔
(مُعَلِّمُ الْاَدَاءُ صفحہ ۵۲)

📖 .... قرآن مجید کو ترتیل یعنی کامل تجوید اور حُسنِ وقف وابتداء کی رعایت اور اہتمام کیساتھ عربی لہجوں میں نہایت لطافت کیساتھ پڑھنے سے مقصود ومطلوب یہ ہے کہ لوگوں کے دل زیادہ سے زیادہ اس کی طرف متوجہ ہوں۔ اور اسمیں غور وفکر کرنے میں کشش اور اسکے اَحکامات پر عمل کرنے میں رغبت پیدا ہو۔ اور یہی قرآن مجید کا حق اور تقاضا ہے۔
(مُعَلِّمُ الْاَدَاءُ صفحہ ۲۷)

📖 .... حضرت علّامہ جزریؒ لکھتے ہیں کہ دورِ صحابہ کرامؓ سے لے کر ہر دور میں علمِ وقف وابتدا کو خاص اہمیت اور مقام حاصل رہا ہے۔ بلکہ یہ بات ہم تک تواتر کیساتھ پہنچی ہے۔
(مُعَلِّمُ الْاَدَاءُ صفحہ ۵۳)

📖 .... قراء کو چاہیئے کہ قواعدِ تجوید کی طرح حُسنِ وقف اور حسن ابتداء کی رعایت کو بھی اپنا معمول بنائیں اور اس کا پورا پورا اہتمام کریں کیونکہ اگر قاری دورانِ تلاوت میں وقف وابتداء کے بارے میں صحیح محل کی رعایت نہ رکھے تو اس سے بعض دفعہ نہایت قبیح اور نامناسب معنٰی متصور ہوتے ہیں۔ (تَوْضِيْحَاتِ مَرْضِيَۃ صفحہ ۱۳۵)

📖 .... قرآن مجید کے بنیادی علوم میں سے علم الوقوف وابتدا کا جاننا بھی ضروری ہے۔ اسلئے کہ کوئی بھی قرآن کی معنوی معرفتِ تامہ اس وقت تک حاصل نہیں کرسکتا جب تک وہ مواقع

وُقوف کی معرفت حاصل نہ کرلے۔ پس یہ وقف وابتداء کی تعلیم وتعلّم کے وُجوب پر ایک مضبوط ترین دلیل ہے۔ (مُعَلِّمُ الاَدَاءُ صفحہ۴۸)

📖....حضرت علامہ جزریؒ فرماتے ہیں کہ محلِ وقف کا سیکھنا ضروری ہے بلکہ بغیر معرفۃ الوقوف قراءت میں قرآن کا اِعجاز ظاہر نہیں ہوتا اور فسادِ معنٰی کا وہم ہوتا ہے۔

(عِذا رُالقرآن صفحہ۲۰۲)

📖....قاری کو تلاوت کرتے ہوئے حروف کے مخارج اور صفات کا خیال رکھنا چاہیئے۔ اسی طرح ضروری ہے کہ اس بات کا بھی علم ہو کہ وقف کہاں کرنا چاہیئے اور ابتداء یا اِعادہ کیسے کرنا چاہیئے؟ کیونکہ جیسے حروف کو مخارج سے صحیح ادانہ کیا جائے یا ان کی صفات کو کماحقہٗ ادانہ کیا جائے تو تلاوت کا حسن مجروح ہوگا ایسے ہی اگر قاری اس بات سے آگاہ نہ ہو کہ وقف کہاں کرنا ہے کہاں نہیں اور غلط وقف کریگا تو یہ بات بھی تلاوت میں خامی متصور ہوگی۔

(المرشد صفحہ۳۸۴)

وقف کی تعریف

لغت میں وقف کے معنٰی کَفٌ یعنی روکنے کے ہیں۔

(مُعَلِّمُ التَّجوِید صفحہ۱۸۹/فوائد مَرْضِیَّہ صفحہ ۸۳)

📖....اِصطلاح میں وقف کی تعریف یہ ہے **قَطْعُ الصَّوْتِ مَعَ النَّفَسِ وَاِسْکَانُ الْمُتَحَرِّکِ اِنْ کَانَ مُتَحَرِّکًا** یعنی سانس اور آواز دونوں کا منقطع کردینا (توڑدینا) اور حرف موقوف علیہ (جس حرف پر وقف کیا جائے) اگر پہلے سے ساکن نہ ہو تو اسکو ساکن کردینا۔

مُعَلِّمُ التَّجوِید ص۱۸۹/ اَلْجَوَاهِرُ النَّقِیَّہ ص ۱۹۴/عِذارُ القرآن ص۱۹۷ کمالُ الفرقان ص۱۶۱)

📖....جو کلمہ رَسماً مابعد سے جُدا ہوا سکے آخر پر اتنی دیر ٹھہرنا جس میں عادۃً (عام حالات

کے اعتبار سے) سانس لے سکیں۔ عام ہے کہ سانس لیں خواہ نہ لیں لیکن شرط یہ ہے کہ قرآءۃ کے جاری رکھنے کا ارادہ ہو عام ہے کہ وقف کے بعد سے پڑھیں خواہ کچھ پہلے سے۔

(اَلْعَطَایَاالْوَھبِیَّۃُ صفحہ ۲۷۲)

📖.... پڑھتے پڑھتے کلمہ کے آخر میں (تھوڑی دیر کیلئے سانس اور آواز دونوں کو) توڑ کر ٹھہرا جائے اور اتنی دیر ٹھہرا جائے اور ٹھہرنا اتنی دیر ہو (کہ) جتنی دیر میں عادۃً (حسب ضرورت) سانس لیا جاتا ہے۔ اور ساتھ ہی آئندہ پڑھنے کی نیت بھی ہو۔

(دِراسۃُ البیان فی شرح خلاصۃُ البیان حاشیہ صفحہ ۲۵۳)

📖.... شیخ القراء استاذ الاساتذہ حضرت مولانا قاری عبدالمالک علی گڑھیؒ فرماتے ہیں وقف کے معنیٰ اِنقطاعِ نفس کیساتھ ٹھہرنے کے ہیں تو وقف بوجہ مجبوری کے یعنی سانس لینے کیلئے ہوتا ہے۔ بالفرض کسی کا سانس اس قدر لمبا ہو کہ تمام قرآن شریف ایک سانس میں پڑھ سکے تو وصل ہی بہتر ہوگا۔ یہ مذہب امام حمزہ کوفی تابعیؒ کا ہے۔ اور امامِ عاصم کوفی تابعیؒ وغیرہ کے یہاں وقف کا مقصد معنٰی کی اِفہام و تفہیم بھی ہے، لہٰذا معانی اور مضامین کے ربط کے مواقع میں وصل بہتر ہے اور مضمون کے اِنقطاع کے مواقع میں وقف بہتر ہے۔

(سوانح امام القراء صفحہ ۹۲)

📖.... شیخ المشائخ مفتیٔ اعظم حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ فرماتے ہیں کہ اوقاف روایاتِ صحیحہ اور اجماعِ اُمت سے ثابت ہیں ان کو بدعت کہنا صحیح نہیں ان اوقاف پر ٹھہرنا کسی کے نزدیک بھی واجب نہیں لہٰذا انکو واجب سمجھنا یا ان کی پابندی نہ کرنے والے کو گنہگار قرار دینا ضرور بدعت ہے، اسکی ساری تفصیل حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے رسالہ **ردالطغیان فی اوقاف القرآن** میں ہے جس میں حضرت نے روایات اور اجماع سے اوقافِ قرآن پر ٹھہرنا ثابت کیا ہے۔ (احسن الفتاویٰ جلد ۳ صفحہ ۸۸)

دورانِ تلاوت سانس لینے کی ضرورت

شیخ القراء استاذ الاساتذہ حضرت مولانا حکیم قاری محمد حبیب اللہؒ ٹونکی ثم کراچوی (متوفی ١٤٠٠ھ مطابق ١٩٨٠ء) فرماتے ہیں کہ یہ بات ظاہر ہے کہ کوئی بھی قاری یا تلاوت کرنے والا کسی سورت یا کلام کو بغیر سانس لئے (یعنی ایک سانس میں) نہیں پڑھ سکتا۔ اور لا محالہ راحت کیلئے سانس لینے کی ضرورت پیش آتی ہے۔

قاری کو ایسی جگہ ٹھہرنا اور وقف کرنا چاہیئے جہاں معنٰی میں کسی قسم کا تغیّر وفساد یا معنٰی مراد کے خلاف وہم پیدا نہ ہو۔ اور فصاحت، بلاغتِ اعجاز اور حُسنِ تلاوت میں بھی فرق نہ آئے۔

(معارف التجوید صفحہ ١٨١)

📖.....استاذ القراء حضرت مولانا قاری محمد شریفؒ فرماتے ہیں کہ قاری کو دَوْرانِ تلاوت سانس لینے اور وقف کرنے کی ضرورت بہرحال پیش آتی ہے۔ اور وہ ایک ہی سانس میں تلاوت پوری نہیں کرسکتا، اِسلئے، اُس کیلئے ضروری ہے کہ علمِ تجوید کے بعد قرآنی وقوف کی معرفت اور ان کا علم بھی حاصل کرے۔ پھر جیسا کہ طلباء جانتے ہی ہیں کہ معرفتِ وقف دو چیزوں کے جاننے کا نام ہے۔

(١)....**محلِّ وقف** (وقف کس جگہ کیا جائے)

(٢).... **کیفیّتِ وقف** (وقف کیسے کیا جائے) اسلئے کہ قاری اس بارے میں دو باتوں کا پابند ہے۔

☆.....ایک یہ کہ وقف اُنہی موقعوں پر کرے جہاں وقف کرنے سے ذہن نہ تو کسی فاسد معنٰی کی طرف منتقل ہو اور نہ کلام ادھورا ہی رہے تاکہ قرآن کے معنٰی سمجھنے میں کسی قسم کی غلط فہمی نہ ہو۔

☆.....دوسری یہ کہ اس قاعدہ اور طریقہ کے موافق کرے جو علماءِ قراءت کے یہاں معتبر اور

متداول (عام دلیل سے ثابت) ہے تاکہ کلمہ مہمل اور غلط نہ ہو جائے۔
(اَلتَّقْدِمَۃُ الشَّرِیْفِیَّۃُ صفحہ ۲۸۹/ اَلْعَطَایَا الْوَھْبِیَّۃُ صفحہ ۱۲۷)

📖 ....علماءِ قراءۃ نے "تَجْوِیْدُ الْحُرُوْفِ" کی طرح مَعْرِفَۃُ الْوُقُوْفِ "کو بھی ترتیل کا جزو اور اس کا حصہ قرار دیا ہے۔ جیسا کہ حضرت علیؓ کے اس ارشاد سے ظاہر ہے جو آپؓ سے آیتِ شریفہ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِیْلًا کی تفسیر میں منقول ہے یعنی اَلتَّرْتِیْلُ ھُوَ تَجْوِیْدُ الْحُرُوْفِ وَمَعْرِفَۃُ الْوُقُوْفِ۔ (اَلتَّقْدِمَۃُ الشَّرِیْفِیَّۃُ صفحہ ۲۸۹)

محلِ ابتداء اور کیفیتِ ابتداء

اس بات کا معلوم کر لینا بھی ضروری ہے کہ وقف کے بعد کونسی صورت میں مابعد سے ابتداء کرنی چاہیئے اور کونسی صورت میں ماقبل سے اِعادہ (لوٹانا) چاہیئے پھر یہ کہ وقف کی طرح ابتداء کی دو بحثیں ہیں۔

☆....محلِ ابتداء (ابتداء کہاں سے کی جائے)

☆.... کیفیتِ ابتداء (ابتداء کیسے کی جائے)

فائدہ.... اِمامِ جزریؒ فرماتے ہیں کہ اے قراء! جب تم تجوید حاصل کر چکے اور قرآنی حرفوں کی عملی ادائیگی کی مشق کر چکے تو اب تمہارے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ تم وقف اور ابتداء کی معرفت حاصل کرو۔ اور ترتیل کے اس حصہ سے متعلق احکام و مسائل کو بھی سیکھو۔

اگر قواعدِ تجوید کی پابندی کرنے سے قرآن مجید کے حرفوں کی تصحیح ہوتی ہے تو قواعدِ وقف کی پابندی کرنے سے اسکے معنٰی کی تفہیم (سمجھ بوجھ پیدا) ہوتی ہے۔ اور ترتیل کے مفہوم" میں تصحیحِ الفاظ،، اور،، تفہیمِ معنٰی" دونوں ہی داخل ہیں۔
(اَلتَّقْدِمَۃُ الشَّرِیْفِیَّۃُ صفحہ ۲۸۹/ اَلْعَطَایَا الْوَھْبِیَّۃُ صفحہ ۱۲۷)

غلط وقف کرنے پر تنبیہ

حضرت عدیؓ بن حاتم طائیؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں دو شخص آئے ان سے ایک شخص نے کہامَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ یَّعْصِہِمَا اور اس پر اختیاری طور پر وقف کر دیا اس صورت میں معنٰی یہ ہوں گے جس نے اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی اطاعت کی وہ بامراد ہوا اور جس نے اللہ اور اسکے رسول (ﷺ) کی نافرمانی کی وہ بھی بامراد ہوا (العیاذ باللہ) نبی کریم ﷺ نے سنتے ہی فرمایا (قُمْ) اٹھ یہاں سے، یا یہ فرمایا (اِذْھَبْ) جا یہاں سے دُور ہو، اور ناراضگی کا اظہار فرماتے ہوئے فرمایا (بِئْسَ الْخَطِیْبُ اَنْتَ) تو تو بُرا خطیب ہے۔

☆.....ایک روایت میں یوں ہے۔ بِئْسَ خَطِیْبُ الْقَوْمِ اَنْتَ: بُرا ہے تو قوم کا خطیب۔

تنبیہ.....حضرت علامہ اشمونیؒ نے یہ کلمات بھی روایت کئے ہیں: قُلْ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ غَوٰی نبی کریم ﷺ نے تعلیماً اس کو فرمایا کہ یوں کہو وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ غَوٰی: یعنی جس نے اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی نافرمانی کی وہ نامراد ہوا۔

(مُعَلِّمُ الاَدَاءُ صفحہ ۳۴ / اَلْمُرْشِدُ صفحہ ۲۰۶)

📖.....ایک صحیح روایت میں آنحضرت ﷺ نے ایک خطیب کو سنا وہ کہتا ہے: مَنْ یُّطِعِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ رَشَدَ وَمَنْ یَّعْصِہِمَا: یہاں تک پہنچ کر خطیب ٹھہر گیا، آپ ﷺ نے فرمایا: بِئْسَ خَطِیْبُ الْقَوْمِ اَنْتَ!: یہ کیوں نہیں کہتے ہو وَمَنْ یَّعْصِہِمَا فَقَدْ غَوٰی: اس روایت میں واضح دلیل ہے کہ خطیب کے غلط وقف کرنے پر نبی ﷺ نے اس کو تنبیہ فرمائی خطیب کیلئے مناسب یہ تھا کہ اگر وہ دونوں فقرے ایک سانس میں نہیں بول سکتا تھا تو فَقَدْ رَشَدُ پہلے فقرہ پر وقف کرتا پھر نئے سانس میں اگلا جملہ کہتا، معلوم ہوا کہ جب گفتگو میں بھی

وقف کی بے اعتدالی نہایت ناگوار اور بھونڈا (ناپسندیدہ) طرز ہے تو کلام اللہ میں یہ بے اعتدالیاں کس درجہ مکروہ اور قبیح ہوں گی اور اُن سے بچنا کس قدر ضروری ہے حالانکہ اس خطیب کا مقصد خیر ہی تھا شر نہ تھا۔ (اَلْجَوَاهِرُ النَّقِيَّة صفحہ ۱۹۱)

📖.... حضرت علامہ النحاسؒ لکھتے ہیں کہ مناسب یہ تھا کہ وہ اپنے کلام کو وَمَنْ يَّعْصِهِمَا کے بجائے فَقَدْ غَوٰى پر پورا کر کے وقف کرتا یا پھر وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ رَشَدَ ہی پر وقف کر دیتا۔ جب اس قسم کا بے محل وقف خطبوں اور لوگوں کے عام کلام میں اس درجہ ناپسندیدہ ہے کہ اس کو نبی کریم ﷺ برداشت نہ کر سکے اور اپنی (مبارک) مجلس سے اٹھا دیا تو پھر اللہ تعالیٰ کے کلام میں اس قسم کے وقفوں کی کیونکر گنجائش ہو سکتی ہے۔

تنبیہ.... نبی کریم ﷺ کا حد درجہ ناراضگی کا اظہار فرمانا اسلئے تھا کہ آئندہ کیلئے (اس کو یا اور لوگوں کو) تنبیہ ہو جائے۔ (مُعَلِّمُ الْاَدَاءُ صفحہ ۳۵)

فائدہ.... حضرت علامہ جزریؒ فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے معنٰی صاف اور واضح ہیں تشریح کی حاجت نہیں۔ (مُعَلِّمُ الْاَدَاءُ صفحہ ۳۷)

📖.... آئمہ وقوف فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس بات کی واضح دلیل ہے کہ وقفِ قبیح کے موقعہ پر اختیاری طور پر وقف کرنا کسی طرح بھی جائز نہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے ایسے شخص کو اپنی مجلس سے اُٹھا دیا تھا لہٰذا حتّٰی الامکان وقفِ قبیح سے بچنا چاہیئے اس حدیث سے تمام اربابِ وقوف نے اِستدلال کیا ہے۔ (مُعَلِّمُ الْاَدَاءُ صفحہ ۱۲۶)

سندِ فراغت

استاذِ فن حضرت مولانا قاری محمد شریف لاہوریؒ (متوفی ۱۳۹۸ھ) فرماتے ہیں کہ اکثر ائمہ اسلافؒ نے معلّمین کو اس بات کی ہدایت کی ہے کہ وہ اپنے تلامِذہ (شاگردوں) کو اس وقت تک سندِ فراغت نہ دیں جب تک کہ انکو وقف اور ابتدا کی معرفت حاصل نہ ہو جائے

لیکن ہماری حالت یہ ہے کہ ہم اس بارہ میں قطعاً لاپرواہی اور بے اِعتنائی برت رہے ہیں اچھے اچھے اور سمجھدار لوگوں (علماء اور اکثر حفّاظ) کو دیکھا گیا ہے کہ وہ حُسنِ وقف اور حُسنِ ابتدا کو کوئی اہمیّت نہیں دیتے۔

(تَوضِیحَاتِ مَرضِیّۃ صفحہ ۱۳۷/طبع جدید صفحہ ۱۴۴)

📖.... بعض آئمہ متاخرین نے مُقرِیُونُ (پڑھانے والوں) کیلئے یہ شرط مقرر کی ہے کہ وہ اپنے شاگردوں میں سے کسی کو اس وقت تک مجاز (تجوید اور قراءت کی سندِ اجازت مرحمت) نہ کریں جب تک کہ وہ وقف اور ابتداء کا ماہر نہ ہوجائے۔

(عِذارُالقرآن صفحہ ۲۰۲/اَلْعَطَایَاالْوَھبِیَّۃُ صفحہ ۲۷۳/مُعَلِّمُ الْاَدَاءُ صفحہ ۵۳)

📖.... ایک قاری مقری ذمہ دار کیلئے اُمورِ وقف کا التزام کرنا ضروری ہے اور اگر اُمورِ وقف کا اِہتمام نہ کیا جائے تو اس سے یہ نقصان اور خرابی ہوگی کہ وہ طلباء جو اس قاری سے علم تجوید وقرآءت حاصل کررہے ہیں اور پڑھ رہے ہیں ان کی نظر میں اس چیز کی اَہمیت اورضرورت نہ رہے گی اور وقف وابتداء کے مسئلہ میں عملاً وہ شُتُرِ بے مہار (بے نکیل اُونٹ) کی طرح آزاد ہوجائیں گے اور اس کوتاہی کا سلسلہ آئندہ اس قاری مقری کے فارغین کے تلامذہ میں بھی جاری رہے گا جس کی تمام تر ذمہ داری قاری مقری پر ہوگی۔ (اَلْمُرْشِدُ صفحہ ۳۸۹)

تنبیہ.... آجکل اس طرف سے بڑی کوتاہی ہورہی ہے علماء کو سند دیدی جاتی ہے اور وہ قرآن کو قواعدِ تجوید سے نہیں پڑھ سکتے۔ (مجالس ابرار صفحہ ۱۹۹/تحفۃ المدارس جلد ا صفحہ ۴۷)

تنبیہ.... سند دینے کی حرص نہ کیجئے۔ سند دینا بڑی ذمہ داری کی بات ہے، اسکا یہ حصہ ہمیشہ پیشِ نظر رکھیئے۔ وَتَعَلَّمَ مِنِّی التَّجوِیْدَبِالتَّکْرِیْرِ وَالتَّسدِیْدِ یعنی یہ شخص جس کو میں سند دے رہا ہوں، تجوید میں بڑا ماہر اور ضابِطُ (مضبوط اور پختہ) ہے۔ اور اگر آپ نے اس مشورہ پر عمل نہ کیا اور یوں ہی دو چار رکوع مشق کراکے سند دے دی تو اس سے فنِ تجوید کے ساتھ ناانصافی کے علاوہ خود آپ کی شہرت کو بھی نقصان پہنچے گا، کیونکہ وہ لوگوں سے یہ کہتا پھریگا کہ

میں فلاں قاری صاحب سے فارغ ہوں۔ (قواعد ہجاء القرآن صفحہ ۲۱۳)

تلاوتِ قرآن کی خوبیاں

ترتیل.... قرآن مجید کو ٹھہر ٹھہر کر تمام قواعد کی رعایت رکھ کر پڑھنا یعنی تجوید قرآن کے حروف کو صحیح عربی مخارج سے تمام صفات کی رعایت کیساتھ ادا کرنا۔

تبیین.... ہر حرف کو واضح اور صاف طور سے ادا کرنا۔

ترسیل.... ہر حرف کو اسی طرح پورا پورا ادا کرنا جیسا کہ اس کا حق ہے۔

توقیر.... قرآن مجید کو نہایت خشوع وخضوع اور وقار کیساتھ پڑھنا۔

تحسین.... لحن عرب کے موافق تجوید کی پوری رعایت رکھتے ہوئے اچھی آواز سے پڑھنا۔

(عِذ ارُ القرآن صفحہ ۲۲۹/ اَلْعَطَایَا الْوَھْبِیَّۃُ صفحہ ۱۳۷)

تلاوتِ قرآن کے عیوب

تمطیط: ترتیل میں مدّات وحرکات وسکنات میں حد سے زیادہ دیر کرنا۔ (مکروہ)

تخلیط .... حدر میں اس قدر جلدی کرنا کہ حروف جدا جدا ہو کر سمجھ میں نہ آئیں اور اس کو اِدماج بھی کہتے ہیں۔ (حرام)

تنفیش.... حرکات کو پورا ادا نہ کرنا۔ (مکروہ)

تمضیغ.... حرفوں کو چبا کر پڑھنا۔ (مکروہ)

تطنین.... گنگنی آواز سے پڑھنا اور ہر حرف کی آواز ناک میں لیجانا (اگر یہ آواز طبعی ہے تو مکروہ ہے ورنہ حرام)

تھمیز.... ہر حرف میں ہمزہ ملا دینا۔ (حرام)

تعویق.... کلمہ کے درمیان حرف پر وقف کر کے اسکے مابعد سے اِبتدا کرنا۔ (حرام)

وثبہ.... پہلے حرف کو ناتمام چھوڑ کر دوسرے حرف کا شروع کر دینا۔ (مکروہ)

عنعنه.... ہمزہ کے یا کسی اور حرف کیساتھ عین کی آواز ملا دینا۔ (حرام)
همهمه.... کسی حرف مخفف کو مشدّد پڑھنا۔ (حرام)
زمزمه.... قرآن مجید کو گانے کے طور پر پڑھنا۔ (حرام)
ترقیص .... آواز کو نچانا اور کبھی بلند اور کبھی نیچا کرنا اگر تجوید کی حد میں رہے تو مکروہ ورنہ حرام ہے۔
فائده.... فَاحْفَظْ وَكُنْ حَذِرًا یعنی مذکورہ بالا تلاوت کے عیوب کو یاد کر لیں اور دورانِ تلاوت ان سے بچیں۔ عِذارُالقرآن صفحہ ۲۲۹/ اَلْعَطَايَاالْوَهْبِيَّةُ صفحہ ۱۴۲/ مِفتاحُ الکمال صفحہ ۱۰۲
تنبیه.... بعض لوگوں نے اپنی خوش آوازی اور لہجہ کے ذریعہ لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے اور ان کی توجہ کو اپنی طرف مُنْعَطِفْ کرانے کی غرض سے خواہ مخواہ تکلّف کر کے لہجہ میں طرح طرح کی چیزیں اِیجاد کر لی ہیں۔ جو بہت ہی نامناسب اور معیوب ہیں۔ ان میں سے چند یہ ہیں۔
تطریب: تو یہ ہے کہ قراءت اس طرح کی جائے جس طرح گانا والا اپنی آواز کو گھما گھما کر گاتا ہے سو یاد رکھو یہ ممنوع ہے، اسلئے کہ اس طرح پڑھنے سے تلاوت اپنی اصلی شکل سے نکل جاتی ہے۔ اور اللہ کا کلام معاذ اللہ گانے کے مشابہ ہو جاتا ہے۔ (مُعَلِّمُ التَّجْوِيْد صفحه ٢٤٠)
📖.... قرآن کریم کو موسیقاروں کی طرح راگ وسُر کے ساتھ اپنے اور مغنیوں کی طرح گا کر پڑھنے کو قرآءت بالتطریب کہتے ہیں۔
📖.... جاننا چاہیئے کہ القراءۃ بالتطریب میں چونکہ ادآءِ حروفِ قرآنی کو الحان وانغامِ موسیقیہ کے تابع رکھا جاتا ہے اسلیئے حسبِ قواعدِ فنِ موسیقی بے محل مد کیا جاتا ہے یا مد کو حدِ اِعتدال سے زیادہ کھینچا جاتا ہے یا مد کی جگہ قصر کیا جاتا ہے، حرکات کو اِشباع (کھینچ) دیا جاتا ہے اور سکنات پر سکتہ کیا جاتا ہے ایسا ہی بے محل غنہ کیا جاتا ہے یا غنہ کی مقدار میں اِضافہ کیا جاتا ہے تاکہ آواز کے اُتار اور چڑھاؤ سے لحنِ موزون اور نغمہ

شیریں ہو جائے۔ ایسے پڑھنے والے عموماً وہ حضرات ہوتے ہیں جو لحّانی اور نغمہ سازی سے سامعین کو مسخر کرنا چاہتے ہیں۔ (تفہیم التجوید صفحہ ۹۳)

ترقیص: یہ ہے کہ قاری دورانِ قراءت میں اپنی آواز کو اس طرح نچائے کہ اس سے حروفِ مدّہ میں حرکات پیدا ہو جائیں۔

تنبیہ.... بعض نے کہا ہے ترقیص یہ ہے کہ قاری حرفِ ساکن پر سکتہ سا کرے اور پھر اسکے بعد حرفِ متحرک کو اس طرح ادا کرے۔ گویا کہ وہ دوڑ رہا ہے۔ (مُعَلِّمُ التَّجوِيْد صفحه ٢٤٠)

🕮.... حروفِ قرآنی کو ہلانے اُتارنے چڑھانے اور اس میں رقص کی سی کیفیت پیدا کرنے کو: قراءۃ بالترقیص کہتے ہیں۔

🕮.... جاننا چاہئے کہ: القراءۃ بالترقیص میں آواز حیرت انگیز صورت میں دفعتہً ایسے انداز پر اٹھائی گرائی جاتی ہے جس طرح رقّاص اور ناچ والے حیرت انگیز صورت میں اپنے جسم اور اعضاء کو دفعتہً اٹھاتے کراتے ہیں جس کی وجہ سے حروفِ قرآنی میں کچھ اس قسم کی کیفیاتِ اجنبیہ پیدا ہو جاتی ہیں اور وہ ناپسندیدہ حالات کے شکار ہو جاتے ہیں جو کتاب اللہ کی عظمت وشان کے منافی اور تقدّسِ قرآن میں خلل انداز ہوتے ہیں۔ ایسے پڑھنے والے عموماً وہ لوگ ہوتے ہیں جو سابقہ پیشہ اور عاداتِ قبیحہ سے مجبور یا فنِ رقص کے دلدادہ ہوتے ہیں۔ (تفہیم التجوید صفحہ ۹۳)

ترعید: یہ ہے کہ قاری تلاوت کے وقت اپنی آواز کو اس طرح کپکپائے کہ گویا وہ سردی کی شدّت یا کسی تکلیف کی وجہ سے کانپ رہا ہے۔ (مُعَلِّم التَّجوِیْد صفحہ ۲۴۰)

🕮.... قرآن کریم پڑھتے وقت آواز میں تھرتھراہٹ اور کپکی جیسی کیفیت پیدا کرنے کو: قراءۃ بالترعید کہتے ہیں۔

🕮.... جاننا چاہئے کہ القراءۃ بالترعید میں پڑھنے والا اپنی آواز ایسی کیفیت سے متکیف کر لیتا ہے کہ گویا وہ دُکھ درد یا شدّتِ بَرد (ٹھنڈک) سے جان بہ لب ہونے والا ہے۔

ایسے پڑھنے والے عموماً وہ لوگ ہوتے ہیں جو یہ جتلانا چاہتے ہیں کہ گویا عظمت اور دبدبۂ قرآنی سے خائف ہوتے ہوئے جان سپرد بجانِ آفرین کرنے والے ہیں۔

تحزین: یہ ہے کہ قاری اپنی طبیعت اور عادت کے خلاف اس نہج (انداز وطریقہ) پر تلاوت کرے گویا کہ وہ غم میں ڈوبا ہوا ہے اور سننے والا یوں محسوس کرے کہ وہ ابھی رُو پڑیگا سو اِس سے بھی منع کیا گیا ہے۔ اسلئے کہ اسمیں رِیا پائی جاتی ہے۔

فائدہ.... اگر قاری کا رونا کسی ایسی آیت کے معنٰی سے متأثر ہونے کی بنا پر ہو جس میں اللہ کے عذاب کا ذکر ہو تو اس صورت میں رُونا یا رُونے کی شکل بنا لینے میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ مستحسن اور آدابِ قرآن میں سے ہے لیکن دل میں تو یہ کیفیت ہو نہیں محض تصنّع اور بناوٹ سے ایسی شکل بنائی جائے تو یہ معیوب اور ناجائز ہے، خوب یاد رکھو کہ یہ سب باتیں ناجائز ہیں اور ان کا اختیار کرنا منع ہے اور ان کے اختیار کرنے والے کی تردید کرنا اور اس کا اِنکار کرنا ضروری اور واجب ہے۔ (مُعَلِّمُ التَّجوِیْد صفحہ ۲٤٠)

ایک اہم تنبیہ

تطریب: ایسے پڑھنے والے عموماً وہ حضرات ہوتے ہیں جو لحّانی اور نغمہ سازی سے سامعین کو مسحّر کرنا چاہتے ہیں

ترقیص: ایسے پڑھنے والے عموماً وہ لوگ ہوتے ہیں جو سابقہ پیشہ اور عاداتِ قبیحہ سے مجبور یا فنِ رقص کے دلدادہ ہوتے ہیں۔

ترعید: ایسے پڑھنے والے عموماً وہ لوگ ہوتے ہیں جو یہ جتلانا چاہتے ہیں کہ گویا عظمت اور دبدبۂ قرآنی سے خائف ہوتے ہوئے جان سپرد بجانِ آفرین کرنے والے ہیں۔

تحزین: ایسے پڑھنے والے عموماً وہ لوگ ہوتے ہیں جو جلبِ منفعت (جلدی نفع حاصل کرنے) کے پیشِ نظر اِظہارِ تقویٰ چاہتے ہیں اور سامعین پر سکۂ تقدّس بٹھا کر دامِ تزویر (دھوکہ) میں لانا چاہتے ہیں۔ (تفہیم التجوید صفحہ ۹۳)

تلاوتِ قرآن کے تین انداز

(۱)....ترتیل (۲)....حدر (۳)....تدویر۔

ترتیل ....اطمینان اور خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا جس طرح کہ جلسوں اور اِجتماعات میں پڑھا جاتا ہے اس کو ترتیل کہتے ہیں۔

حدر ....تیزی اور روانی کیساتھ پڑھنا جس طرح کہ تراویح میں پڑھتے ہیں اس کو حدر کہتے ہیں۔

تدویر ....ان دونوں (ترتیل وحدر) کی درمیانی رفتار پڑھنا جس طرح اِمام فرض نمازوں میں پڑھتا ہے اسکو تدویر کہتے ہیں۔

تنبیہ....تیز (حدر میں) اس حدتک پڑھنا جائز ہے کہ قواعدِ تجوید کی رِعایت برقرار رہے اور اگر اتنا تیز پڑھا کہ حرف صاف صاف سنائی نہ دیئے اور خلط ملط ہوتا گیا یا حرفِ مد کی مقدار پوری نہ ہوئی یا حرکات سمٹی ہوئی ادا ہوئیں تو ایسا تیز پڑھنا جائز نہیں۔ پھر یہ سمجھو کہ تدویر میں پڑھنا تو کوئی ایسا زیادہ مشکل نہیں، کیونکہ اس میں نہ تو بہت تیز پڑھا جاتا ہے اور نہ ہی بہت ٹھہر ٹھہر کر، البتہ حدر اور ترتیل میں پڑھنا ان کی خوب مشق کیے بغیر مشکل ہے کیونکہ بہت ٹھہر ٹھہر کر پڑھنا بھی مشکل ہے اور تیز پڑھنا بھی۔ لہٰذا تلاوت کے ان ہر دو انداز (ترتیل، حدر) کی مشق بھی زیادہ کرنی چاہیے۔ (مُعَلِّمُ التَّجْوِیْدصفحہ ۲۴۱)

قاریوں کی تین قسمیں

حضرت مولانا قاری مزرا بسم اللہ بیگ فرماتے ہیں کہ قاریانِ کرام تین قسم کے ہوتے ہیں۔

☆....ایک وہ جو صحت سے قرآن کی تلاوت کرنے اور نماز درست کرنے کیلئے کسی استاد سے تجوید سیکھ کر اپنا کام چلاتے ہیں ایسے قاری کوئی شہرت حاصل نہیں کرتے بسا اوقات ان کے

قاری ہونے سے (اکثر لوگ) واقف نہیں ہوتے، علاوہ ازیں ایسے علماء وفضلاء یا مشائخین جو کسی اور علم یا فن کی ترویج (اشاعت) کو اپنا خاص موضوع بتاتے ہیں ان کو بھی عام طور پر لوگ نہ قاری کی حیثیت سے جانتے ہیں اور نہ اس حیثیت سے ان کا ذکر کرتے ہیں اس وجہ سے بعد کی نسلیں ان کو قاری کی حیثیت سے یاد نہیں کرتی۔

مثال.... حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دھلویؒ کو لیجئے، آپ تجوید وقراءت جانتے تھے ایک سال تک مکہ معظّمہ میں قیام کا شرف رہا، اس زمانے میں وہاں کے قراء سے تجوید وقراءت حاصل کی مگر سوانح نگاروں نے آپ کے محدّث ہونے اور حدیث کی سند پر اتنا زور دیا کہ آپؒ کی سوانح حیات کی کتابوں میں آپ کے قاری ہونیکا کہیں ذکر نہیں ملتا۔

اگر شاہ صاحبؒ ایک جگہ **حجۃ اللہ البالغہ** میں اور دوسری جگہ **الفوز الکبیر** کی تمہید میں اسکا ذکر نہ کردیتے کہ میں نے تجوید وقراءت سنداً (بطورِ دلیل کے) اساتذہ سے حاصل کی ہے تو ہمارے لئے اس کا ثابت کرنا مشکل ہوجاتا۔

☆ ....دوسرے قسم کے قاری وہ ہیں جو تجوید وقراءت کی تعلیم کسی مستند جاننے والے سے مشافہۃً (استاذ کے روبرو) حاصل کرتے ہیں اور پھر اسکی اشاعت میں عمر کا کچھ حصّہ صرف کرتے ہیں ان کو مُقرِئ کہتے ہیں، یہ اصحاب قاری کی حیثیت سے تھوڑی بہت شہرت حاصل کرلیتے ہیں بعض قراء نے قاری کی تعریف یوں بھی کی ہے کہ ایک روایت کے یاد اور تین روایتوں کے **سَنَدًا مُشَا فَھَۃً** حاصل کرنے والے کو قاری کہتے ہیں اور سبعہ قراءت کو **سَنَدًا بَعْدِ مُشَا فَھَۃً** لینے والے کو **مُقرِئ** کہتے ہیں۔

☆ ....تیسری قِسم کے قاری وہ ہوتے ہیں جو بڑی محنت وتحقیق سے یہ علم حاصل کرتے ہیں **سَنَدًا** اور **مُشَافَھَۃً** پڑھنے پر اتنا زور دیتے ہیں کہ متعدد اساتذہ کی خدمت میں حاضر ہوکر (قرآن مجید کو قواعدِ تجوید کے مطابق) کئی کئی بار سناتے ہیں۔ جب خود کو اطمینان ہوجاتا ہے کہ کمال حاصل کرلیا تو پھر عمر بھر کا بڑا حصہ پڑھنے اور پڑھانے میں صَرف کرتے ہیں، اپنے زمانے

کی ضرورت کے لحاظ سے وقتاً فوقتاً کتابیں یا رسالے، تالیف (اور تصنیف) کرتے رہتے ہیں تاکہ دوسرے بھی فائدہ اٹھاسکیں، ایسے قاری شیخ القراء کہلاتے ہیں۔ اگر وہ خوش الحان بھی ہوں تو پھر مرجع عامۃ الخلائق ہوجاتے ہیں، عرصے تک ان کا نام زندہ رہتا ہے ان کا ذکر تذکروں اور تاریخوں میں آجاتا ہے، چنانچہ ہم تک سلفؒ کے جو نام پہونچے ہیں وہ اسی قسم کے یعنی تیسری قسم کے مقریانِ کرام و مصنّفین (اور مؤلّفینِ) عظامؒ کے نام ہیں، جن کی شہرت اس قدر ہوئی کہ مؤرخین وتذکرہ نویس ان کا ذکر نظر انداز نہ کرسکے، ورنہ بہت سے قاریانِ کرام تو محض گمنامی ہی میں رہے۔

فائدہ.... اگر کسی قاری کا نام تاریخ میں آجاتا ہے تو یہ سمجھنا چاہیئے کہ اس نے اپنے زمانے میں (تقریباً) نصف صدی کیلئے تجوید وقراءت کا ماحول بنا دیا ہوگا، بیشمار صحیح پڑھنے والے پیدا کردیئے ہوں گے کسی صدی کے دَوْر میں ایسے دو قاری بھی مل جائیں تو ان کی تعلیم وتسلسل میں شبہ نہیں رہتا۔ (تذکرہَ قاریانِ ہند حصّہ اوّل صفحہ ۱۰۳)

📖 ....تجوید وقراءت کا علم وفن تواتر وتسلسل کے ساتھ مشافہۃً پھیلانے کا ذوق بلادِ عرب، مصر واُندلس میں نہایت جوش وخروش وقوت سے وسیع پیمانے پر جاری رہا۔

📖 ....ہندوستان میں تجوید وقراءت علماء وصوفیاءِ کرامؒ کی بدولت پھیلی اُن علماء کا تعلق بھی اکثر کسی نہ کسی خانوادہَ صوفیاء سے رہا ہے، صوفیاء کرامؒ کی ہستیاں وہ بابرکت ہستیاں تھیں جن کا علم وعمل سرتاپا قرآن ہوتا تھا۔ اسی کو ڈاکٹر محمد اقبال لاہوریؒ نے اس شعر میں اسکی تعریف یوں کی ہے۔

یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مؤمن قاری نظر آتا ہے، حقیقت میں ہے قرآن

(تذکرہَ قاریانِ ہند حصّہ اوّل صفحہ ۱۰۴)

ضروری وضاحت

اس کتاب میں جن حضرات کی کتب کا حوالہ دیا گیا ہے یہ محض قاری نہیں تھے بلکہ اپنے زمانہ کے بہترین اور مضبوط عالم بھی تھے ان حضرات نے اکابر سلف صالحینؒ پر اعتماد کرتے ہوئے عربی، فارسی اور اُردو کتب سے عبارات ملتقط کر کے اپنی تصانیف وتالیفات کو مزیّن کرتے ہوئے قرآنی تعلیمات کو اُمت تک پہنچانے کی کوشش فرمائی، یہ کتاب بھی اُسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم سے اور اُن سب حضرات سے بھی راضی ہو، اور تمام مسلمانوں کی طرف سے اُن کو جزاءِ خیر عطاء فرمائیں جنہوں نے علمی وعملی نمونہ اُمّت کے سامنے پیش کیا۔

فَجَزَاهُمُ اللّٰهُ خَيْراً. اٰمِيْنَ يَارَبَّ الْعٰلَمِيْنَ بِجَاهِ سَيِّدِالْمُرْسَلِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيّٰتِهٖ وَاَتْبَاعِهٖ اَجْمَعِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ۔

ابو معاویہ محمد عبد الستار غفرلہٗ

سابق مدرس شعبہ تجوید مدرسہ عربیہ مریم مسجد آدم جی نگر،

نزد جامعہ خدیجۃ الکبریٰ، محمد علی سوسائٹی

۱۹/رمضان ۱۴۳۰ھ ۱۰/ستمبر ۲۰۰۹ء/ یوم الخمیس (جمعرات)

کتابیات

تفسیر معارفُ القرآن	۱	حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ
التّقدمۃُ الشّریفیہ شرح المقدّمۃ الجزریہ	۲	حضرت مولانا قاری محمد شریف لاہوریؒ
معلّم التّجوید للمتعلّم المستفید	۳	حضرت مولانا قاری محمد شریف لاہوریؒ
مفتاحُ الکمال شرح تحفۃ الاطفال	۴	حضرت مولانا قاری فتح محمد پانی پتیؒ
تنویرُ المُراءت شرح ضیاء القراءت	۵	حضرت مولانا قاری ضیاءا لدّین احمدؒ
دِراسۃُ البیان فی شرح خلاصۃُ البیان	۶	حضرت مولانا قاری ضیاءا لدّین احمدؒ
العطایا الوھبیہ شرح المقدّمۃ الجزریہ	۷	حضرت مولانا قاری رحیم بخش پانی پتیؒ
الجواھر النقیہ شرح المقدّمۃ الجزریہ	۸	حضرت مولانا قاری اظہار احمد تھانویؒ
اَلمُرشِدُ فی مسائل التّجوید والوقف	۹	حضرت مولانا قاری اظہار احمد تھانویؒ
تیسیر التّجوید	۱۰	حضرت مولانا قاری عبد الخالق سہارنپوریؒ
فوائدِ مرضیہ شرح المقدمۃ الجزریہ	۱۱	حضرت مولانا قاری محمد سلیمان دیوبندیؒ
عِذارُ القرآن	۱۲	حضرت مولانا قاری محمد اسمٰعیل پانی پتیؒ
تفہیم التّجوید	۱۳	حضرت مولانا قاری محمد اسمٰعیل لاہوریؒ
التّحفۃ المرضیہ شرح المقدّمۃ الجزریہ	۱۴	حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی بلند شہریؒ
القلائد الجوہریہ شرح المقدّمۃ الجزریہ	۱۵	حضرت مولانا مفتی سعید احمد سہارنپوریؒ
فضائلِ قرآن	۱۶	شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا سہارنپوریؒ
فتاویٰ دار العلوم دیوبند	۱۷	حضرت مولانا مفتی محمد ظفیر الدّینؒ
احسن الفتاویٰ	۱۸	حضرت مولانا مفتی رشید احمد لدھیانویؒ

عِمادُ الدّین	۱۹	مولانا محمد رفیق دِلاوریؒ (وزیرآبادی ثم لاہوری)
ہدیۃ الوحید	۲۰	حضرت مولانا قاری عبدالوحید الٰہ آبادیؒ
فضائل حفاظ القرآن	۲۱	حضرت مولانا قاری محمد طاہر رحیمی مدنیؒ
کمالُ الفرقان شرح جمال القرآن	۲۲	حضرت مولانا قاری محمد طاہر رحیمی مدنیؒ
تالیفاتِ رشیدیہ	۲۳	فقیہ النفس حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ
اصلاح المسلمین	۲۴	اِفادات حکیم الامّت حضرت تھانویؒ
خطبات حکیم الاسلام	۲۵	حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ
زینة القرآن	۲۶	حضرت مولانا قاری محمد شریف لاہوریؒ
تذکرۂ قاریانِ ہند	۲۷	حضرت مولانا قاری مرزا بسم اللہ بیگؒ
الفاظِ قرآن	۲۸	حضرت شاہ محمد اشرف علی تھانویؒ
مجالسِ ابرار	۲۹	حضرت حکیم محمد اختر صاحب مدظلہٗ
تحفة المدارس	۳۰	مولانا حافظ محمد اسحٰق ملتانی مدظلہٗ (ملتان)
تعلیقاتِ مالکیہ	۳۱	حضرت مولانا قاری عبدالمالک لکھنویؒ
معلّم الاداء فی الوقف والابتداء	۳۲	حضرت مولانا قاری تقی الاسلام مدظلہٗ
سوانح استاذ القراء قاری عبدالمالکؒ	۳۳	حضرت مولانا قاری فیوض الرحمٰن قادری مدظلہٗ
تذکرۂ منبع علوم وفنون سوانح قاری اظہار احمدؒ	۳۴	حضرت مولانا عزیر احمد تھانوی مدظلہٗ
دلکش نقش سوانح قاری رحیم بخش پانی پتیؒ	۳۵	حضرت مولانا قاری محمد طاہر رحیمی مدنیؒ
علومِ قرآنی	۳۶	حضرت مولانا نور حسین قاسمی مدظلہٗ
حسن المحاضرات فی رجال القراءات	۳۷	حضرت مولانا قاری ابوالحسن اعظمی مدظلہٗ

”تحفہ مدرسین“

جس میں تعلیم و تربیت نیز حفظ سے متعلق علماء و قراء کرام کے تدریسی اقوال اور تجربات کو جمع کیا گیا ہے، ایک مدرس کے لئے شاندار اور بہترین گلدستہ ہے۔ (زیر طبع)

شائع ہو گئی ہے

تالیف

ابو معاویہ محمد عبد الستار محمود کوٹی غفرلہ

فیض رحمانی

طریقۂ تعلیم

قاعدہ نورانی

اس میں ہر تختی کی امکانی اغلاط کی نشاندھی اور قواعد تجوید کے مطابق اصلاح کے طریقے بتائے گئے ہیں۔ یہ کتاب مبتدی اور قدیم اساتذہ کیلئے ایک کامل دستورالعمل ہے۔ یہ کتاب اس لائق ہے کہ اس کو ایک مرتبہ ضرور پڑھا جائے۔ (زیر طبع) شائع ہوگئی ہے

تالیف

ابو معاویہ محمد عبدالستار محمود کوٹی غفرلہٗ

مسك الختام بذكر الصلوٰة والسلام

معروف بہ

بہارِ رحمت

اس کتاب میں درود وسلام کے فوائد اور ترک پر وعیدوں کا تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ نیز یومیہ معمولات درودوسلام کے مسنون وماثور صیغوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ درودوسلام کے موضوع پر ایک مستند مجموعہ ہے۔ (زیرِ طبع)

تالیف

ابومعاویہ محمد عبدالستار محمود کوٹی غفرلہٗ

مکتبہ خدیجۃ الکبریٰ

اردو بازار کراچی

فون: 021-32752007 موبائل: 0322-8139398